بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین

راہنمائے اولیاء مع روحانی نکات

مسعود احمد صدیقی لاثانی سرکار

راہنمائے اولیاء مع روحانی نکات

مسعود احمد صدیقی لاثانی سرکار

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یسئلہ من فی السمٰوات والارض کل یوم ھو فی شان

آسمانوں اور زمین والے سب (اپنی حاجتیں) اسی سے مانگتے ہیں (اور اس کی کبریائی کا یہ عالم ہے کہ) وہ ہر روز (ہر لحہ) ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔

الصلواۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ! آپ پر صلوٰۃ وسلام

راہنمائے اولیاء مع روحانی نکات

مسعود احمد صدیقی المعروف لاثانی سرکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	راہنمائے اولیاء مع روحانی نکات
مصنف	مسعود احمد صدیقی المعروف لاثانی سرکار
اشاعت	دوم۔ستمبر 2004
تعداد	ایک ہزار
ہدیہ	150 روپے
ناشر	لاثانی انقلاب پبلیکیشنز 39/4 غلام رسول نگر فیصل آباد

041-559128-720352

Web:www.lasanisarkar.org

انتساب

میں اس کتاب کو بصد ادب واحترام اپنے پیرو مرشد، مجدد عصر، مرشد اکمل، حضرت سیدنا ولی محمد شاہ صاحب المعروف چادر والی سرکارؒ کے نام کرتا ہوں جن کی نوازشوں کی بدولت نہ صرف اللہ ورسول ﷺ نے بلکہ انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ اور دیگر بزرگان دینؒ نے بھی اس فقیر کو اپنی خصوصی نظر کرم سے نوازا۔

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
انتساب	3
فہرست	4
وجہ تصنیف	7
باب اول (عقیدے کا بیان)	9
انبیائے کرامؑ اور اولیائے کرام کے اختیارات	10
رسول اللہ ﷺ سے مانگنا دراصل اللہ سے ہی مانگنا ہے	12
فقراء کا فیض	16
اعلان عام	17
دور حاضر میں فیض کا حصول	19
چند مولویوں اور خطیبوں سے مناظرہ	21
عقیدہ اور گمان	24
باب دوم (سالک کی تربیت)	27
مرشد کی ضرورت	28
بیعت کی اہمیت	30
سالک کی تربیت	30
متفرق معاملات	39
سالک کی کیفیات	45
دوسرے بزرگوں کے پاس جانا	48
دو کشتیوں کا مسافر	50
خواب اور انکی تعبیر	51
آداب مرشد	52
فنافی الرسول ﷺ، فنافی اللہ	59
باب سوم (سوالات اور ان کے جوابات)	61
روحانی بیماریاں	78
روحانی بیماریوں کے نقصانات	79
مراقبہ کے طریقے وفوائد	101
باب چہارم (مقامات اولیاء)	107
خلیفہ/خلیفہ نائب	108
خلیفہ مجاز/بااختیار	109
خاندانی خلیفہ، سجادہ نشین/خلیفہ وارث	110
وارث/خاندانی وارث/باطنی (حقیقی وارث)	111
وارث الانبیاء	112
ولایت/شریعت کی ولایت	113
طریقت کی ولایت	114
حقیقت کی ولایت	116
اولیاء اللہ/پہلی قسم/دوسری قسم	119

عنوان	صفحہ نمبر
تیسری قسم	120
چوتھی قسم	121
صاحبِ ڈیوٹی اولیاء اللہ/ مست اولیاء اللہ	122
مجذوب اولیاء اللہ	123
ابدال/قلندر/قطبِ وقت	124
غلط فہمی کا ازالہ	125
غوث وقت	126
غوث الاغیاث/غوث اعظم/غوث الاعظم	127
مرشد/مرشدِ کامل	128
مرشد مکمل/مرشدِ اکمل	130
عالم (جاننے والا)	131
صدیق	136
القابات کا غلط استعمال اور اس کے نقصانات	137
سوالات اور ان کے جوابات	140
باب پنجم (اللہ کے فقیر)	143
فقراء سے حضور ﷺ کا اظہار محبت اور شان	144
مقام فقر کے لئے سالک کی منظوری	145
سالک فقیر کی تربیت	147
تربیت بذریعہ حضور اکرم ﷺ اور امہات المومنین	151
انبیائے کرامؑ کا فیض سے نوازنا	153
فقیر بارگاہ رب العزت میں	156
فقیر کی صفات	159

عنوان	صفحہ نمبر
فقیر کے اختیارات	162
فقیر کی شان (مقام و مرتبہ)	164
فقیر کے جسم کی برکت (ظاہری وجود کا فیض)	166
فقیر کی توجہ (سوچ) کا اثر	168
فقیر کی اولاد/فقیر کے فیض یافتگان	170
فقیر سے نسبت رکھنے والی چیزیں (استعمال شدہ چیزیں)	172
فقیر کے پس خوردہ کی فضیلت	172
فقیر کا آستانہ/فقیر سے محبت کے احکامات	173
فقیر سے صحبت کا فیض	175
فقیر سے بغض و عداوت کی سزا	178
سوالات اور انکے جوابات	178
باب ششم (روحانی نکات)	185
سالکین کے معاملات اللہ و رسول کی نظر میں	186
یار کی بجائے سرکار	186
عقیدے کی درستگی	186
شرطوں پر کھیلنا	187
مسئلہ جلد حل نہ ہونے کی وجہ	188
روحانی ترقی کی وجہ	189
مال میں برکت کا ذریعہ	190
انفاق فی سبیل اللہ کا مختلف اجر	193
باطنی روحانی عدالتیں	194
منظوری کے بعد نامنظوری	196

عنوان	صفحہ نمبر
انفاق فی سبیل اللہ کا مختلف اجر	193
باطنی روحانی عدالتیں	194
منظوری کے بعد نامنظوری	196
دعا کے آداب/ بزرگان دین کی شبیہ مبارک کو چومنا	197
اپنے سے چھوٹے درویشوں سے مشورہ کرنا	198
ناموافق ناموں کے غلط اثرات	198
روح کی ناپاکی	200
حضور ﷺ کا ظاہری کرم	201
محافل ذکر میں حضور ﷺ کا پسندیدہ عمل	203
صحابہ کرامؓ کا مقام و مرتبہ	204
یوم سیدنا صدیق اکبرؓ منانا/ جشن ولادت اور عرس منانا	205
اللہ کے راضی ہونے کا طریقہ	207
مجھے رؤف الرحیم کے لقب سے بھی پکارا کرو	207
بزرگان دین کا ظاہراً بھی تشریف لانا/ حب دنیا (مال) کی محبت	208
خواتین کیلئے پردے کی پابندی	210
اللہ کے محبوب بندے	212
درویش کے جسم کا فیض	214
بغیر اسباب کے رزق ملنا	214
کھانے میں نورانیت	214
دائیں ہاتھ سے لین دین	215
ذکر اور محافل ذکر کے فوائد	215

عنوان	صفحہ نمبر
شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار	217
وقت کی اہم ضرورت	218
شریعت، طریقت، حقیقت	218
چند اہم نکات	220
اہل سلسلہ پر کرم اور عطائیں/ نماز اور ذکر کا حکم	226
بڑے مسائل سے محفوظ رہنے کا روحانی فارمولا	227
سالگرہ کے دن محفل ذکر/ بیعت پر اظہار شکر	231
چائے کا لنگر/ رنگ دار عمامہ اور بیش قیمت لباس کی وجہ	232
ٹوٹے ہوئے برتنوں کا استعمال	234
سوالات اور انکے جوابات	235
باب ہفتم (وظائف، نسخہ جات)	241
جسمانی و روحانی رکاوٹیں دور کرنے اور مالی فوائد کے حصول کیلئے	242
جادو وغیرہ اور اثرات بد کیلئے	242
استخارہ کا طریقہ (کسی بات کو معلوم کرنے کیلئے)	242
انبیاء کرام کے عطا کردہ نسخہ جات	246
حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ کے عطا کردہ نسخہ جات	249
بزرگان دین کے نام پر نذرانہ (فاتحہ کرنا)	251
بزرگوں کے نام پر دینے کے آداب	252
مقبول و منظور وسیلہ کی اہمیت	252
مزارات پر حاضری کا صحیح طریقہ	254
درویشوں کے پاس اللہ اور اللہ والوں کی محبت میں ہی جائیں	255
بارگاہ الٰہی میں دعا	256

وجہ تصنیف

کچھ عرصہ قبل اللہ رب العزت نے اس فقیر پر خاص کرم فرمایا۔ فرمان ہوا! ''راہ طریقت کے سالکین و مشائخ عظام (اولیائے اللہ) کے لئے روحانی نکات عام کر دیئے جائیں۔ ابھی میں اس سوچ و بچار میں ہی تھا کہ انہیں کس طرح عام کیا جائے؟ کہ میرے مالک و معبود نے کرم فرماتے ہوئے راہنمائی فرمائی اور کچھ دنوں بعد ہی دوبارہ حکم فرمایا!

''روحانی نکات'' تحریر کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیئے جائیں جو ہر ایک کے لئے روحانی فیوض و برکات کے حصول میں معاون و راہنما ہوں گے اور یہ کتاب بالخصوص ان مشائخ و اولیاء کرام کیلئے تقویت کا باعث ہوگی جو مخالفین اور روحانی فیض نہ ماننے والوں کے دباؤ کا شکار ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی صراط المستقیم کی جانب گامزن ہونے میں مددگار ہوگی جو روحانی و باطنی معاملات سمجھ نہ آنے کے باعث شکوک و شبہات اور کچھ غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں (مثلاً کچھ لوگ روحانی فیوض و برکات اور موجودہ دور میں بھی اللہ و رسول ﷺ اور اللہ والوں کی جانب سے باطنی دستگیریاں ہونے کے باوجود اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کیا واقعی یہ کرم ممکن ہے؟ اور کیا حضور ﷺ اور بزرگان دین باطنی طور پر کرم و دستگیری فرما سکتے ہیں جبکہ انہیں ظاہری طور پر پردہ فرمائے صدیاں بیت گئیں، انہیں یا موجودہ دور کے فقراء و اولیائے کاملین کو اختیارات حاصل ہیں یا نہیں؟ کیا ان سے مانگنا جائز ہے؟ کیا وہ دینے پر قادر ہیں؟ اور ان سے مانگنا، سوال کرنا، شکریہ ادا کرنا، پکارنا، سلام پیش کرنا شرک تو نہیں؟) نیز ارشاد ہوا کہ سالکین طریقت کی راہنمائی اور روحانی علوم کی بقاء کے لئے اس کتاب کی اشاعت بہت ضروری ہے''۔

اس سے قبل بھی کئی مرتبہ اللہ و رسول ﷺ کی جانب سے یہ احکامات آ چکے تھے کہ'' ہم نے

بذریعہ نداء، الہام، القاء، کشف، خوابات، مشاہدات، قرب ووصل اور حضوری کی خاص کیفیات میں تم پر جو علوم وارد فرمائے وہ (روحانی علوم) انسانی ورثہ ہیں، انہیں محفوظ ہونا چاہیئے اور اس ضمن میں مجھے اور میرے قریب رہنے والوں کو یہ حکم بھی ہو چکا تھا کہ دو سالکین ایسے ہونے چاہئیں جو مجھ پر وارد ہونے والے علوم کو جو میں بیان کروں نوٹ کرتے رہیں تا کہ یہ علوم محفوظ ہو جائیں۔ میں ان فیوض و برکات اور کرم وعطا پر اللہ و رسول ﷺ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ اس بندہ پر ایسی خاص نظر رحمت اور فضل فرمایا۔ ان واضح احکامات کے بعد میں نے اللہ و رسول ﷺ کی رضا اور شکر گزاری کے لئے زیر نظر کتاب ''راہنمائے اولیاء مع روحانی نکات'' تحریر کی۔

چند روز بعد میرے قبلہ حضور سیدنا چادر والی سرکار ؒ نے بھی یہ کتاب تحریر کرنے اور سالکین میں عام کرنے کا حکم فرمایا۔ گزشتہ دنوں جبکہ کتاب تکمیل کے آخری مراحل میں تھی تو میں نے اپنے محسن و مربی، مرشد اکمل، شہنشاہ روحانیت حضرت سیدنا ولی محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں باطنی طور پر عرض کی کہ اس کتاب پر خصوصی نظر فرمائیں تو آپ ؒ نے بذریعہ خواب نہایت خوشی کا اظہار فرمایا اور نہ صرف یہ کہ اس کتاب کو منظور فرمایا بلکہ راہ طریقت کے مبتدین و سالکین کی راہنمائی کے لئے چند مزید روحانی نکات بھی بیان فرمائے جو بعد ازاں کتاب میں شامل کئے گئے۔

فلاح عام کے لئے میں اس ورثہ کو بنی نوع انسان کے سپرد کرتا ہوں۔

مسعود احمد صدیقی المعروف لاثانی سرکار

باب اول

عقیدہ کا بیان

الصلوۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ ﷺ

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے اللہ علیہم الرحمۃ کے اختیارات

بے شک! قرآن کریم ہمارے لئے کتاب ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری آسانی کیلئے اس میں ہر بات کو کھول کر بیان فرمایا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقین کیلئے اس میں ہدایت ہے"۔ (القرآن)

لیکن آج بھی جہالت اور کم علمی کا یہ عالم ہے کہ لوگ قرآنی آیات کی تفسیر کرتے وقت اپنے مطلب کے نتائج اخذ کر لیتے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے ذہن اور علم کے مطابق اندازے لگاتا ہے۔ حالانکہ اندازے تو وہاں لگائے جاتے ہیں، جہاں بات واضح نہ ہو، جبکہ قرآن کریم میں تو ہر بات کو نہایت واضح انداز میں بیان فرمایا گیا ہے اور ایک ہی بات کو مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور اولیائے کاملین وفقراء قرآن کریم کے باطن سے واقف ہوتے ہیں اور کسی بھی فرمان کی حقیقت اور باطن کو سمجھنے کے لئے ان سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں مختلف انداز میں حضور پر نور سرکار کل عالم ﷺ، انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ، صدیقین، صالحین (فقراء، اولیائے کاملین) کی شان بیان کی گئی ہے۔ لیکن افسوس! کہ یہاں جہالت وگمراہی کا یہ عالم ہے کہ جو آیات بتوں کے خلاف نازل ہوئیں، سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کیلئے انہی آیات کا (غلط انداز میں) ترجمہ کر کے انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ، بزرگان دینؒ یہاں تک کہ نبی برحق حضور ﷺ پر بھی چسپاں کرنے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں لوگ اپنے ہاتھوں سے

مورتیاں تراشتے پھر انکی پوجا کرتے اور انہیں اپنا' خالق و معبود، رازق اور مددگار مانتے تھے۔

تب مشرکین کے غلط طرز عمل اور ان جھوٹے خداؤں (بتوں، مورتیوں) کی مذمت میں اس قسم کی آیات نازل ہوئیں جن میں کفار کو واضح الفاظ میں بتوں کی پوجا سے منع کیا گیا اور کہا گیا کہ اے لوگو! (کافرو) جو بت تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو پھر کیوں خود ہی انکو اپنا رب بنا کر انکے سامنے جھکتے ہو۔ بھلا وہ مٹی، پتھر اور لکڑی کے خدا تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ وہ تمہارے معبود و مددگار کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور جو تمہیں دنیا میں فائدہ نہیں پہنچا سکتے وہ آخرت میں بھی کوئی نفع نہیں دیں گے، تم ان سے کیوں مانگتے ہو کیا تمہیں اتنا بھی شعور نہیں؟ کہ یہ نہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ ایسی مورتیاں اور بت کسی کو کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اسکے برعکس وہ خاصانِ خدا جو قرب الٰہی میں رہتے ہوئے اللہ کی کئی صفات کا مظہر بن جائیں اور اللہ انہیں اختیارات سے بھی نواز دے تو وہ دوسروں کو دے سکتے ہیں اور ان سے مانگنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا

''اللہ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں''۔ (الحدیث)

بے شک! اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے تمام خزانوں کا قاسم (تقسیم کرنے والے) بنایا۔ وہ خزانے کیا ہیں؟ وہ خزانے دینی و دنیاوی، روحانی اور باطنی اختیارات ہیں اور جنہیں یہ اختیارات مل جائیں وہ جسے چاہیں اپنی نظر کرم سے غنی کر دیں اور جسے چاہیں پل میں بادشاہ سے گدا (بھکاری) بنا دیں انہیں سب اختیار ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے۔

''اور میں (حضرت عیسیٰؑ) شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا (زندہ کرتا) ہوں اللہ کے حکم سے''

اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ مریمؑ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''بولے (حضرت جبرائیلؑ) میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک صاف ستھرا بیٹا دوں''

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ بے شک! عطا کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے لیکن اللہ کے خاص بندے (انبیاءؑ اور اولیاء کرامؒ) بھی اللہ کے عطا کردہ اختیارات کی بدولت مانگنے والوں کو دے سکتے ہیں، مشکل میں مدد اور دستگیری بھی کر سکتے ہیں۔ اس لیئے ان سے مانگنا جائز ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ کے شعور کو بیدار کیا جائے اور حقیقتوں سے آگاہ کیا جائے، درست عقائد کے تحفظ کیلئے ''نظریاتی جنگ'' بھی بہت بڑا جہاد ہے اور یہ ہم سب کا فرض ہے کہ حق اور سچ کو جہاں تک ہو سکے پہنچایا جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے مانگنا دراصل اللہ ہی سے مانگنا ہے

☆..... ایک مرتبہ آستانے پر محفل کے اختتام پر پانچ، چھ آدمی (داڑھیوں والے اور پگڑھیاں باندھے ہوئے) میرے پاس آئے اور کہنے لگے جناب! ہمیں آپکی یہ محفل بہت پسند آئی ہم نے یہاں لوگوں کی بے خودی کی حالت (وجدانی کیفیت) دیکھی، اہل محفل میں جوش وخروش اور دیوانگی سے ذکر کرنا بھی دیکھا، ان سب باتوں نے ہمیں بہت متاثر کیا، ہم نے زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی پر اثر محفل دیکھی۔ لیکن اس محفل کی دو باتیں ہمیں صحیح نہیں لگیں۔ اگر آپ وہ باتیں اس محفل سے ختم کر دیں تو پھر اس محفل کا بدل کوئی دوسری محفل نہیں۔ میں نے کہا آپ ہمیں ضرور بتائیں کہ وہ غلط باتیں کیا ہیں؟ اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہم ضرور اپنی اصلاح کریں گے۔ وہ کہنے لگے

''آپ محفل میں صدا لگا کر درود شریف اور صلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں۔ یہ نہ پڑھا کریں اور صرف ''نعرہ تکبیر'' لگائیں نعرہ رسالت ﷺ نہ لگائیں کیونکہ ''یارسول اللہ'' کہنا اور نعرہ رسالت ﷺ لگانا شرک ہے''۔

مجھے انکی بات سن کر بہت افسوس ہوا اور میں نے انہیں بتایا کہ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبین کو عطائی صفات سے نوازا ہوا ہے، ان کا ذکر اللہ خود بلند کرتا ہے اور خود مجھے اللہ و رسول ﷺ کی جانب سے یہ حکم ہوا ہے کہ جو کوئی بھی راہ حق دیکھنا چاہے تو صرف ایک ماہ کے لئے اس فقیر (مجھ) سے تعلق قائم کر کے دیکھ لے، انشاء اللہ اسے راہ حق کی تصدیق ہو جائے گی اور حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک شرک کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ''اللہ کے سوا کسی غیر کو پکارنا اور مانگنا ''شرک'' ہے''۔ میں نے کہا گر آپکے نزدیک شرک کی یہی تعریف ہے پھر تو آپ بھی بچپن سے لیکر آج تک شرک میں ہی مبتلا ہیں بلکہ آپ ہی نہیں پھر تو دنیا کا ہر فرد ہی شرک میں مبتلا ہے کیونکہ بچپن سے لیکر جوانی تک ہر بچہ اپنے ماں باپ وغیرہ سے خوراک، لباس، روپیہ، پیسہ وغیرہ مانگتا ہے۔

جس وقت وہ لوگ میرے پاس آئے تھے ان کے پاس بہت سا سامان تھا، سامان اٹھانے اور رکھنے کے لئے انہوں نے ایک دوسرے کی مدد مانگی۔ میں نے انہیں بتایا کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا اور پکارنا شرک ہے تو اس طرح آپ نے بھی شرک کیا جبکہ اس کائنات رنگ و بو میں تو ہر لحہ وسیلہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور بغیر وسائل کے آپ کسی قابل نہیں۔ انسان کی تربیت اس کے والدین کرتے ہیں، اسے کھلاتے، پلاتے ہیں دراصل کھلاتا تو اللہ ہی ہے، وہی رازق ہے لیکن والدین وسیلہ ہیں۔ اسی طرح دنیا کے باقی تمام معاملات ہیں بلکہ دوسروں کی مدد کرنے، علم دینے، کھلانے، پلانے اور دوسروں پر رحم کرنے کے احکامات ہیں جس طرح حکم ہے کہ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

میں نے انہیں بتایا کہ ہر مسلمان (خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی ہو) اپنی ہر نماز میں تو یارسول اللہ

(السلام علیک ایھا النبی) کہہ کر ''صلوٰۃ والسلام'' پڑھ رہا ہے اور ہر نماز میں حضور نبی کریم ﷺ، حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی آلؑ اور صالحین پر سلام بھی بھیج رہا ہے پھر کتنی عجیب بات ہے کہ نماز میں تو ہر کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ ''صلوٰۃ والسلام'' پڑھنا اور یارسول اللہ ﷺ اللہ کہنا برحق ہے اور بعد میں خود ہی اپنی دہرائی ہوئی باتوں سے انکار کر یا اور اگر کسی دوسرے کو بھی ایسا کہتے دیکھے تو اسکی بھی بھرپور مخالفت کرے تو یہ کتنی بڑی جہالت ہے۔ مسلمان کا تو پہلا کلمہ ہی یہ ہے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اور وہ نہ صرف زبان ودل سے اس بات کا اقرار کرتا ہے بلکہ اس بات پر پختہ ایمان بھی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں، اسکی (اللہ کی) صفات ذاتی ہیں جبکہ اسکے بندے اسکی عطا کردہ صفات کے حامل ہیں (اور یہ عطائی صفات قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہیں) اور جن کو اختیارات عطا کئے گئے ہوں ان سے مانگنا جائز ہے بلکہ ان سے مانگنے کا حکم ہے اور ان کے اختیارات کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے مانگنے والوں کو مشرک کہنے والے دراصل خود مشرک ہیں۔

حدیث پاک ہے کہ

''ایک وقت آئے گا کہ دوسروں کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہوگا'' (مشکوٰۃ، مناہج الفرقان)

حدیث نبوی ﷺ ہے

''اللہ کی قسم! بے شک مجھے اپنے بعد تم پر شرک کا کوئی خوف نہیں''۔ (بخاری شریف۔ باب الفتن)

میں نے انہیں سمجھایا کہ ان وجوہات کی بنا پر دوسروں کو مشرک کہنا کتنا بڑا بہتان ہے جبکہ صحابہؓ کا اپنے مرشد حضور نبی کریم ﷺ سے متعلق عقیدہ ہی یہ تھا کہ آپ عطا فرمانے والے ہیں اسی لئے وہ آپ سے مانگا کرتے تھے احادیث میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میری یادداشت کمزور ہے

جبکہ میں چاہتا ہوں کہ جو یاد کروں وہ نہ بھولوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو ہریرہ اپنا کپڑا بچھاؤ، حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنا کپڑا بچھایا اور حضور ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے اس کپڑے میں کچھ عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کپڑے کو اپنے جسم سے لپٹایا اور وہ فیض حاصل کیا۔ دیکھئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے بچھائے ہوئے کپڑے میں حضور ﷺ کا عطا فرمانا جبکہ ظاہری طور پر تو کپڑا خالی ہی رہا لیکن صحابہؓ کا عقیدہ تھا کہ حضور عطا فرمانے والے اور سخی لجپال ہیں اور آپ کا اشارہ ہی فرما دینا کتنا بڑا کرم ہے۔

اسی طرح ایک اندھے صحابیؓ نے حضور ﷺ سے آنکھوں کی بینائی کے لئے عرض کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اندھے ہونے پر صبر کرو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے جنت تو عطا کر ہی دی ہے، بینائی بھی عطا فرما دیں۔ یوں وہ نہ صرف بینا ہوئے (آنکھیں صحیح ہو گئیں) بلکہ جنت کی بھی بشارت مل گئی۔ رحمۃ اللعالمین، لج پال ﷺ کے عطا فرمانے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور آپ اسی طرح ہمیشہ عطا فرماتے رہیں گے کہ اللہ نے آپ کو تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

ان دونوں مثالوں سے نہ صرف حضور ﷺ کے اختیارات ظاہر ہوتے ہیں بلکہ حضور ﷺ کا علم الغیب بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ باطنی علوم کے امین ہیں اور یہ اختیارات اور علوم جہاں دیگر صحابہ کو عطا فرمائے وہاں تمام کے تمام اختیارات خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے سینہ میں جو کچھ تھا وہ میں نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے سینہ میں انڈیل دیا۔

میری باتوں کو سن کر ان چار میں سے تین افراد کو ہدایت نصیب ہوئی اور وہ بیعت ہو کر روحانی فیض حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ کے اس فقیر کے وسیلہ سے پچاس ہزار سے زائد غیر مسلمین اور روحانی فیض کو تسلیم نہ کرنے والے راہ حق دیکھنے کے بعد صراط المستقیم پر گامزن ہیں اور یہ سب اللہ و رسول ﷺ کا ہی کرم و عطا ہے۔

فقراء کا فیض

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''فقراء سے محبت کرو انکے پاس خزانے ہیں''۔(حدیث)

یہ وہ خزانے (اختیارات) ہیں جن کی بدولت جہنمی بھی پل بھر میں جنتی بنا دیئے جاتے ہیں اور فقراء تک یہ خزانے اس طرح پہنچے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جن خزانوں (اختیارات اور مقام و مرتبہ) کا قاسم بنایا آپ ﷺ نے وہ خاص الخاص فیض حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

''میرے سینے میں جو کچھ تھا میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں انڈیل دیا'' (الحدیث)

اور پھر وہی خاص الخاص فیض دیگر خلفاء راشدینؓ، فقراء اور مشائخ کرام میں سے جسے، جتنا چاہا سینہ بہ سینہ عطا فرما کر خزانوں (اختیارات) کا مالک بنا دیا اور یہ سلسلہ قیامت تک یونہی چلتا رہے گا۔ یہ آپ سرکارؐ کا کرم ہے کہ جہاں آپؐ نے خزانوں (فیض) کا پتہ بتایا وہیں ان سے فیضیاب ہونے کا طریقہ بھی سمجھا دیا اور واضح انداز میں اعلان فرما دیا کہ

''فقراء سے محبت کرو''

گویا فیض کے حصول کیلئے ''محبت'' کو شرطِ اول ٹھہرا دیا اور تاریخ شاہد ہے کہ جس نے بھی فیض دینے والوں (فقراء) سے محبت کی اسے ان خزانوں (فیض) سے ضرور حصہ ملا اور آج بھی مل رہا ہے۔ خود یہ فقیر جسے اللہ و رسول ﷺ نے اپنے خزانوں سے نوازا آپ کے سامنے حاضر ہے۔

اعلان عام

''مشائخ کرامؒ کا فتویٰ'' ہے کہ اگر کسی کو بیعت ہونے کے ایک سال بعد بھی فیض نہ ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ فیض کے حصول کیلئے کسی دوسرے پیر کے پاس چلا جائے اور اسکے لئے پہلے پیر کی اجازت بھی ضروری نہیں''۔

بیعت ہونے کے بعد پیر کا کام یہ ہے کہ وہ مرید کو راہ حق دکھائے۔ اس سے قبل فیض کی تصدیق کے لئے ایک سال کا وقت دیا جاتا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ ورسول اکرم ﷺ نے اس فقیر پر خاص کرم فرماتے ہوئے ایک سال کی بجائے ''ایک ماہ کا اعلان'' کرنے کا حکم فرمایا۔

حضور ﷺ نے بذریعہ خواب ارشاد فرمایا!

''لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں، فحاشی، بدکاری بڑھ رہی ہے اور گمراہی عام ہو رہی ہے کچھ پیر ایسے بنے ہوئے ہیں جو کہ صحیح مشائخ واولیاء کو بدنام اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے ہمارے فیض کو عام کر دو''۔ میں نے اسی وقت (1993) سے ہی یہ ''اعلان عام'' کیا ہوا ہے کہ۔

''کوئی بھی شخص خواہ کسی بھی مذہب ومسلک سے تعلق رکھتا ہو اگر اسے ابھی تک حق اور سچ نظر نہیں آیا تو صرف ایک دفعہ صدق دل سے توبہ کر کے اور نسبت (صرف ایک ماہ) اختیار کر کے دیکھ لے۔ انشاء اللہ راہ حق کی تصدیق ہو جائے گی''۔

جب میں نے یہ اعلان کیا تو میرے خلاف منفی ''پروپیگنڈہ'' کیا گیا، دیگر مذاہب ومسالک کے لوگوں نے ہی نہیں خود میرے ہم مذہب اور ہم مسلک لوگوں (ایسے لوگ جو فیض کرم کو ماننے والے بھی تھے) نے بھی میری مخالفت کی اور کہا کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ چیزیں تو برسوں

عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے بعد ہاتھ آتی ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کا کوئی ایسا فقیر ہو جو بغیر ریاضت و مجاہدہ کے گنہگاروں اور بدکاروں کو بھی نواز دے اور صرف ایک نظر سے روحانی و باطنی فیض جاری کردے؟ دراصل ایسا کہنے والوں نے ابھی کرم کا مطلب ہی نہیں سمجھا کیونکہ

"کرم کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ جو اس قابل نہ ہو اسکو نواز دیا جائے"

اور یہاں تو میرے آقا ﷺ گنہگاروں، بدکاروں کو بھی نواز رہے ہیں۔ جسے یقین نہیں اسکے لئے میرا یہ اعلان ہے کہ دور بیٹھے فتوے لگانے اور مخالفت کرنے کی ضرورت نہیں جو (فیض) دیکھنا ہے یہاں آ کر دیکھ لے، انشاءاللہ یہ فقیر تسلی کرادے گا۔ کیونکہ جو اندھیرے میں رہے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا اور جو روشنی میں آئے گا اسے خود بخود ہی سب کچھ نظر آ جائے گا۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ نظر وہیں آتا ہے جہاں روشنی ہو۔

الحمدللہ! یہاں اندھیرا نہیں۔ روشنی ہی روشنی ہے کیونکہ یہ کوئی جادو، ٹونہ، فراڈ اور دجل وفریب کے زور پر چلنے والا سلسلہ نہیں ہے، یہاں تو میرے آقا کی نظر کرم سے فیض مل رہا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم سے یہ اعلان کیا ہوا ہے۔ اس لئے یہاں آنے والوں کی وہ خود ہی دستگیری بھی فرما رہے ہیں اور جب تک ان کا کرم اور اجازت نہ ہو جائے کوئی ایسا اعلان کرنے کی جرات کر بھی نہیں سکتا اور نہ ہی ایسی دستگیری اور فیض ہوسکتا ہے۔ اتنے کھلے اعلان عام کے بعد بھی اگر کوئی دور بیٹھا مخالفت ہی کرتا رہے تو اسکی وجہ سوائے حسد اور بغض کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ اور جسے اللہ و رسول ﷺ کے اس فرمان پر بھی تسلی نہیں اسے فیض نہیں ہوسکتا۔ انکے (اللہ و رسول ﷺ کے) کرم سے فیضیاب ہونے کے لئے تو بس عقیدت، محبت کی ضرورت ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ عہد رسالتؐ میں بھی جنہوں نے حضور ﷺ سے عقیدت و محبت کی وہ صحابیؓ بن گئے اور جو حسد و بغض کی بنا پر اعتراض اور تنقید کرتے رہے وہ گمراہ اور بے دین ہی رہے اور ابوجہل اور اسکے پیروکار کہلائے۔

یہ اعلان پرنٹ میڈیا والیکٹرانک میڈیا اور محافل کے ذریعے سے صرف پاکستان میں ہی نہیں بیرون ممالک میں بھی پہنچا اور اس وقت سے اب تک لاکھوں لوگوں نے رابطہ کر کے فیض حاصل کیا اور کر رہے ہیں۔ یہ اللہ رسول کی دستگیری اور کرم کا منہ بولتا ثبوت ہی تو ہے کہ وہ خود ہی یہاں آنے والوں کو حق اور سچ کے مشاہدات کروا کر راہِ حق کی تصدیق بھی فرما رہے ہیں بلکہ سینکڑوں پیر صاحبان اور طالبین حق تو ایسے بھی ہیں جن کو خود اللہ و رسول ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور مشائخ عظامؒ نے باطنی طور پر حکم فرما کر اس در کی جانب راہنمائی فرمائی۔ 'شریعت میں ہے کہ اگر دو نیک آدمی کسی چیز کی گواہی دیں تو اسے تسلیم کر لینا چاہیئے۔ یہاں تو سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔

دورِ حاضر میں فیض کا حصول

عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لوگ روحانی فیض کے حصول کیلئے عرصہ دراز تک چلوں مجاہدوں میں لگے رہتے ہیں، سالہا سال شیخ کی خدمت کرتے اور بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں تب کہیں جا کر مقصد میں کامیابی ہوتی ہے لیکن دورِ حاضر میں فیض کے حصول کو بہت آسان کر دیا گیا ہے۔ باطنی و روحانی قوانین میں ایسی تبدیلی صرف کوئی بااختیار ولی (مجددِ عصر) ہی کر سکتا ہے اور میرے آقا حضور سیدنا چادر والی سرکارؒ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ اختیار عطا فرمایا ہوا ہے، ایک روز آپ نے فرمایا!

''بابو جی! آپ آخری فقیر ہیں جنہیں اتنی سخت آزمائشوں اور ریاضات و مجاہدات سے گزارا گیا۔ ہم نے امام مہدیؑ تک نظر ڈالی لیکن کوئی ایسا نظر نہ آیا جو ایسی سخت آزمائشوں اور ریاضتوں سے گزر سکے اس لئے اب ہم نے قانون میں تبدیلی کر دی ہے اور روحانی فیض کے حصول کو آسان کر دیا گیا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ سالکین سے زیادہ محنت نہیں کروائی جاتی، آنے والے کے عقیدے کی پختگی کو دیکھ کر ہی نواز دیا جاتا ہے اگر عقیدہ درست ہو تو پھر کرم ہوتے دیر نہیں لگتی۔ جس طرح پانی ہمیشہ ڈھلان کیطرف ہی جاتا ہے اسی طرح فیض بھی ہمیشہ وہیں جاتا ہے جہاں محبت ہو۔ یہاں بہت سے ایسے لوگ آئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں پیر کے پاس برسوں لگائے، گھر بار اجاڑ دیئے لیکن فیض نہیں ہوا۔

☆.....آستانہ عالیہ لاثانیہ پر ہمہ وقت بے شمار لوگ روحانی فیض کے حصول اور راہ حق کی تلاش میں آتے ہیں جن کا تعلق مختلف مذاہب و مسالک سے ہوتا ہے اور یہ محض اللہ و رسول ﷺ کا کرم ہے کہ بے شمار لوگ توبہ کے بعد راہ حق پر آرہے ہیں اور ولی بن رہے ہیں۔ میرے قبلہ حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ کا فرمان ہے کہ وہ فقیر ہی کیا جو بدبختی دور نہ کروائے اور بخشش کروا کر ولی نہ بنادے۔

☆.....ایسے بہت سے سائل بھی آتے ہیں جیسا کہ ایک سائل خلوص نیت سے میرے پاس آیا میں نے کہا کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے جنت مل جائے اور میں جنتی ہو جاؤں۔ میں نے کہا یہ اللہ و رسول ﷺ کا در ہے یہاں کھل کر مانگو، صرف جنت ہی کیوں؟ اس سے بھی بڑھ کر مانگو، تاکہ تمہیں بھی پتہ چلے کہ کیا مانگا تھا اور کیا پایا؟ اور طلب سے بڑھ کر ملا کہ نہیں؟ میں نے اسے اسی وقت اپنے آقا حضور ﷺ کی بارگاہ میں (باطنی طور پر) پیش کیا اور عرض کی آقا اپنے کرم سے نواز دیں۔ میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ نے اسی وقت اسکی مقام ولایت میں منظوری فرمادی۔ میں نے اسے کہا کہ تمہاری باطنی حالت (عقیدہ) چیک کی جائے گی۔ اگر تمہاری عقیدت اور محبت درست رہی تو مزید کرم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ یہ تو اللہ کے فقیر سے محبت کی بات ہے میں کہتا ہوں کہ جس پر فقیر کی نظر پڑ گئی یعنی جو کسی "فقیر کا منظور نظر" ہو گیا اس سے ہی عقیدت، محبت کر کے دیکھ لیں پھر دیکھیں کہ کیسے پانسے پلٹتے ہیں (تقدیر بدلتی ہے)

چند مولویوں اور خطیبوں سے مناظرہ

☆ کافی عرصہ پہلے بہت سے مولوی حضرات نے بھی میری پرزور مخالفت کی کیونکہ یہ فیض وکرم انکی سمجھ سے بھی بالاتر تھا۔ ایک دن مختلف مساجد کے مقررین وخطیب اکٹھے ہوکر میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کے مریدین جس فیض وکرم کا تذکرہ کرتے ہیں ہم ان باتوں کو نہیں مانتے، بھلا اسطرح کا فیض کیسے ممکن ہے؟ اور اگر یہ سچ ہے تو ہم آپ سے مناظرہ کریں گے آپ ہمیں ثابت کر کے دکھائیں، ہم ایک ماہ کا ٹائم دیتے ہیں اگر ہمیں حق اور سچ کی تصدیق نہ ہوئی تو ہم آپکے خلاف کوئی بھی کاروائی کر سکتے ہیں۔ پھر وہ طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ میں نے بڑے تحمل سے انکی بات سنی اور کہا!

میں نے بظاہر کسی مدرسہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کی لیکن اللہ کے ایک فقیر کی صحبت حاصل رہی ہے اور اللہ ورسولؐ نے مجھے اپنے فیض وکرم اور علم لدنی سے نوازا ہے اور یہ انکی نظر کرم کا اثر ہے کہ آپ جو بھی پوچھنا چاہیں، جیسی تسلی کرنا چاہیں یہ فقیر حاضر ہے اور پھر پہلی نشست میں ہی تقریباً "آٹھ گھنٹے گفت وشنید" جاری رہی، انہوں نے اپنے ذہن میں موجود ہر سوال کا جواب مانگا۔ اس فقیر نے اللہ ورسول ﷺ کے فضل و کرم سے انہیں قرآن وسنت کے حوالہ جات سے مطمئن کیا۔ ادھر وہ تعداد میں کئی اور ادھر یہ فقیر اکیلا تھا بالآخر انہیں اپنی باتوں کے تسلی بخش جواب مل گئے اور وہ مطمئن ہوکر چلے گئے۔ جب انہوں نے ساری گفت وشنید اپنے ساتھی علماء کرام کے سامنے دہرائی تو انہوں نے کہا کہ ابھی کچھ باتیں رہ گئی ہیں، کئی سوالات ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم "لاثانی سرکار" کو لاجواب کر سکتے ہیں اور یقیناً انکے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ تم دوسری میٹنگ طے کرو ہم سب بھی تمہارے ساتھ جائیں گے اور ایسے سوالات کریں گے کہ انہیں ہراساں کر کے رکھ دیں گے۔ دوسری نشست طے ہوئی،

پھر بحث ومباحثہ ہوااور انہوں نے تقریباً بارہ گھنٹے مختلف سوالات کا سلسلہ جاری رکھا لیکن اللہ ورسول ﷺ نے اس فقیر کے ذریعہ سے انہیں بھی مطمئن کر دیا اور جب وہ سب مطمئن ہو گئے تو خوش ہو کر اپنے بڑے اساتذہ کرام اور مفتی صاحبان کے پاس گئے اور انہیں دونوں ملاقاتوں کا حال سنایا تو وہ کہنے لگے ابھی بھی کچھ سوالات ایسے رہ گئے ہیں جنکا تمہیں بھی پتہ نہیں ہم خود انکے پاس جائیں گے اور ان سوالات کے جوابات مانگیں گے۔ تم دیکھنا کہ وہ ہرگز جواب نہ دے پائیں گے کیونکہ ہم عالم زمانہ ہیں اور ایک زمانہ ہمارے علم کا اعتراف کرتا ہے۔

تیسری نشست طے ہوئی اور جب مناظرہ ہوا تو انہوں نے قریباً ''اٹھارہ گھنٹے بحث ومباحثہ'' کیا (اس دوران ہم نے صرف فرض نمازیں پڑھیں اور کھانا کھایا)۔ وہ سب اپنے ظاہری علم کی بنیاد پر طرح طرح کے پیچیدہ سوالات واعتراضات کے ذریعے سے اس فیض وکرم کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اللہ رب العزت نے اس فقیر کے ذریعے سے انہیں بھی مطمئن کر کے اپنے فضل وکرم اور شان کا اظہار فرمایا۔ جب یہ دلائل سنے تو ان سب نے خود کہا کہ اس بات کا حوالہ (ثبوت) تو قرآن کریم میں فلاں جگہ بھی موجود ہے۔ اسکے بعد صرف ایک ہفتہ کے دوران ہی انہیں ''باطنی طور پر تصدیق'' بھی ہو گئی جب وہ مکمل طور پر مطمئن ہو گئے تو کہنے لگے ایسا فیض تو ہم صرف کتابوں میں ہی پڑھتے تھے لیکن حیرت ہے کہ آج کے دور میں یہ سب اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ رہے ہیں پھر وہ خود ہی کہنے لگے صد شکر کہ طریقت کے وہ باریک مسائل اور نکات جو مدتوں (برسوں) علم حاصل کرنے اور غور وفکر کے بعد بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئے تھے آج وہ بھی حل گئے ہیں اور ہمارے ذہن کی تمام گرہیں کھل گئیں ہیں۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ ان تمام باتوں کا ثبوت قرآن کریم میں ہی موجود ہے لیکن آج سے پہلے ہمیں وہ مطلب کیوں سمجھ نہیں آیا اور اگر آج بھی آپ قرآن وسنت کے حوالہ جات سے نہ سمجھاتے تو شائد آج بھی ہماری توجہ اس طرف نہ جاتی۔

اللہ ورسول ﷺ کے فیض وکرم سے متعلق ان بہت سے سوالوں میں سے چند سوال یہ بھی تھے کہ بغیر داڑھی والا ولی کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور اسے حضور نبی کریم ﷺ یا مشائخ کاملین کی زیارات کس طرح ہوسکتی ہیں جبکہ ان کے خیال میں وہ تارک سنت تھا۔ میں نے قرآن واحادیث اور اقوال مشائخ سے ثابت کیا اور انہیں مطمئن کردیا کہ کسی مجبوری کی بنا پر سنت پر عمل نہ کرنے والا تارک سنت نہیں۔ تارک سنت وہ ہے جو سنت کا انکار کرے، گستاخی کرے، سنت رسول کا مذاق اڑائے یا سنت رسول ﷺ کو برا جانے۔ اسی طرح اگر کسی کی کوئی نماز رہ جائے تو وہ تارک نماز نہیں بلکہ تارک نماز وہ ہے جو نماز کا انکار کرے۔ اولیائے کرام نے بتایا کہ قائد اعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ اولیائے اللہ میں سے ہیں حالانکہ ان کی داڑھی نہیں لیکن ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا جاتا ہے۔

اسی طرح لاثانی سرکار کے لقب پر بھی اعتراض کیا گیا کہ لاثانی تو رب کی ذات ہے کوئی دوسرا لاثانی سرکار کیسے ہوسکتا ہے؟۔ خواتین کی بیعت اور آستانہ عالیہ پر عورتوں کا آنا؟ نقشبندی سلسلہ ہوتے ہوئے محافل سماع کا انعقاد؟۔ معاشرے کے کرپٹ افراد کے ساتھ میل جول اور اسلام وروحانیت کی تبلیغ جبکہ ان کے نزدیک ایسے لوگوں سے تو دور رہنا چاہیئے؟ فقراء کو قرآن کریم واحادیث رسول ﷺ کے صحیح اور غلط مفہوم کا پتہ چل جانا؟ روحانیت کے تمام سلاسل کے اولیائے کرام پر غوث الاعظمؒ کا قدم ہونا؟ اور اس طرح کے بہت سے ایسے سوالات تھے جن کے اس فقیر نے شافی جوابات دیئے اور ان علمائے دین کو مطمئن کیا۔

بے شک! یہ سب صرف اور صرف فضل ربانی ہی ہے، سچ ہے کہ اللہ ورسول ﷺ جب چاہیں جیسے چاہیں، جس وقت اور جس کے ذریعے سے چاہیں اپنی شان کا اظہار فرمادیتے ہیں انکو سب اختیار ہے۔

عقیدہ اور گمان

ایسی پختہ سوچ جو انسان کا دین وایمان بن جائے عقیدہ ہے۔ جس قسم کا عقیدہ ہوگا ویسا ہی فیض ملے گا اگر آپکا عقیدہ یہ ہے کہ فقراء کے پاس ایسے اختیارات موجود ہیں کہ وہ مخلوق خدا کے دنیاوی مسائل حل کر سکتے ہیں تو آپ کے صرف دنیاوی مسائل ہی حل ہونگے۔ اگر آپکا عقیدہ یہ ہے کہ فقراء گناہوں کو بخشوانے کا وسیلہ اور حصولِ جنت کا ذریعہ ہیں تو آپ ایسا ہی پائیں گے اور اگر آپکا عقیدہ یہ ہے کہ فقراء ولایت عطا کرنے، اللہ ورسول ﷺ کی بارگاہ میں پہنچانے اور حقیقت ومعرفت کے خزانے عطا کرنے کے اختیارات رکھتے ہیں تو آپکو یہ سب ہی حاصل ہوگا اور آپ کے اس عقیدہ کی وجہ سے آپ پر ایسی ہی عطائیں ہوں گی اور اس عقیدہ پر جتنی پختگی ہوگی ویسا ہی فیض حاصل ہوگا اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ اللہ کے فقیر کو عطا شدہ ان خزانوں سے متعلق آپ کیسا گمان رکھتے ہیں۔

اس فقیر پر اللہ ورسول ﷺ اور مرشد پاک کا خصوصی کرم ہے کہ یہاں کوئی جیسا گمان لیکر آرہا ہے ویسا ہی فیض پا رہا ہے۔

☆:۔ ایک دن میرے قبلہ پیر ومرشد چادر والی سرکارؒ نے نظر کرم فرمائی اور ارشاد فرمایا!

''بابو جی آپکے متعلق کوئی جیسا بھی ''گمان'' کرے گا ویسا ہی فیض پائے گا''۔

میں نے عرض کی میرے آقاؒ! کیا کوئی مجھ سے ایسا گمان کر سکتا ہے کہ وہ میرے وسیلہ سے فنافی الشیخ، فنافی الرسول ﷺ یا پھر فنافی اللہ ہوگا۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا!

''بابو جی! جو اس سے بھی آگے گمان کرے گا وہ ویسا ہی فیض پائے گا اور اللہ آپکے وسیلہ سے ہر دو قسم کے (ذاتی وصفاتی) فیض سے نوازے گا''۔ عرض کی سرکار! آپؒ کے نزدیک گمان کیا ہے؟ فرمایا!

''ایسا پختہ ارادہ (سوچ) جس میں کبھی لغزش نہ آئے''۔

عرض کی یہ تو پختہ یقین ہوا۔ فرمایا! ''ہاں''

05-06-1992ء کو جب میں ''تبلیغی دورہ'' کے سلسلہ میں شہر سے باہر تھا تو میری غیر موجودگی میں دو عقیدتمند آستانہ عالیہ پر آئے مجھ سے انکی ملاقات نہ ہو سکی اور وہ حاضری دیکر چلے گئے ان میں سے ایک کیلئے فرمان ہوا۔

''اس نے صرف دو تین حاضریاں دیں اور اسے ایسے کرم سے نواز دیا گیا ہے کہ اسکی ذات کیساتھ آئندہ جو بھی معاملات پیش آئیں گے وہ اپنی سوچ اور گمان (پختہ ارادہ) سے اپنی تقدیر بدل سکتا ہے''۔

☆:۔ ایک مرتبہ فرمان ہوا!

''اگر عقیدتمند آستانہ عالیہ پر آئیں اور تمہاری ان سے ملاقات نہ ہو سکے تو بھی وہ فیض سے محروم نہیں رہیں گے اگر انکا گمان پختہ ہوا تو وہ جس مقصد کیلئے بھی آئیں گے اللہ و رسول ﷺ ان پر کرم فرمائیں گے''۔

یہ تو محض ایک واقعہ ہے یہاں تو لوگ دن رات اس قسم کے فیض و کرم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور صرف درست عقیدہ اور پختہ گمان کی بدولت ہی اندرون و بیرون ممالک بذریعہ انٹرنیٹ، ٹیلی فون اور خط و کتابت کے ذریعے سے ایسے لوگ بھی فیض حاصل کر رہے ہیں جنہوں نے اس فیض و کرم کا صرف تذکرہ ہی سنا ہے (یا کسی بھی مجبوری کی بنا پر آستانہ پر نہ آسکے)

باب دوم

سالک کی تربیت

مرشد کی ضرورت

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ بارگاہِ خداوندی تک رسائی حاصل کرنے کیلئے قرآن وسنت ہی کافی ہے کسی رہبر وراہنما کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسا سوچنے والے گمراہی کا شکار ہیں اگر وہ ایسا کہنے میں حق بجانب ہوتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج گھر گھر قرآن واحادیث کی کتابیں موجود ہونے کے باوجود بھی لوگ راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہیں؟

وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن وسنت کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بلاشک وشبہ قرآن اوراحادیث ہمارے لیے رہبر وراہنما تو ہیں لیکن اندرونی نجاستوں (غلاظتوں) سے پاک ہونے اور عبادات میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کیلئے کسی روحانی طبیب (مرشد کامل) کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ عرفان خداوندی حاصل کرنے کیلئے بھی کسی عارف کامل کی معیت وصحبت بہت ضروری ہے۔ اگر تفاسیر واحادیث کا علم (ظاہری علم) ہی کافی ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ برسوں دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے بھی خطرناک روحانی وباطنی امراض سے محفوظ نہیں ہیں۔

دین اسلام کا سارا مدار ہی تزکیہ نفس اور عرفان الٰہی ہے۔ عبادات وریاضات تو اس مقصد میں معاون ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''پوچھ لو اہل ذکر سے جو (کچھ بھی) تم نہیں جانتے'' (سورۃ الانبیاء ۷)

نیز فرمایا

''وہ رحمٰن ہے پس اسکے بارے میں کسی باخبر سے ہی پوچھو''۔

اور وہ ''باخبر'' کون ہیں؟ وہ یہی ''اللہ والے'' ہیں جنکا ہر لمحہ قرب خداوندی میں گزرتا ہے یہ وہ

خاصان خدا ہیں جو اسے جان چکے ہیں اور اسی معرفت کی وجہ سے ہی وہ عارف کامل بن گئے۔

اللہ رسول کے راستے پر کامیابی و کامرانی سے سفر کرنے اور منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ کسی درویش (عارف کامل) کے ساتھ نسبت قائم کر لی جائے۔ یہی نہیں بلکہ باطنی امراض کے علاج، تزکیہ نفس، بارگاہ خداوندی میں قرب اور باطنی اسرار سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے بھی کسی مرشد کامل سے وابستگی (تعلق) بہت ضروری ہے۔ جب تک کسی مرشد سے تعلق نہ ہوگا ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی اور جب ایسا راہبر مل جائے تو سمجھ لو کہ اب منزل دور نہیں کیونکہ ایسے راہبر کامل (جو راہ سلوک کی تمام منازل سے نہ صرف بخوبی واقف ہو بلکہ اس راہ کے مسافروں کو کامیابی کیساتھ منزل پر بھی پہنچا دے) کا مل جانا ہی کامیابی کی دلیل ہے

☆ مولانا روم ''مثنوی معنوی'' میں فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ ایک چیونٹی کے دل میں کعبۃ اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا لیکن ساتھ ہی اپنے کمزور ہونے کا احساس، راستے کی تکالیف، ہواؤں کا چلنا، زمین کی جنبش، سمندر کے طوفان، موجوں کے تھپیڑے اور نہ جانے کیا کیا تکالیف اس کی نظروں کے سامنے آئیں جن سے وہ غمگین ہوگئی۔ اچانک ایک روز حرم شریف کے ایک کبوتر پر اسکی نظر پڑی، یہ دیکھ کر اس کے غمگین اور مردہ دل کو تسلی ہوئی، خدا کا شکر ادا کیا اور دوڑ کر اس کے پاؤں سے چمٹ گئی اور مقصد ظاہر کیا کبوتر نے ہدایت کی دیکھنا اے چیونٹی! میرے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ راستہ بہت خطرناک ہے اگر مجھے چھوڑ دیا (پاؤں چھوڑ دیئے) تو پاش پاش ہو جاؤ گی۔ چنانچہ چیونٹی نے اپنے راہبر (کبوتر) کے پاؤں مضبوطی سے پکڑ لیے اس کی ہدایت پر عمل کرتی رہی اور منزل مقصود پر پہنچ گئی۔

سالک کو بھی چاہیئے کہ جسکے ساتھ نسبت ہو جائے اور جسے وہ اپنا راہبر (پیر و مرشد) تسلیم کر لے پھر اس پر کسی بھی قسم کا اعتراض اور کوئی سوال کئے بغیر اسکی پیروی کرتا چلا جائے اور استقامت اختیار کرے۔

انشاء اللہ وہ بھی ایک دن ضرور اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔

بیعت کی اہمیت

بیعت بہت ضروری ہے کیونکہ بیعت سنت رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کی تقلید ہے۔

جسکا کوئی مرشد نہیں اسکا مرشد خود بخود ہی شیطان ہو جاتا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

''اور جسے وہ گمراہ کرے پس تو اسکے لیے ہرگز کوئی ولی مرشد نہ پائے گا''۔

آپ ﷺ نے مرد و خواتین کو بیعت کیا۔ بیعت کے معاملہ میں کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ ایمان اور اللہ و رسول ﷺ کے معاملہ میں ہر کسی کا اپنا عقیدہ ہے اگر اجازت ضروری ہوتی تو فرعون کی بیوی آسیہ ہرگز ایمان نہ لا سکتی۔ حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ کا فرمان ہے۔

''بیعت کی اہمیت قیامت کے دن کھلے گی۔ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ بیعت ہو جائے چاہے کسی سلسلہ میں ہی ہو لیکن بیعت ہونے سے پہلے یہ بھی ضرور دیکھ لے کہ یہاں اللہ و رسول ﷺ سے نسبت اور فیض بھی ہے یا نہیں۔

سالک کی تربیت

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب کسی مرشد کامل سے بیعت ہونے کا ارادہ کرے تو بیعت ہونے سے پہلے اپنا عقیدہ درست کرے، گناہوں پر شرمندہ ہو اور پھر زبان و دل سے بیعت کا اقرار کرے، کسی دوسرے کے مجبور کرنے پر یا دوسروں کی دیکھا دیکھی بیعت نہ ہو بلکہ بیعت صرف اس وقت کرے جب دل گواہی دے کیونکہ زبردستی یا مجبوری کی صورت میں بیعت ہونے والے کے دل میں شیخ کی وہ عزت اور محبت نہیں ہوتی جو فیض کے حصول کے لئے ضروری ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ بیعت کے بعد اپنے آپ کو مکمل طور پر شیخ کے حوالے کر دے اور اپنے آپ کو پیر کی ملکیت سمجھے اور یہ سوچے کہ میں شیخ کے ہاتھ پر بک گیا ہوں۔ اب مجھے بولنے یا اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ بیعت کا تو مطلب ہی شیخ کے ہاتھ پر بک جانا ہوتا ہے اور جو (مرید) بک گیا اسکے مالک (شیخ) کو حق حاصل ہے کہ مرید سے جو چاہے سلوک کرے، سالک پر بھی لازم ہے کہ اف تک نہ کرے۔ اور بیعت ہو جانے کے بعد ہرگز ہرگز کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالے جس سے بیعت کی نفی (انکار) ہوتی ہو اور اگر ایسا کوئی واقعہ پیش آ بھی جائے تو اسکے لیے دوبارہ ''بیعت توبہ'' کرنا لازم ہے۔

حضرت حافظ ابن حجر (شارح حدیث صحیح بخاریؒ) فرماتے ہیں۔

''طالب حق کو چاہیئے کہ کسی شیخ عارف کامل کو اپنا راہبر مقرر کرلے اور اہل تعصب کی باتوں کو ہرگز نہ سنے اور مرید کو چاہیئے کہ رسم وعادت کے اسلام کو چھوڑ کر اپنے شیخ کے حکم پر چلے اور جب کسی کو ایسا مرشد مل جائے تو اس پر حرام ہے کہ اسے چھوڑ دے۔ (یعنی مرشد کامل کے در سے وابستہ رہے، خواہ کتنی ہی آزمائشیں اور مشکلات آئیں، اپنے مرشد کے در کو نہ چھوڑے بلکہ پکا ہو کر لگا رہے) اس دعویٰ پر کتاب وسنت اور اجماع امت اور قیاس چاروں شہادت دے چکے ہیں اور تمام آسمانی کتابیں بھی اسکی تصدیق کرتی ہیں۔''

☆ راہِ سلوک کی پہلی وادی ''طلب اور جستجو'' ہے۔ جب تک سالک اپنے اندر طلب اور جستجو پیدا نہیں کرے گا وہ اپنے مقصد کو نہیں پا سکتا اور اپنے مقصد (طلب) کا شیخ سے اظہار تو سالک کیلئے بہت ضروری ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ صرف ذات کی طلب دل میں رکھے، مقام ومرتبہ یا انعامات کی خواہش ہرگز دل میں نہ لائے کیونکہ جنکی توجہ انعامات کی طرف ہوتی ہے انہیں انعامات (مقام ومرتبہ) دیکر فارغ کر دیا جاتا ہے لیکن جو صرف ذات کے طالب ہوتے ہیں انہیں مقام ومرتبہ تو انعام کے طور پر عطا کیا جاتا ہے اور مقام خاص (قرب خاص) سے بھی نوازا جاتا ہے۔

☆.....سالک کو کبھی بھی ایک مقام کا طالب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہر مقام سے گزرنا چاہیئے اگر ایک مقام پر رک گیا اور مطمئن ہو گیا تو نقصان ہے، تشنگی بڑھتی رہے گی تو محبت بھی بڑھے گی۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنا عقیدہ درست رکھے اور شیخ کی صحبت اور خدمت کو نماز، روزہ کی طرح فرض سمجھے۔ کیونکہ سالک کیلئے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے جب تک سالک محبت اور ادب کے ساتھ شیخ کی صحبت اور خدمت میں رہتا ہے اسکی غلطیاں اور گناہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں۔ صحبت شیخ کی مثال تو خوشبو کی طرح ہے اگر کسی کو خوشبو لینے کا طریقہ نہیں آتا تو وہ بھی خوشبو سونگھ ضرور لے گا۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب تک عقیدہ مضبوط نہ ہو اور شیخ کی محبت میں استقامت حاصل نہ ہو جائے شیخ کی صحبت سے (سوائے کسی مجبوری کے) دور نہ رہے۔ ورنہ شیطان عقیدہ خراب کر کے راہِ حق سے بھٹکا دے گا۔ بحالت مجبوری بھی شیخ کی صحبت سے صرف اسی صورت میں ہی دور ہو جب دیکھے کہ عقیدہ مضبوط ہو گیا اور استقامت حاصل ہو گئی ہے کیونکہ شیخ کی صحبت اور تعلیمات کی بناء پر ہی معاملات چلتے ہیں، فیض ملتا ہے اور عقیدت و محبت پختہ ہو کر استقامت حاصل ہو جاتی ہے۔

☆.....سالک کو چاہئے کہ شیخ کی صحبت میں اپنے آپ کو ہمیشہ ذلیل، حقیر، عاجز اور شیخ کا محتاج سمجھتا رہے۔ اور بھکاری بن کر بیٹھا رہے تا کہ خیرات ملتی رہے۔ اگر پہلے ہی اپنے آپ کو بھرا ہوا ظاہر کرے گا تو کیا حاصل کر پائے گا؟ سالک کو چاہیے کہ شیخ کی صحبت میں رہ کر انکے افعال کو بغور دیکھے اور انکی پیروی کرنے کی کوشش کرے۔ ہر کام شیخ کے طریقہ سے کرے۔

☆ ..... اگر شیخ خاموش رہے تو اس خاموشی کو بھی غنیمت جانے کیونکہ ''شیخ کی خاموشی'' میں بھی حکمت (مصلحت) ہوتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ، خاموش رہ کر سالک کے باطن پر توجہ کر کے نوازتا ہے

☆.....سالک کی ''شیخ سے محبت'' جتنی زیادہ ہوگی اسے اتنا ہی زیادہ فیض ملے گا۔

اگر محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ مرشد کی محبت تو دروازہ (فیض وکرم کا) ہے اگر دروازہ کھل گیا تو سالک کمرہ میں داخل ہوگا ورنہ نہیں۔ محبت کے ذریعے سے ہی سالک ولایت کے اعلیٰ درجات کو پالیتا ہے اور یہ محبت ہی تو ہے جو فرش سے عرش پر پہنچا دیتی ہے اور سالک اپنے محبوب حقیقی کو پالیتا ہے۔ محبت میں کوشش کا بڑا دخل ہے۔ حضور میاں صاحبؒ کا فرمان ہے

''محبت کرنے سے بڑھتی ہے''۔

نیز آپؒ کا فرمان ہے

''سب سے اچھا وقت وہ ہے جب سالک کے دل میں شیخ کی محبت ہو اور وسوسے نہ آئیں''

☆:۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنے شیخ سے اسکے مقام ومرتبہ یا کسی اور وجہ سے محبت نہ کرے کیونکہ ایسے سالکین جو دنیاوی مقاصد کے حصول یا انعام وکرام (مقام ومرتبہ) کے'' لالچ'' میں شیخ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ سے محبت نہیں کرتے اور نہ ہی شیخ کو ان سے محبت ہوتی ہے۔ انکی محبت محض خود فریبی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتی بلکہ ایسے لوگ تو ابھی محبت کے حقیقی مفہوم کو بھی نہیں سمجھے ہوتے۔

☆:۔ سالک کو چاہیئے کہ اگر خصوصی نظر کرم چاہے تو اپنے اندر حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ جیسی محبت پیدا کرے اور اپنے شیخ کو دنیا کی ہر شے (حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی) زیادہ محبوب رکھے۔ تب ہی سالک کمال کو پہنچے گا ورنہ نہیں۔

☆:۔ راہِ سلوک میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب عبادات (نماز، تسبیح) نہیں صرف محبت ہی دیکھی جاتی ہے

☆:۔ محبت قربانی مانگتی ہے زبانی دعوں سے بات نہیں بنتی۔

☆:۔ جس سالک کو شیخ سے محبت ہوتی ہے وہ کسی حال میں بھی مرشد ومحبوب کا نام لینا نہیں چھوڑتا اور محبت تو یہ ہے کہ مرشد کے کسی بھی قسم کے رویہ (بے نیازی وغیرہ)

سے دلبرداشتہ ہو کر کسی بھی قسم کا غلط خیال دل میں نہ لائے۔ چپ چاپ محبت کی آگ میں جلتا رہے کبھی بھی مرشد سے منہ نہ موڑے (تعلق ختم نہ کرے) کیونکہ اگر کسی کو محبوب بنالیا ہے تو پھر چاہے وہ بولے یا نہ بولے ،دیکھے یا نہ دیکھے اسے ہر حال میں محبوب ہی رکھنا چاہیئے ، سالک کی محبت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنا چاہیئے اگر فرق آئے تو سمجھے کہ ابھی محبت پختہ نہیں ہوئی کیونکہ محبت تو انا کو ختم کرتی ہے اور جسکی ابھی ''انا'' ہی ختم نہیں ہوئی وہ محبت کے مقام کو نہیں پہنچا۔

☆:۔ بعض سالکین کے معاملات برسوں چلتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بہت محبت کرنے والا بھی ظاہر کرتے ہیں لیکن انکے باطن میں محبت نہیں ہوتی اور ذرا سی آزمائش ہی انکی محبت کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیتی ہے۔ ایسے سالکین کے معاملات یا تو ترقی نہیں کر پاتے اور اگر تھوڑی بہت ترقی کر بھی جائیں تو صحیح محبت اور عقیدہ میں پختگی نہ ہونے کے باعث بہت جلد اپنے مقام سے گر جاتے ہیں۔

اگر کوئی سالک یہ سمجھتا ہے کہ صرف ظاہراً عقیدت ومحبت کا اظہار کر لینا ہی کافی ہے، باطنی محبت ضروری نہیں تو وہ غلطی پر ہے کیونکہ یہ تو دلوں (باطن) کا معاملہ ہے۔ جب تک سالک باطنی طور پر شیخ پر دل وجان سے فدا نہیں ہوگا درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔

☆.....محبت صرف اس وقت درست ہو سکتی ہے جب سالک اپنی وفاؤں اور خدمات کی بجائے صرف اپنے محبوب (مرشد) کی طرف دیکھے اور سوچے کہ یہ سب انہی کا عطا کردہ کرم ہے جب سالک اپنے دل میں ایسی محبت محسوس کرے تو سمجھے کہ اس کے روحانی معاملات درست جا رہے ہیں پھر وہ بظاہر مرشد سے خواہ کتنا ہی دور ہو فیض خود بخود اس سالک کی طرف جائے گا۔

☆.....جب تک مرید کے دل میں شیخ کی محبت سے بڑھ کر بھی (دنیاوی رشتوں کی) کوئی محبت موجود ہے وہ مرید کہلانے کا حقدار نہیں۔

☆.....محبت میں استقامت ہی اصل خزانہ ہے جو محبت میں ثابت قدم رہتا ہے اسے مشاہدات ومجاہدات کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔اور انعام واکرام سے بھی نوازا جاتا ہے اسلئے سالک کو چاہیئے کہ محبت اور ادب پر استقامت طلب کرتا رہے۔

☆.....رضائے شیخ درحقیقت رضائے حق ہی ہے اس لئے سالک کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ شیخ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ایسا سالک جو اپنی محبت اور عقیدہ کو مسلسل درست لیکر چلا اور جس نے باطنی طور پر اپنے شیخ کو راضی کرلیا اسکا بیڑہ پار ہے اسکے برعکس جسکی محبت صحیح نہیں اور جو بار بار گرتا اور اکھڑتا رہا (بدعقیدگی یا کوئی اعتراض کرتا رہا) تو اسکی بخشش تو ہو جائے گی، اسے ولایت بھی مل جائے گی لیکن اسکا شیخ اس سے باطنی (دلی) طور پر راضی نہیں ہوگا۔

☆.....بہت سے سالکین شیخ سے ذاتی محبت کی بجائے کشف وکرامات کے چکر میں پڑے رہتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ جو بات محبت میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔

☆.....محبت کا تقاضا ہے کہ پیر (شیخ) کے مخالف کو بھی دشمن سمجھے اور جو کوئی شیخ کو رنج پہنچائے (خواہ وہ کوئی بھی ہو) اس سے ہرگز محبت نہ کرے اور اگر سالک ایسا نہ کرے تو اپنی محبت میں جھوٹا ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ اپنی محبت کو پرکھے اور یوں اندازہ لگائے کہ اللہ ورسول ﷺ اور مرشد کی محبت پر ''دنیاوی محبت'' تو غالب نہیں آرہی۔اگر دنیاوی محبت کی وجہ سے وقت پڑنے پر اللہ ورسول ﷺ کیلئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ کرے تو یہ محبت نہیں ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ مرشد کی خدمت میں ظاہری عزت ومرتبہ کی پرواہ نہ کرے اور کسی دنیاوی غرض یا اجر حاصل کرنے کی نیت سے خدمت نہ کرے بلکہ اللہ اور اللہ کے محبوبوں کی محبت میں ہی خدمت کرے۔اگر سالک ساری عمر پیر کی بے لوث خدمت کرتا رہے

اور ایک دفعہ بھی شیخ کی نظر اٹھ گئی تو سمجھے کہ بیڑہ پار ہے۔

☆.....جب تک سونے کی تراش خراش نہ ہو وہ قابلِ استعمال نہیں ہوتا اسی طرح سالک کو بھی مشکلات اور آزمائشوں سے مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ سالک جب یہ دیکھے کہ مخالفتیں زور پکڑ رہی ہیں تو بجائے ہمت ہارنے کے یہ سوچے کہ اب کوئی خاص کرم ہونے والا ہے، اللہ مزید نوازنا چاہتا ہے اسلئے یہ آزمائش آئی ہے کیونکہ جس پر نظر کرم زیادہ ہوتی ہے اسکے لیے آزمائش بھی زیادہ ہوتی ہے آزمائشوں اور قربانیوں کے بعد ہی پکا رنگ چڑھتا ہے جو اس وقت ثابت قدم رہ جاتا ہے وہ سب کچھ لے جاتا ہے اور اسے قرب بھی عطا کیا جاتا ہے لیکن جو اس وقت اپنا عقیدہ خراب کر لیتا ہے وہ گر جاتا ہے۔

☆.....بعض اوقات آزمائش کا مقصد سالک میں صبر اور پختگی پیدا کرنا بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات بغرض آزمائش سالک کے دنیاوی کام بھی روک لیے جاتے ہیں اور مال اور اولاد وغیرہ چھین کر بھی اسکو آزمایا جاتا ہے۔

☆.....بعض اوقات مرشد سالک کو آزمانے کیلئے دیکھتا ہے کہ یہ محبت میں کتنا سچا ہے اور اسکا عقیدہ کتنا پختہ ہے تو وہ کوئی ایسا حکم دے دیتا ہے جہاں سالک کے دین وایمان کے جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسے حالات میں نفع ونقصان، اپنی عزت وغیرہ کی پرواہ نہ کرے، بغیر کسی چون وچرا کے مرشد کے حکم پر عمل کرے کیونکہ ایسا صرف آزمائش کیلئے ہوتا ہے۔

☆.....جو ہر حال (آزمائش) میں اللہ ورسول ﷺ کا رہتا ہے پھر اس پر انکا (اللہ ورسول ﷺ) کرم بھی ابدی ہو جاتا ہے۔

☆.....راہِ حق میں عزت وغیرت کی قربانی آخر تک چلتی ہے اور جب اللہ بار بار مذمت کے بعد بھی سالک کا اپنی راہ میں دوام (استقامت) دیکھتا ہے تو اسے قرب خاص عطا فرما دیتا ہے

☆.....سالک کو چاہیئے کہ راہِ سلوک میں قدم رکھنے کے بعد کسی کی پرواہ نہ کرے خواہ کیسی ہی ''مخالفت'' ہو، کوئی کچھ بھی کہے، کیسے ہی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرے استقامت کے ساتھ لگا رہے۔

☆.....بعض مریدین اور روحانی مریض سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے (بیعت ہونے) کے بعد یہ خیال کرتے ہیں کہ بس ہمارا کام تو ختم ہو گیا اب جو کچھ بھی کرنا ہے وہ ہمارا ''پیر'' خود ہی کرے گا اور ایسے بے فکر ہوتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی میں بھی غفلت برتنے لگتے ہیں۔

خبردار! جب کبھی ایسا ہو تو جان لو کہ یہ شیطان اور نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے کیونکہ شیخ کامل علاج تجویز کرنے کے بعد مرض کے مطابق دوا ''تعلیم وہدایت'' فرماتے ہیں۔ اسکے بعد یہ مرید کا کام ہے کہ جو کچھ ''پیر'' نے تعلیم وہدایات فرمائی ہو اس پر خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر عمل کرے نہ یہ کہ فرائض کی ادائیگی میں بھی کوتاہی برتنے لگے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ بیعت ہونے کے بعد احکامات الٰہی پر زیادہ خوشنودی کیساتھ عمل پیرا ہو تاکہ روحانی منازل بھی تیزی سے طے ہوتی جائیں۔

☆.....فیض یافتگان کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے کہ کئی سالکین مرشد سے عقیدت محبت رکھنے کے باوجود بہت سے روحانی معاملات (مقامات) میں صرف اس لیے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ وہ ''احکام شریعہ'' کی بجا آوری میں کوتاہی برتتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر وہ طریقت کے ساتھ ساتھ شریعت کو بھی لیکر چلیں گے (شریعت پر بھی عمل کریں گے) تو انکے مقامات بہت تیزی سے ترقی کریں گے اور ان سالکین کی نسبت ان پر کرم بھی زیادہ ہوگا جو صرف پیر و مرشد سے عقیدت و محبت پر ہی اکتفا کرتے ہیں، دیگر احکامات الٰہی (فرائض) کی اتنی پرواہ نہیں کرتے۔ مجھے باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا

''اپنے مریدین اور عقیدتمندوں سے کہہ دو کہ نماز اور میرے (اللہ کے) ذکر سے دلوں کو آباد رکھیں''

اس فرمان سے نماز و ذکر کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہ

جو سالکین نماز یعنی فرائض کی پابندی نہیں کرتے انکے دل بے آباد اور بنجر ہیں۔ جب دل ہی بے آباد (مردہ) ہوگا تو سالک ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتا۔

☆..... جب میں حج پر گیا تو روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے بعد حضور ﷺ نے کرم فرماتے ہوئے، عالم رویاء میں ارشاد فرمایا!

''آج کے بعد جو تمہارا ہے وہ ہمارا ہے، خیال کرو کہ جو ہمارا ہے وہی تمہارا ہو۔ بے نمازی میرا (حضور ﷺ) اور اللہ کا باغی ہے اسلیئے بے نمازی کا کچھ قبول نہ کرنا اور یہ جو دنیاوی رسوم ورواج آجکل رائج ہیں ان میں سے اکثر غلط ہیں اور ہمیں یہ پسند نہیں ہیں انہیں نہ اپنانا، بے نمازی کے ہاتھ سے لیکر کھانا پینا نہیں اور اگر بے نمازی آدمی کسی نمازی کے ہاتھ کوئی ہدیہ (کپڑا، کھانا وغیرہ جس میں بے نمازی کا ہاتھ لگا ہو) بھیجے تو بھی قبول نہ کرنا''۔ میں نے پاکستان آنے سے پہلے ہی بذریعہ ٹیلی فون آستانہ عالیہ پر ان احکامات پر مشتمل بورڈ لکھوا کر آویزاں کروادیا تا کہ آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والوں کو علم ہو جائے اور وہ بورڈ آج تک لگا ہوا ہے۔ میں اسی وقت سے کوشش کرتا ہوں کہ پرہیز جاری رہے لیکن جب کبھی اس میں کوتاہی ہوئی تو بہت زیادہ روحانی وجسمانی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔

''نماز اور وظائف'' میں کمی فیض کے حصول میں رکاوٹ کا سبب بھی بنتی ہے اسی لیے سالک کیلئے ضروری ہے کہ اسکی کوئی نماز قضاء نہ ہو لیکن اگر کبھی کسی مجبوری کی بناء پر کوئی نماز قضاء بھی ہو جائے تو اگلی نماز سے پہلے اسے ادا کرلے۔

سالک کو چاہیئے کہ جو وظائف وغیرہ شیخ نے بتائے ہوں صرف وہی کرے اپنی مرضی سے یا کسی اور کے کہنے پر کم یا زیادہ نہ کرے ورنہ پریشانی ہوگی۔ (سوائے درود شریف کے)

☆..... جب سالک فرائض سے غفلت برتتا ہے اور انکی قضاء بھی ادا نہیں کرتا

یعنی فرائض کو بالکل ہی ترک کر دیتا ہے تو شیطان کو راستہ مل جاتا ہے اور پھر دل میں وسواس کی زیادتی شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ عقیدہ خراب ہو کر مرشد پر اعتراض شروع کر دیتا ہے۔

☆.....عبادات (نماز و ذکر اور وظائف وغیرہ) صرف وہی قابل قبول ہیں جو اللہ کی رضا اور محبت میں کی جائیں۔ ایسی عبادت سے دل میں نور پیدا ہوگا اور پریشانیاں بھی دور ہو جائیں گی لیکن اگر کوئی لالچ ذہن میں رکھ کر عبادت کی جائے تو یہ سودے بازی ہوگی جو اللہ کو ناپسند ہے۔

متفرق معاملات

☆.....کچھ لوگ تو بیعت ہو کر یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخ پر بہت بڑا احسان کر دیا حالانکہ احسان تو ہر صورت میں شیخ کا ہی ہوتا ہے۔ جو مرید کے گناہوں کی معافی کرواتا ہے اور وقت نزع، قبر اور حشر میں بھی اسکی دستگیری کا ذمہ اپنے سر پر لے لیتا ہے۔

☆.....دنیاوی مقاصد یا مقام و مرتبہ کی لالچ میں ہرگز بیعت نہیں ہونا چاہیئے جیسا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کبھی کسی پیر سے دنیاوی مسائل حل نہ ہو پائیں یا تاخیر سے حل ہوں تو بیعت توڑ دیتے ہیں اور نماز وظائف بھی چھوڑ دیتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ اتنا عرصہ ہو گیا نماز وظائف پڑھتے ہوئے، کوئی فائدہ نہیں ہوا، نہ ہی ہمارا کوئی کام بنا ہے۔ حالانکہ فائدہ تو اسی وقت ہونا شروع ہو جاتا ہے جب مرید بیعت کرتا ہے اور مرید کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکے شیخ نے بیعت کے وقت اس سے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا کہ وہ اسکے تمام دنیاوی مقاصد حل کرنے کا ذمہ دار ہے بلکہ شیخ نے تو اللہ و رسول ﷺ کے راستہ پر چلنے اور اللہ و رسول ﷺ سے ملانے کا عہد کیا ہوتا ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ شیخ کے قول وفعل پر ہرگز اعتراض نہ کرے اگر اسے بیعت ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا ہو (مبتدی ہو) اور شیخ کے کسی کام یا بات کی سمجھ نہ آ رہی ہو اور اس وجہ سے عقیدہ خراب ہونے کا خدشہ بھی ہو تو اپنے شیخ سے کہہ دے یا امیر حلقہ سے پوچھ لے لیکن اگر راہِ سلوک میں کافی آگے جا چکا ہے یعنی بیعت ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے اور مسلسل صحبت سے بھی فیضیاب ہونے کی وجہ سے ان معاملات کی کچھ سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہے تو اسے چاہیئے کہ بے جا سوالات نہ کرے۔ ہاں اگر اسے بھی کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جسکی وجہ سے عقیدہ خراب ہونے کا خدشہ ہو تو شیخ یا امیر حلقہ سے پوچھ لے۔

☆.....راہ سلوک میں تربیت کے دوران سالک کئی مراحل سے گزرتا ہے بیعت کے کچھ عرصہ بعد (کچھ تربیت کے بعد) جب شیخ سالک کا روحانی معاملہ آگے کر دیتا ہے جس سے پہلے والی حالت نہیں رہتی اور تبدیلی آ جاتی ہے تو سالک سمجھتا ہے کہ مرشد نے اس سے تعلق کم کر لیا۔ ایسی سوچ محض سالک کی غلط فہمی ہے کیونکہ تعلق ختم نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔

☆.....اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے بچہ جب بڑا ہونے لگتا ہے تو بظاہر اسے ماں باپ کی توجہ کم ملتی ہے اور اسکے چھوٹے بہن بھائیوں پر ماں باپ کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کی تھوڑی بہت پرورش کے بعد جب ماں اسکا دودھ چھڑا دیتی ہے تو بڑا بچہ یہ سمجھتا ہے اب اسکی ماں نہ ہی اسے دودھ پلاتی ہے اور نہ ہی اپنے ساتھ سلاتی ہے اور پہلے جیسا لاڈ پیار بھی نہیں کرتی ہے شائد اب اسکی ماں کو اس سے پہلے جیسی محبت نہیں رہی۔ اسی لیے وہ اس سے زیادہ اسکے چھوٹے بہن، بھائیوں سے محبت کرتی ہے۔ اور اب اسکی ساری توجہ بھی چھوٹوں پر ہی رہتی ہے۔ یہی سوچ سوچ کر وہ بہت دلبرداشتہ بھی ہوئے رہتا ہے۔ اسکے بعد جب بچہ کچھ بڑا ہوتا ہے اسے کھانا، پینا اور بولنا اور لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے اور اسکے بعد بھی اسکی تربیت کا یہ سلسلہ تقریباً ساری زندگی ہی جاری رہتا ہے۔ اس دوران کئی مواقع ایسے بھی آتے ہیں

جب ماں باپ بچے پر بہت سختی بھی کرتے ہیں اور بچہ ناسمجھی کی بنا پر والدین کے اس رویہ کو ناپسند کرتا ہے اب والدین کے اس رویہ کی بنا پر اگر کوئی بچہ یہ سمجھے کہ اسکے ماں باپ اب اس سے پیار نہیں کرتے تو یہ محض اسکی غلط فہمی ہے کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بڑا بچہ چونکہ کچھ سمجھدار ہو چکا ہوتا ہے اسی لیے ماں باپ کو اسکی اتنی فکر نہیں ہوتی جبکہ چھوٹے بچے چونکہ ابھی نادان ہوتے ہیں اسی لیے انہیں زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑے بچے کی فکر ذرا کم جا ہوتی ہے کیونکہ اسکی کچھ تربیت ہو چکی ہوتی ہے۔

☆.....بیعت کے بعد سالک کا ہر معاملہ اللہ و رسول ﷺ کی نظر میں ہوتا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ اگر کوئی اسکے ساتھ زیادتی کرے تو اسے برداشت کیے جائے کیونکہ (جلد یا بدیر) جب معاملہ اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تو وہاں مظلوم کی فریاد سنی جاتی ہے اور یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ زیادتی اور غصے کا اظہار کرنے میں پہل کس نے کی تھی اور جس نے پہل کی ہوگی اسکی پکڑ ہو جائے گی۔

☆.....ایسے سالکین جو صرف طالب ذات حق ہوں۔ مرشد پر دل و جان سے فدا ہونے کے ساتھ ساتھ مخلص ہو کر رضائے الٰہی کیلئے کام بھی کرتے رہیں، بعض اوقات انکے لیے اللہ و رسول ﷺ خود بھی شیخ کو نظر کرم کرنے کا اشارہ (حکم) فرما دیتے ہیں اور ایسی منظوری (نظر کرم) کی بات ہی کچھ اور ہے۔

☆.....جس سالک کو بغیر کسی ریاضت و مجاہدہ اور آزمائش کے کوئی مقام عطا ہو جائے تو وہ سالک کی کسی غلطی کی وجہ سے جلد ہی سلب بھی ہو سکتا ہے لیکن جس سالک کو کچھ آزمائشوں سے گذارنے کے بعد کوئی مقام عطا کیا جائے تو وہ (فیض) سالک کی کسی غلطی کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہی ختم ہوتا ہے۔

☆.....اگر کوئی شیخ کے پاس آ کر کسی سالک کے متعلق جھوٹی بات (شکایت) کرتا ہے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اسکی بات سننے کے بعد شیخ بذات خود بھی ظاہری و باطنی طور پر صورتحال کا جائزہ لیکر اصل معاملہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

☆.....مریدین کو چاہیئے کہ جب کبھی شیخ کی کسی بھی قسم کی خدمت یا فریضہ سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہو تو ہمیشہ یہی سوچے کہ میں اس قابل نہیں یہ تو مرشد کا احسان ہے کہ انہوں نے میری اس خدمت کو قبول فرمالیا کیونکہ مرشد کامل واکمل کا قبول فرمانا حقیقت میں اللہ رسول ﷺ کا ہی قبول فرمانا ہے۔

ایک مرتبہ میرے ایک پیر بھائی (جو کہ ہر سال آستانہ پر لنگر کیلئے گندم بھیجا کرتا تھا) نے کچھ دوسرے پیر بھائیوں سے گفتو کے دوران کہا کہ ''آستانہ پر لنگر میں چلاتا ہوں''

یہ بات جب آپ سرکارؒ تک پہنچی تو آپؒ نے ان پیر بھائیوں کو بلا کر اسکی تصدیق فرمائی جن کے سامنے بات ہوئی تھی اور جب تین چار لوگوں نے تصدیق بھی کر دی تو آپ سرکارؒ کی کیفیت بدل گئی اور آپؒ نے فرمایا! لنگر کوئی نہیں چلا سکتا ،لنگر تو اللہ ہی چلاتا ہے''

اسکے بعد اس پیر بھائی کے مالی حالات تیزی سے خراب ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ تھوڑے ہی دنوں میں اسکا کاروبار بالکل ختم ہو گیا اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ وہ جو پہلے آستانہ کیلئے بھی ہر سال گندم بھیجتا تھا اسکے اپنے گھر میں فاقے ہونے لگے اور باطنی طور پر جو عطائیں تھیں ان میں بھی کمی آ گئی۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ شیخ کے سامنے جو بات بھی کرے نہایت سوچ سمجھ کر کرے اور لفظوں کے انتخاب میں احتیاط برتے کیونکہ شیخ کے سامنے ظاہری بات بھی بہت اہمیت رکھتی ہے خواہ نیت کچھ بھی ہو۔ سالک ظاہر میں جیسی بات کرتا ہے اس کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے اچھی بات ہو گی تو اچھا اور بری بات ہو گی تو برا اثر ہو گا۔ بعض اوقات یہی چھوٹی چھوٹی باتیں تنزلی اور ترقی کا سبب بھی بن جاتی تھیں۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب بھی کوئی کرم نوازی ہو بڑائی اور تکبر کو ہرگز دل میں جگہ نہ دے، اپنے آپ کو ہمیشہ کمتر اور عاجز سمجھتا رہے اور کبھی بڑا بول نہ بولے ورنہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

ایک مرتبہ ایک مرید نے اپنے شیخ کو خواب سنایا اور یوں گویا ہوا!

''میں نے دیکھا کہ میں آپ (شیخ) سے بھی اوپر اڑ رہا ہوں یوں محسوس ہوتا ہے کہ کائنات کے سارے ولی مجھ سے نیچے ہیں'' یہ سن کر شیخ کو جلال آ گیا اور اسکے مقامات میں تنزلی ہوگئی۔

☆..... جب سالک سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ نہیں چاہتا کہ اسکا نامۂ اعمال میں وہ گناہ لکھا رہے اور اسے آخرت میں اسکی سزا ملے اس لیے آخرت میں شرمندگی (سزا) سے بچانے کیلیئے اسے دنیا میں ہی کوئی پریشانی، دکھ یا تکلیف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور جب وہ یہ دکھ، ذلت و پریشانی برداشت کرتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو اسکے بدلے میں اس کے گناہ دھل جاتے ہیں اور اگر مصیبت یا پریشانی زیادہ بڑی ہو تو اسکے بدلے میں اسے آخرت میں اجر (انعام) سے بھی نوازا جاتا ہے۔

﴿:۔ اسکی مثال ایسے ہی ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو جب بھی وہ کسی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہوں یا مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو والدین انہیں اس تکلیف سے بچانے کیلیئے حفاظتی ٹیکے لگواتے ہیں یا فوراً ہی دوائی دیتے ہیں بچہ اپنی ناسمجھی کی بناء پر ٹیکہ یا دوائی کو برا سمجھتا ہے۔ دوائی پیتے یا ٹیکہ لگواتے ہوئے روتا، چیختا، چلاتا اور برا بھلا بھی کہتا ہے اس وقت وہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اسکے والدین یہ سب اسکی بھلائی کیلیئے ہی تو کر رہے ہیں کیونکہ وہ اسے آنے والی پریشانی سے بچانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ و رسول ﷺ اور شیخ بھی سالک کو آخرت کے عذاب سے بچانے کیلیئے اسکی بھلائی کی خاطر اسے چھوٹی چھوٹی تکلیفوں سے گذارتے ہیں لیکن سالک ناسمجھی کی بناء پر ان دنیاوی پریشانیوں (آزمائشوں) پر واویلا مچاتا ہے حتیٰ کہ اپنا عقیدہ بھی خراب کر لیتا ہے بلکہ بعض اوقات تو ایسا شیطان کے بہکاوے میں آتا ہے کہ نتائج کی پرواہ کیے بغیر کفریہ کلمات بھی بول دیتا ہے۔ سالک کو چاہیئے ایسے حالات میں صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہے، ایسا کرنے سے فیض بھی زیادہ ہوگا اور روحانی معاملات میں ترقی بھی ہوگی۔

☆.....اگر کبھی سالک سے کوئی ایسی غلطی یا گناہ (بدعقیدگی یا شیخ پر اعتراض) سرزد ہو جائے جو شیخ کی ناراضگی کا سبب بن جائے تو اسے چاہیئے کہ فوراً شیخ سے معافی طلب کرے۔ اگر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطی پر قائم رہا تو معاملہ زیادہ خراب ہو جائیگا، محبت میں کمی واقع ہوگی اور فیض بھی رک جائے گا اگر وہ پھر بھی اپنی بات پر اڑا رہا اور اپنی غلطی کو درست ثابت کرنے کیلئے شیخ سے بحث کرتا (دلائل پیش کرتا) رہا تو نااہل قرار دے کر شیخ کی صحبت سے دور کر دیا جائے گا۔ شیخ کی صحبت سے دوری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے نوافل واذکار کی لذت وحلاوت بھی چھین (ختم) لی جائے گی اگر وہ پھر بھی معافی نہ مانگے تو یہ بدبختی آہستہ آہستہ اتنی بڑھے گی کہ وہ فرائض (نماز وغیرہ) کی ادائیگی میں بھی سستی کرے گا کیونکہ یہ تمام توفیق اور لذت وحلاوت تو اسے شیخ سے محبت کے طفیل عطا ہوئی تھی جب شیخ سے محبت کم ہوئی اور ہٹ دھرمی بڑھی تو یہ انعامات بھی واپس لے لیے جائیں گے، اگر وہ پھر بھی معافی نہ مانگے اور رجوع نہ کرے تو یہ بدبختی بڑھتے بڑھتے ایک دن اسکا ضمیر بالکل ہی مردہ کر دے گی، غفلت بڑھے گی اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ اسکے روحانی مقامات میں تنزلی ہو کر آہستہ آہستہ فیض بالکل ہی ختم ہو جائے گا اور اس کو اس بات کی فکر بھی نہیں رہے گی کہ وہ شیخ سے کتنا دور کر دیا گیا ہے، اس سے انعامات چھین لیے گئے یا اسکے روحانی مقامات میں تنزلی ہوگئی اگر وہ پھر بھی اپنی غلطی پر اڑا رہا تو ایک وقت ایسا بھی آجائے گا جب اسکی شیخ سے محبت کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جائے گی اور شیخ سے دوستی دشمنی میں بدل جائے گی (معاذ اللہ) اس لیے سالک کو چاہیئے کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو دیر نہ کرے اور فوراً شیخ سے معافی طلب کرے۔ اور اسوقت ہر وہ خیال (شیطانی وسوسہ) یا ایسا کوئی بھی انسان جو اسے معافی مانگنے سے روکے اسے بھی شیطان کا ساتھی اور اپنا دشمن خیال کرے اور ہرگز اس کی بات نہ سنے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب کبھی اس پر شیخ کی طرف سے کوئی کرم نوازی یا عطا ہو تو اس کو ضائع نہ ہونے دے (اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے شیخ کو ناگواری محسوس ہو)۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف غلط اور ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے ہی سالکین کے معاملات میں دن میں کئی کئی مرتبہ تنزلی اور ترقی ہوتی رہتی ہے۔

سالک کی کیفیات

سالک کے ''معاملات وکیفیات میں تبدیلی'' (کمی بیشی) ہوتی رہتی ہے اس سے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں خاص طور پر وہ سالک جو ابھی راہِ سلوک کے آغاز میں ہی ہو، اس کی کیفیات میں تو بہت تبدیلیاں آتی ہیں بس کوشش کرے کہ ہر حال میں ذات کی طرف دھیان رہے، مقصد سے توجہ نہ ہٹنے پائے۔ سالک کی کیفیات میں تبدیلی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

☆.....بیعت کے کچھ عرصہ بعد جب سالک یہ دیکھتا ہے کہ ابتدائی دنوں میں اسکی جو کیفیات تھیں اب ویسی کیفیات (محبت وتوجہ وغیرہ) نہیں تو وہ پریشان ہوجاتا ہے۔ یہ معمول کی بات ہے اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ بیعت کے ابتدائی دنوں میں تو شیخ سالک کی تربیت کی غرض سے اسکی طرف بہت توجہ رکھتا ہے جس کے نتیجہ میں سالک کی بھی بہت زیادہ محبت اور جوش وخروش دیکھنے میں آتا ہے لیکن پھر مرشد اپنی توجہ ذرا کم کرکے دیکھتا ہے کہ اب سالک اپنی توجہ اور کوشش سے کتنا کام لیتا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسی صورتحال سے پریشان ہونے کی بجائے مرشد کی توجہ اور فیض وکرم حاصل کرنے کیلئے بھرپور کوشش کرے تاکہ عطاؤں کا سلسلہ بھی تیزی سے جاری رہے۔

☆.....بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سالک کی کیفیات میں اچانک تبدیلی آتی ہے

اور بعض اوقات خوابات، مشاہدات اور وجدانہ کیفیات واحوال پہلے جیسے نہیں رہتے اور سالک اپنے باطن میں بہت سی تبدیلیاں (نئی کیفیات) محسوس کرتا ہے بہت سے سالکین ایسی صورتحال سے پریشان ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ذکر، فکر توجہ، تصور، اور دیگر عوامل بھی ٹھیک ہیں اسکے باوجود پہلے جیسی لذت و حلاوت اور کیفیات نہیں رہیں، شائد ترقی رک گئی ہے اور معاملہ خراب ہو گیا۔ سالک کو چاہئے کہ ایسی کیفیات کو سمجھے کیونکہ ایسا ہونے سے ترقی رکتی نہیں بلکہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ جب سالک کی ایک منزل سے دوسری اور اگلی منزل (مقام) میں ترقی ہوتی ہے تو سابقہ مقام کی کیفیات ختم ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ نئی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔

☆.....بعض اوقات سالک کی ایسی کیفیت بھی ہو جاتی ہے کہ اسے شیخ کی طرف کوئی محبت ورغبت محسوس نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی وہ اپنے دل میں شیخ کا ادب واحترام محسوس کرتا ہے، نماز وعبادات اور ذکر وغیرہ کو بھی دل نہیں چاہتا یہ عارضی کیفیت ہوتی ہیں اور ایسا ہونا ممکنات میں سے ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ جب اسکی یہ کیفیت (حالت) ہو تو شیخ کی صحبت میں نہ رہے۔ جب تک شیخ کیلئے دل میں عزت ومحبت محسوس کرے تب تک شیخ کی صحبت میں قیام کرے اگر اسکے برعکس محبت محسوس نہ ہو تو وقتی طور پر دور ہو جائے۔ ورنہ تنزلی کا خطرہ ہے اور جب تک دل میں دوبارہ محبت کا غلبہ نہ ہو۔ صحبت میں نہ جائے کیونکہ صحبت شیخ کا فائدہ تو صرف محبت اور ادب واحترام سے ہی ہوتا ہے جیسا کہ میرے قبلہ حضرت چادر والی سرکارؒ نے فرمایا!

"اجی پڑے رہنے سے کچھ نہیں ہوتا بات تو ساری محبت کی ہے۔"

سالک کو چاہیئے کہ ایسی کیفیات میں شیخ کا زیادہ سے زیادہ تصور رکھنے کی کوشش کرے اور ہرگز ہرگز زبان سے ایسی کیفیات کا اظہار نہ کرے ورنہ تنزلی کا خطرہ ہے

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک شیخ کے قریب رہنے سے گھبراتا ہے

اور اگر مرشد خود اسے قریب بلائیں یا آستانہ پر قیام کے لئے کہیں تو بھی جھجکتا ہے اور دل میں واپس جانے کی خواہش کرتا ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ سالک کو شیخ سے محبت نہیں ہوتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے سالک کو شیخ سے محبت تو بہت ہوتی ہے لیکن وہ ظاہری آداب میں کمی رہ جانے کے خوف کی وجہ سے زیادہ قریب رہنے سے پرہیز کرتا ہے اور عموماً سالک کے اس عمل سے اسے نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ مرشد سے ملنے والے احکامات کو لازمی طور پر پورا کرتا رہے اور حکم عدولی نہ کرے۔

☆.....اگر کسی سالک کی کیفیت ایسی ہو کہ اسے مرشد سے محبت محسوس نہ ہو رہی ہو تو اس کیفیت کو مرشد کے سامنے بار بار عرض (تذکرہ) نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ کبھی کبھار ایسی کیفیت ہو جایا کرتی ہے۔ اس وقت ذکر اور تصور شیخ کی طرف دھیان دینا چاہیئے لیکن اگر سالک مرشد کے سامنے بار بار اس کیفیت کا اظہار (لفظوں کی صورت میں) کرے گا تو اس کے بار بار کہنے کی وجہ سے حقیقتاً ایسا ہی ہو جائے گا اور رہی سہی محبت بھی جاتی رہے گی۔

☆.....بعض اوقات سالک کی غم وغصہ کی کیفیت ہو جاتی ہے ایسے میں شیخ کی جمالی حالت (کیفیت) کا تصور کر لینا چاہیئے شیخ کے ایسے تصور میں گم ہو کر سالک کی بھی کیفیت بدل جاتی ہے اور غم وغصہ جاتا رہتا ہے۔ اگر کبھی شیخ کے سامنے ایسی کیفیت ہو یا مرشد کی ایسی کیفیت ہو تو کرم وعطا کا تذکرہ چھیڑ دینے سے وہ کیفیت جاتی رہے گی اور شیخ کی افسردگی اور جلال بھی جمال میں بدل جائے گا۔

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ یا کوئی دوسرے بزرگ کسی مرید یا عقیدتمند کو اپنی توجہ اور فیض سے نوازتے ہیں تو انکی توجہ ذرا زیادہ ہو جاتی ہے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مرید وعقیدت مند خود تصور شیخ کے ذریعے سے اپنے شیخ یا کسی دوسرے بزرگ کی طرف توجہ کر کے فیض حاصل کرتا ہے تو

اسکی اپنی توجہ تیز ہو جاتی ہے اور وہ اپنی اس کیفیت کو سمجھ نہیں پاتا اس وقت وہ خود اور دوسرے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بزرگ اسکے اندر آ گئے ہیں پھر ہوتا یہ ہے کہ وہ انہی کے انداز میں احکامات دیتا ہے ویسی ہی آواز و کیفیات ظاہر کرتا ہے، ان احکامات کے تحت کوئی بدنی خدمت کر رہا ہوتا ہے تو کوئی مالی نذرانے پیش کر رہا ہوتا ہے۔ کسی کو انواع واقسام کے کھانوں کی فرمائشیں کی جا رہی ہوتی ہیں تو کسی سے اس کیفیت کی آڑ میں دشمنی کے بدلے لیتے ہوئے بے عزت کیا جا رہا ہوتا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسی کیفیات کو سمجھے اور عقل سے کام لے اور اپنے آپ کو ایسے افعال و حرکات اور فضولیات سے باز رکھے کیونکہ یہ ایسی کیفیت ہوتی ہے جس میں وہ بزرگ (بابے) اس میں نہیں آ جاتے بلکہ اسکی اپنی یا شیخ کی توجہ ذرا تیز ہو جاتی ہے اور یہ راہ سلوک کے ابتدائی مقام کی کیفیات ہیں۔

دوسرے بزرگوں کے پاس جانا

☆.....سالک پر لازم ہے کہ ادب و احترام تو تمام اولیائے کرام کا کرے لیکن محبت کا تعلق صرف اپنے شیخ سے ہی رکھے۔ راہِ سلوک میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں سالک کا اپنے لیے کسی دوسرے درویش سے دعا کروانا اور اسکے پاس جانا بھی صحیح نہیں ہوتا حالانکہ عام طور پر بزرگوں سے دعا کرانے اور انکی زیارت کیلئے جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن

☆.....اگر سالک کا عقیدہ ابھی اتنا پختہ نہ ہوا ہو اور وہ یہ سمجھے کہ میرا مرشد تو مجھے یہ فیض نہیں دے سکتا یا میرا مسئلہ حل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور اسطرح اسکی شیخ سے محبت اور عقیدت میں کمی بھی واقع ہو جائے تو ایسے ناقص یا کچے عقیدہ کے سالک کے لیے کسی دوسرے بزرگ کے پاس جانا مناسب نہیں۔

اسکے برعکس اگر کوئی سالک یہ سمجھے کہ مجھے یہ سب میرے مرشد کے وسیلے سے ہی ملا ہے تو ایسے سالک کیلئے دوسرے پیر کے پاس جانا اور اس سے کچھ لینا جائز ہے۔

☆.....بہت سے سالکین جب بیعت ہوتے ہیں تو بزرگوں کی زیارت کی شوق میں بعض عامل حضرات کے پاس بھی جاتے ہیں اور بعض اوقات کوئی عامل (بزرگ صورت) انکا عقیدہ خراب کرنے کا باعث بن جاتا ہے یا انکا فیض سلب کر لیتا ہے۔ اس لئے مبتدی سالک (جو راہ سلوک میں نیا ہو) کو تو ایسے بزرگ اور عامل وغیرہ کے پاس ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔

☆.....ایسا بھی ممکن ہے کہ اگر سالک کسی ایسے درویش (زندہ یا صاحب مزار) کے پاس جائے جو سالک سے کم مقام و مرتبہ کا حامل ہو اور خود بھی فیض لیتا ہوا دنیا سے گیا ہو تو وہ (زندہ یا صاحب مزار) اسکو فیض دینے کے بجائے اسکا بھی فیض لے لے گا۔ (اگر کسی اہل سلسلہ کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آ جائے تو اسے چاہیئے کہ تصور شیخ سے کام لے) لیکن اگر وہ سالک سے زیادہ مقام و مرتبہ کا حامل ہے اور فیض دیتا ہوا دنیا سے گیا تو اسکے پاس جانے والا سالک نوازا جائے گا اور جو بھی اسکے پاس جائے گا کچھ نہ کچھ لے کر ہی آئے گا۔

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا درویش سالک کو نوازنا چاہتا ہے لیکن وہ (سالک) کچھ بھی لینے سے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر میرے مرشد کا بہت کرم ہے یا یہ کہ میرے لیے میرے مرشد کی عطا ہی کافی ہے مجھے جو کچھ بھی لینا ہے اپنے مرشد سے ہی لینا ہے۔ بعض اوقات کوئی دوسرا درویش یا مرشد کے لطائف ہی شکل بدل کر سالک کو آزمانے کیلئے بھی ایسا کہہ کر دیکھتے ہیں، اگر اسوقت سالک ایسا جواب دے تو درویش ایسے مرید کو خوش ہو کر مزید نوازتے ہیں اور مرشد کا کرم بھی زیادہ ہوتا ہے۔

☆.....اگر کوئی دوسرا درویش فیض و کرم سے نواز دے (ظاہراً یا خواب میں) تو اس عطا کو بھی اپنے مرشد کی طرف سے ہی سمجھنا چاہیئے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرشد کے لطائف ہی شکل بدل کر سالک

کو نواز دیتے ہیں اور وہ اس غلط فہمی میں ہی مبتلا رہتا ہے کہ کسی اور بزرگ کی طرف سے یہ کرم ہوا ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب کبھی اس کو اللہ و رسول ﷺ یا بزرگان دین نوازیں یا دوسرے مشائخ کرام کی طرف سے کوئی فائدہ (فیض) حاصل ہو تو اسکا سبب بھی اپنے مرشد کو ہی سمجھے اور یہ سوچے کہ یہ سب کرم انکی نسبت کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ پہلے ایسی نظر کیوں نہ ہوئی کیونکہ دوسرے بزرگ بھی اسے ہی نوازتے ہیں جسے اپنا پیر قبول کر لے۔ جسے اپنا پیر نامنظور یا رد کر دے اسکے لیے کہیں کوئی نجات نہیں۔

☆.....کچھ سالکین ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اگر کچھ عرصہ فیض نہ ہو تو دوسروں کی دیکھا دیکھی، کسی کے مجبور کرنے پر یا خود ہی کسی دوسرے پیر کی شہرت سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں تو فیض نہیں ہوا چلو فلاں بزرگ کے پاس چل کر دیکھتے ہیں کہ وہ پیر کیسا ہے؟ یوں اپنی غلطیوں پر تو غور نہیں کرتے اور آئے دن نت نئے پیر بدلتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ کبھی فیض حاصل نہیں کر پاتے۔

دو کشتیوں کا مسافر

☆.....سالک کو چاہیئے کہ اگر اسے اپنے مرشد کے برحق ہونے کی تصدیق ہو چکی ہے تو اپنا عقیدہ درست رکھے اور اپنے مرشد کے علاوہ کسی کی طرف دیکھے بھی نہ اور ارادہ کر لے کہ خواہ کچھ بھی ہو اس در پر پکے ہو کر لگے رہنا ہے اور تمام مقاصد اسی در (شیخ) سے حاصل کرنے ہیں کیونکہ ایک کشتی کا مسافر ہی منزل تک پہنچتا ہے۔ کچھ لوگ دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر چلنے کے عادی ہوتے ہیں کہ اگر ایک کو کمزور دیکھا تو دوسری میں سوار ہو گئے ایسے لوگ درمیان میں ہی گر جاتے ہیں اور کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

خواب اور انکی تعبیر

☆.....خواب راہنمائی کیلئے دکھائے جاتے ہیں ان میں اشارے سادہ بھی ہوتے ہیں اور پیچیدہ بھی۔ سالک کو چاہیئے کہ خوابوں پر غور کر کے نکات حاصل کرے کیونکہ یہ نکات آگے جا کر کام آتے ہیں۔

☆.....خواب کی تعبیر بتانا ہر کسی کا کام نہیں اکثر سالکین خود ہی خوابوں کی غلط تعبیریں نکال لیتے ہیں اور پھر اگر انکے ذہن کے مطابق خواب پورا نہیں ہوتا تو کہتے ہیں کہ خواب سچے نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر کسی کو چاند نظر آئے تو عام طور پر اسکی تعبیر یہ نکالی جاتی ہے کہ اسکے گھر بیٹا پیدا ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو خواب کو غلط سمجھتے ہیں حالانکہ اسکی تعبیر کچھ اور بھی ہو سکتی ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنے خواب خوب سوچ سمجھ کر صرف مرشد، امیر حلقہ یا کسی خیر خواہ کو ہی سنائے (یا لکھ کر دے دے) کسی حاسد کو ہرگز خواب نہ سنائے کیونکہ اسکے حسد کی وجہ سے بھی خواب کی تعبیر بدل سکتی ہے۔ اگر شیخ تعبیر بتا دے تو خاموشی سے سنے اور اگر شیخ خاموش رہے تو تعبیر کیلئے اصرار نہ کرے کیونکہ بعض اوقات خواب میں کسی حادثہ یا موت وغیرہ کی اطلاع ہوتی ہے اور ایسے خوابوں کی تعبیریں بتانا (زبان سے کہنا) مناسب نہیں ہوتا۔

اور بعض اوقات شیطان کی طرف سے غلط قسم کے خواب میں کسی حادثہ و موت کی اطلاع بھی آ سکتی ہے ایسا ہو تو تین دفعہ لاحول والاقوہ الا باللہ پڑھ کر دائیں کروٹ ہو کر اور اچھا گمان کر کے سو جانا چاہیئے خواہ کتنا ہی برا خواب ہو انشاء اللہ کرم ہوگا۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنے خواب ہمیشہ اپنے خیر خواہ کو ہی سنائے۔ حاسدین و مخالفین کو ہرگز خواب نہ سنائے۔

آداب مرشد

طریقت تمام کا تمام ادب اور محبت پر مبنی ہے۔ ادب والا ہی سب کچھ لے جاتا ہے۔ جس کے باطن میں ادب ہوتا ہے اس کے ظاہر میں بھی ادب نظر آ جاتا ہے کیونکہ جب دل جھک جاتا ہے تو تمام اعضاء بھی خود بخود ہی جھک جاتے ہیں کچھ لوگ ظاہر میں تو بہت ادب کرتے نظر آتے ہیں لیکن ان کے باطن میں ادب نہیں ہوتا۔ جس کے باطن میں ادب پیدا ہو گیا سمجھ لو کہ اس پر بہت کرم ہو گیا کیونکہ طریقت کا تعلق زیادہ تر باطن سے ہے۔ ادب جتنا زیادہ ہوگا، سالک اتنا ہی زیادہ فیض حاصل کرے گا اور جس سالک کی روح میں مرشد کیلئے ادب نہیں وہ ہرگز منزل کو نہیں پا سکتا یہ سچ ہے کہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں صرف مؤدب سالک ہی مقبول و منظور ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ باادب بامراد بے ادب بے مراد۔

جب بھی سالک محسوس کرے کہ اس کے ادب میں کمی آ رہی ہے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ منزل سے گر رہا ہے، چاہے اسے اس بات (تنزلی) کا علم ہو یا نہ ہو کیونکہ جب ادب ختم ہو جاتا ہے تو فیض ملنا بھی خود بخود ہی ختم ہو جاتا ہے اور خاص مقام رکھنے کے باوجود تنزلی شروع ہو جاتی ہے اور اگر وہ پھر بھی احتیاط نہ کرے تو اسی مقام پر آ جاتا ہے جہاں سے ابتداء ہوئی تھی۔

☆.....مرشد کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کا پتہ ہونا ضروری ہے کچھ باتیں بظاہر تو چھوٹی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں اور سالکین بھی انہیں زیادہ اہمیت نہیں دیتے لیکن ان کے نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اللہ و رسول ﷺ اور بزرگانِ دین کی جانب سے سالکین کی راہنمائی کیلئے آداب کے سلسلہ میں چند نکات درج ذیل ہیں۔

☆.....جب آستانہ عالیہ پر حاضری دیں تو نظر پڑتے ہی مرد حضرات باآوازِ بلند

اور خواتین آہستہ آواز میں اللہ کا ذکر شروع کر دیں اور واپس جاتے ہوئے بھی ایسا ہی کریں اور اگر ان دونوں اوقات (آمد + رخصت) میں مرشد بیان (ضروری گفتگو) فرما رہے ہوں یا مراقبہ کی حالت میں ہوں تو با آوازِ بلند ذکر نہ کرے۔

☆.....جب بھی آستانہ عالیہ حاضر ہوں تو فضول گفتگو کی بجائے یا تو کسی خدمت (کام) میں مصروف رہیں یا پھر اپنے آپکو ذکر الٰہی اور درود شریف میں مشغول رکھیں۔

☆.....جب مرشد کی خدمت میں حاضری دیں اور مرشد بیان فرما رہے ہوں تو چاہیئے کہ ''السلام علیکم'' کہہ کہ بیٹھ جائیں اور جب جانا چاہیں تب بھی ایسی ہی صورتحال ہو تو ''السلام علیکم'' کہہ کر چلے جائیں، مصافحہ کرنا ضروری نہیں۔

☆..... بے نمازی اور ننگے سر والے عقیدت مند مرشد کے دائیں بائیں ہرگز نہ بیٹھیں (سر ڈھانپ کر رکھنا سنتِ رسول ﷺ ہے)

☆.....مرد سالک کو چاہیئے کہ مرشد کے سامنے ننگے سر حاضری نہ دے۔

☆.....مرشد کے سامنے نفلی عبادات (نوافل، سنتِ غیر موکدہ اور تسبیحات وغیرہ) نہ کرے۔

☆.....اگر مرشد مراقبہ کی حالت میں ہوں تو انکے سامنے (خواہ وہ لیٹے ہوں) بیٹھ کر مراقبہ نہ کرے۔

☆.....اگر مرشد چارپائی پر آرام فرما رہے ہوں تو سرہانے کی طرف آ کر نہیں کھڑے نہ ہوں بلکہ قدموں کی طرف قدرے دائیں جانب آ کر بیٹھ جائیں (پردہ فرما جانے کے بعد بھی اس نقطہ کو ملحوظِ خاطر رکھیں)۔

☆.....جب مرشد باتھ روم میں ہوں یا وضو کر رہے ہوں تو اس جگہ پر کھڑے نہ ہوں۔

☆.....جب مرشد مراقبہ کی حالت میں ہوں تو نہ ہی انکے بالکل قریب (بے مقصد) بیٹھیں، نہ وہاں گفتگو کریں، نہ اتنے قریب کھڑے ہوں کہ سانسوں کی آواز ان تک پہنچے اور نہ ہی

اس وقت بالکل قریب سے گزریں۔ مختصر یہ کہ اگر مرشد حالتِ مراقبہ میں ہوں تو کوئی ایسی حرکت نہ کریں کہ ان کے مراقبہ میں خلل پڑے۔

☆..... جب مرشد سامنے ہوں تو ان کی لگا تار زیارت نہ کریں۔ ٹکٹکی باندھ کر (مسلسل) دیکھتے رہنا اور مرشد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنا آدابِ مرشد کے منافی ہے۔ اس وقت اگر چارپائی پر بیٹھے ہوں تو پاؤں ہلانا، ناخن کو دانتوں سے کاٹنا یا زکام ہو تو وہیں بیٹھے بیٹھے ناک سے سوں سوں کرتے رہنا، مسلسل کھانستے رہنا، بھی بے ادبی ہے۔ اگر ایسی صورتحال پیش آئے تو چاہیئے کہ وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔

☆ مرشد کے سامنے کچھ کھانا پینا بھی نہیں چاہیئے لیکن اگر وہ خود ایسا حکم فرمادیں تو جب تک نوالہ (کھانے کی چیز) منہ میں ہو گفتگو نہ کریں۔ اگر مرشد اپنا بچا ہوا کوئی تبرک کھانے کیلئے عنایت فرمائیں تو دوسری طرف منہ کر کے اسے جلدی ختم کرلیں کیونکہ بعض اوقات مرید کی یہی ناپسندیدہ حرکات مرشد کی صحبت سے دوری کا سبب بن جاتی ہیں۔

☆..... جب مرشد کچھ تناول فرما رہے ہوں (کھانا پینا) تو انکے سامنے بھی نہ بیٹھے رہیں لیکن اگر وہ خود حکم فرمادیں تو حکم کو ادب پر فوقیت دیں۔

☆..... مرشد کی خدمت میں بے مقصد زیادہ دیر نہ بیٹھیں۔ بلکہ اپنا مقصد جلد بیان کر کے اجازت طلب کر لیں تا کہ دوسروں کو بھی قریب جانے اور بات کرنے کا موقع مل سکے۔

☆..... مرشد کی آواز سے اپنی آواز کو نیچا (دھیما) رکھیں۔

☆..... مرشد کے سامنے ایسی گفتگو نہ کریں جس سے طبیعت میں بیزاری یا جلالت پیدا ہو جائے، بلکہ کرم و عطا کی بات کریں۔

☆.....مرشد کے سامنے دوسروں سے مصروف گفتگو نہ رہیں بلکہ دوسروں کی طرف متوجہ بھی نہ ہوں۔

☆.....مرشد کے سامنے کسی دوسرے سے بہت زیادہ دلی لگاؤ (محبت و وارفتگی) کا اظہار بھی نہ کریں۔

☆.....مرشد خانہ پر اور مرشد کے سامنے بھی کسی سے بھی نفرت و غصہ کا اظہار نہ کریں حتیٰ کہ اگر بچہ بھی کوئی غلطی کر دے تو بھی شفقت و محبت سے ہی پیش آئیں یا اسے وہاں سے اٹھا کر لے جائیں۔

☆.....ایک مرتبہ آستانہ عالیہ پر ایک سالک نے دوسرے پر غصے سے تنقید کی۔ اسکا غصہ سے تنقید کرنا خلاف ادب اور گستاخی سمجھا گیا جس کی وجہ سے روحانی کمی کر دی گئی۔

☆.....ایک مرتبہ فرمان ہوا!

اس آستانہ کے ادب کا تقاضا ہے کہ کسی سے بھی سخت لہجے میں نہ بولے اور کسی کو نہ ڈانٹے خواہ وہ انکا اپنا بچہ ہی کیوں نہ ہو (خاص طور پر مرشد کے سامنے)

☆.....ایک مرتبہ آستانہ عالیہ پر دو سالکین کے درمیان تلخ کلامی ہوئی جب معاملہ پیش ہوا تو یہ نہیں دیکھا گیا کہ قصور کس کا تھا یا غلطی کس نے کی تھی (یہ بات بعد میں دیکھی جاتی ہے) بلکہ یہ بات نوٹس میں آئی کہ مرشد کے سامنے غصے کا اظہار (بلند آواز سے) پہلے کس نے کیا۔ اس بات کو بے ادبی سمجھا گیا اور عطائیں ختم کر دی گئیں۔

☆.....مرشد کے خلوت خانہ کی جانب کسی بھی نظر سے تانک جھانک درست نہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے انکے خلوت خانہ میں داخل ہو گئے۔

☆.....اگر مرشد کوئی چیز اٹھا کر لا رہے ہوں تو آگے بڑھ کر وہ چیز لے لینی چاہیئے حتیٰ کہ چھڑی بھی اٹھائی ہوئی ہو تو یہ بھی مریدوں کا کام ہے کہ وہ ساتھ لیکر چلیں۔

☆.....اپنے پیر اور پیر خانہ کی طرف ہرگز پاؤں نہ کریں (خواہ کہیں بھی ہو) اور شیخ کی

طرف پیٹھ بھی نہ کریں۔

☆.....مرشد کی خدمت میں آ کر انکے قول و فعل کو تنقیدی نظر سے نہ دیکھیں۔ جو ٹوہ میں لگا رہے گا وہ مرید نہیں جاسوس ہے۔

☆.....مرشد کے قول و فعل پر علماء کرام سے حجت لینا بھی بے ادبی اور مرید کی بدبختی ہے۔

☆.....بغیر اجازت مرشد کے حجرہ مبارک میں داخل نہ ہوں اگر چہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہوں۔ اجازت لے کر اندر جائیں۔ طریقۂ اجازت یہ ہے کہ دروازہ زور، زور سے نہ کھٹکھٹائیں بلکہ باہر کھڑے ہو کر ہی ذرا بلند آواز سے اندر آنے کی اجازت طلب کریں اگر وہ اجازت فرمادیں تو اندر جائیں ورنہ واپس چلے جائیں۔ ہرگز دروازے یا جالیوں سے منہ لگا کر کھڑے نہ ہوں بلکہ اجازت بھی ایک طرف کھڑے ہو کر طلب کریں۔

☆.....مرشد کو دباتے ہوئے یا کسی بھی قسم کی خدمت کرتے ہوئے چاہیئے کہ کسی مسئلہ کیلئے بار بار عرض نہ کریں اور نہ ہی بار بار جسم کے کسی بھی حصے (سر مبارک، دست مبارک، پاؤں مبارک) کو چومیں، ایسا کرنے سے کئی مریدین اپنے مقامات سے گر گئے (تنزلی ہوگئی)

☆.....جب مرشد نماز پڑھ رہے ہوں تو انکے دائیں، بائیں یا بالکل عقب میں (پیچھے) اسطرح نہ کھڑے ہوں کہ انکے جسم سے جسم ٹکرائے (مَس ہو)۔

☆.....باجماعت نماز پڑھتے ہوئے اگر مرشد بائیں جانب موجود ہوں تو امام کو چاہیئے کہ معمول کے مطابق دائیں جانب منہ کر کے دعا نہ مانگے بلکہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ مرشد کی جانب منہ کر کے دعا کرائے، ورنہ بے ادبی تصور کی جائے گی۔

☆.....اگر مرشد کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں تو اپنی نماز کو مرشد کی نماز سے طویل نہ کریں اور صرف فرض و سنتِ موکدہ اور واجب ادا کرے اور اپنی بقیہ نماز ایک طرف جا کر ادا کریں۔

☆.....مرشد کو کسی بھی مسئلہ یا کام کیلئے بار بار (لگاتار) عرض نہ کریں۔

☆.....مرشد سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا ادب کریں حتیٰ کہ آستانہ کی زمین کا بھی یہ سوچ کر ادب کریں کہ یہاں ہمارے آقا کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں کیونکہ روحانی طور پر بزرگان دین کی تشریف آوری کی وجہ سے وہ زمین بھی مقدس ہو جاتی ہے۔

☆.....کئی بزرگان دین اور اللہ و رسول ﷺ نے اس آستانہ عالیہ کو اپنا دربار فرمایا اس لیے اس آستانہ کے ادب کا تقاضا ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے ذکر کے بغیر کوئی محفل بھی نہ ہو اور اس آستانہ میں ذکر کرتے ہوئے داخل ہوں اور ذکر کرتے ہوئے ہی یہاں سے رخصت ہوں۔

☆.....اگر کوئی آستانہ عالیہ پر آئے اور مرشد سے نہ مل سکے تو اسے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ اتنی دور سے آئے اور کوئی فائدہ بھی نہیں ہوا کیونکہ فائدہ اور اجر تو اسی وقت ملنا شروع ہو جاتا ہے جب مرید زیارت شیخ کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے۔

☆.....یارانِ طریقت کو چاہیئے کہ مرشد کے سامنے ہی نہیں آپس میں گفتگو کے وقت بھی ادب کو ملحوظ خاطرِ رکھیں۔

☆.....اگر کوئی علیحدگی میں اپنا مسئلہ عرض کر رہا ہو تو اس وقت بھی بلا ضرورت قریب نہ جائیں۔

☆.....یارانِ طریقت کو چاہیئے کہ مرشد کے سامنے ہی نہیں آپس میں گفتگو کے وقت بھی ادب کو ملحوظ خاطرِ رکھیں۔

☆.....بلا مقصد مرشد کے پیچھے پیچھے نہ پھریں۔

☆.....بعض اوقات لوگ درویش سے اپنی نافرمان اور بدکار اولاد کیلئے دعا کراتے وقت کہتے ہیں کہ یہ آپ کا ہی بچہ/ بچی ہے تو ایسا ہرگز نہ کہنا چاہیئے۔ ایسے لوگ بجائے فائدہ کے نقصان اٹھا سکتے ہیں۔

☆.....اگر کسی محفل میں اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے پیر صاحبان بھی موجود ہوں تو مرید صادق کو چاہیئے کہ اپنی مکمل توجہ اپنے پیر کی طرف ہی رکھے لیکن احترام سب کا کرے۔

☆.....مرشد کی ذاتی استعمال کی چیزیں مثلاً جائے نماز، سجادہ (بیٹھنے کی جگہ) اور بستر ہرگز استعمال نہ کرے لیکن اگر وہ خود حکم فرمادیں تو ادب کا تقاضا ہے کہ پہلے تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر چومے اور پھر استعمال کرے ورنہ روحانی وجسمانی نقصانات سے دوچار ہوگا۔

ایک مرید نے غلطی سے اپنے مرشد کا جوتا پہن لیا بعدازاں اسکے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ اسکے مرشد کا جوتا تو نہیں، اسکے ذہن میں دو تین مرتبہ یہ خیال آیا لیکن اس نے لاپرواہی کی اور یہ سوچ کر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا (کیونکہ وہ جوتا بہت سے لوگوں کی جوتیوں کے درمیان ہی رکھا ہوا تھا) اور جوتا پہنے ہوئے ہی کام کرتا رہا کچھ دیر بعد ہی اس کو جسمانی تکلیف شروع ہوگئی اور طبیعت میں بے چینی ہوئی، اور طبیعت اتنی خراب ہوئی کہ اسکے پیشاب میں بھی خون کے قطرے آنے لگے۔ اس نے آستانہ عالیہ پر موجود صاحب ڈیوٹی صاحبان سے دعائیں کرائیں لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض بڑھتا گیا۔ آخر کار شیخ نے اسکے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ یہ کیا ماجرہ ہے؟ تو اشارہ ہوا اس نے تمہارا جوتا پہن لیا ہم نے باطنی طور پر اسکو آگاہ بھی کیا (اسکے دل میں خیال ڈالا) لیکن اس نے لاپرواہی کی

"اب اسکا علاج یہ ہے کہ کفارہ کے طور پر یہ انہی جوتیوں کو اپنے جسم پر پھیرے"

پھر اس نے ایسا ہی کیا اور شفاء پائی۔

☆.....مرید کو چاہیئے کہ تمام آداب احسن طریقہ سے بجالائے لیکن اگر مرید بعض آداب کو بجالانے میں اپنے آپ کو معذور پائے اور کوشش کرنے کے باوجود اس سے عہدہ برآ نہ ہوسکے تو معاف ہے۔

فنافی الشیخ

جب مرید صحیح عقیدت و محبت کے ساتھ مرشد کے احکامات پر عمل پیرا رہے، مرشد سے محبت میں اضافہ ہوتا رہے اور سالک مرشد کے ہی دھیان میں رہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ مرید کی بات مرشد کی بات ہوتی ہے اور مرشد کی جانب سے بتا دیا جاتا ہے کہ فنافی الشیخ مکمل ہوئی۔ بہت کم سالکین ایسے ہوتے ہیں جو اس مقام تک پہنچتے ہیں۔

فنافی الرسول ﷺ

☆ مقام فنافی الشیخ کے بعد مقام فنافی الرسول ﷺ ہے۔ سالک اگر مقام فنافی الرسول ﷺ یا فنافی اللہ کی منزل میں ہو پھر بھی اسکی اپنے شیخ سے عقیدت محبت اور ادب ضروری ہے اور اس وجہ سے اسے ان مقامات پر بھی ترقی دی جاتی ہے کیونکہ اللہ و رسول ﷺ احسان مند کو پسند فرماتے ہیں۔

فنافی اللہ

☆ مقام فنافی الرسول ﷺ کے بعد فنافی اللہ کی منزل ہے

☆ اللہ کی زیارت اور تجلی میں بھی فرق ہوتا ہے، ہر سالک کو اسکے ظرف کے مطابق تجلی ہوتی ہے۔

☆ جس طرح ہر سالک کو صحیح اور مکمل مقام فنافی الشیخ اور مقام فنافی الرسول ﷺ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح ہر سالک کو اللہ کی ذات میں بھی صحیح فنائیت حاصل نہیں ہوتی۔

☆ اللہ کا فیض (ذاتی فیض) ہونا اور بات ہے "قربت" اور "فنائیت" ہونا اور بات ہے

باب سوم

سوالات اور ان کے جوابات

سوال: راہِ سلوک سے کیا مراد ہے اور سالک کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ ایسا راستہ جس پر چل کر اللہ و رسول ﷺ تک پہنچا جائے ''راہ سلوک'' کہلاتا ہے اور راہِ سلوک پر چلنے والے مسافر کو ''سالک'' کہتے ہیں۔

سوال: فیض کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ اللہ و رسول ﷺ اور اولیاء کرامؒ سے محبت پیدا ہونا اور اسی محبت کی بنا پر عقائد میں پختگی پیدا ہونا، انوار کی بارش کا نظر آنا، حضور ﷺ، بزرگان دینؒ اور اولیاء کاملینؒ کی زیارتیں ہونا اور انکا دستگیری فرمانا، ذکر میں لذت و حلاوت محسوس ہونا اور وجدانی کیفیات طاری ہونا وغیرہ ہی ''روحانی فیض'' ہے۔

سوال: اللہ و رسول ﷺ تک رسائی کیسے حاصل کی جاسکتی ہے نیز وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: کوئی شخص خواہ کتنا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو وسیلہ اختیار کیے بغیر اللہ و رسول تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ پکڑو''۔

کلام الٰہی سے بھی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اہل ایمان اور اللہ سے ڈرنے والے بھی اگر اللہ تک رسائی حاصل کرنا چاہیں تو وسیلہ (ذریعہ) اختیار کریں۔ یہاں وسیلہ سے مراد ''مرشد کامل'' ہے۔

''وسیلہ'' اللہ و رسول ﷺ سے ملانے اور قریب کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور اسکی باطنی حالت (کیفیت) یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہراً تو بشر ہی ہوتا ہے لیکن اسکی روح تمام آلائشوں سے پاک ہو کر نور بن چکی ہوتی ہے اور وہ عالم باطن میں نور (اللہ و رسول ﷺ) سے نور (فیض) وصول کر کے ظاہر میں

انسانوں اور دوسری مخلوقات کو وہ نور (فیض) تقسیم کرتا ہے"۔

یعنی اللہ سے لیکر بندوں کو دینے والا اور مخلوق کو خالق سے ملانے والا ہو۔ جب سالک ایسے کامل مرشد کا وسیلہ اختیار کرے گا تب ہی اللہ و رسول ﷺ کو پا سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ناقصوں کے پیچھے برسوں بھی لگا رہے تو کچھ ہاتھ نہیں آئے گا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کپڑا خریدنا چاہے لیکن جوتوں یا برتنوں کی دکان میں چلا جائے اور وہاں کپڑا تلاش کرتا رہے تو اسکی تمام کوششیں بے سود ہونگی۔ اسی طرح اگر سالک بھی صحیح وسیلہ اختیار کرے گا تو کامیابی ہو سکتی ہے ورنہ کبھی بھی منزل تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ اللہ کے فقیر سے بہتر کوئی وسیلہ نہیں۔ کیونکہ فقیر کے فیض کی مثال تو سمندر کی طرح ہے جس میں انواع و اقسام کے گوہر نایاب (شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، عشق و مستی اور مجذوبیت وغیرہ کا فیض) ہوتے ہیں اور فقیر ہمہ اقسام کے فیض کا منبع ہی نہیں چاروں سلاسل سے خلافت یافتہ بھی ہوتا ہے۔ جس طرح تمام درویشوں کے حال و احوال ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اسی طرح انکے اختیارات، مقام و مرتبہ اور فیض کی نوعیت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کے پاس فیض کا کنواں ہے، تو کسی کے پاس نہر، کوئی دریا سے مخلوق خدا کو فیضیاب کر رہا ہے تو کوئی ٹھاٹھیں مارتا سمندر لئے بیٹھا ہے جو دن رات تقسیم ہو رہا ہے پھر بھی اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ طالب حق کو چاہیئے کہ نہر و دریا تک ہی محدود نہ رہے بلکہ سمندر تلاش کر کے اس سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرے تا کہ اس میں موجود لعل و جواہر سے بھی دامن بھر سکے۔

سوال:۔ "بیعت" کا کیا مطلب ہے اور بیعت کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: بیعت کا لفظ "بیع" سے نکلا ہے اور بیع کا مطلب ہے "بک جانا"۔ اصطلاح تصوف

میں بیعت شیخ اور سالک کے درمیان ایک عہد (وعدہ) ہوتا ہے جسے پورا کرنا دونوں کیلئے ضروری ہے۔ جو شخص بھی فیض وکرم کا طالب ہو یا اللہ ورسول ﷺ تک پہنچنا چاہے وہ کسی شیخ کامل کو دل وجان سے اپنا پیر ومرشد تسلیم کر کے اسکے سامنے اپنے تمام سابقہ صغیرہ وکبیرہ گناہوں اور غلطیوں (کوتاہیوں) کی معافی مانگتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی آئندہ کیلئے گناہوں سے بچنے اور شیخ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ (عہد) بھی کرتا ہے اور شیخ بھی وعدہ کے مطابق اسکے گناہ معاف کروا کر اسکی بخشش کروا دیتا ہے۔ اگر مرید وعدے کی پاسداری کرتا رہے تو شیخ بھی قدم قدم پر اسکی دستگیری وراہنمائی کرتا ہوا منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

بیعت کا عہد مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بھی کیا جاتا ہے اور کبھی مرشد مرید کو کوئی کپڑا یا رومال وغیرہ پکڑا کر اور کبھی صرف زبانی اقرار کروا کر ہی بیعت کر لیتا ہے اور اگر کبھی کوئی فیض وکرم کا طالب کسی مجبوری ومعذوری کی بناء پر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت نہ کر سکے تو دور بیٹھے ہی خط یا بیعت کا عہد نامہ (اقرار نامہ) کے ذریعے بیعت ہو کر بھی فیض حاصل کر سکتا ہے۔ بہت سے لوگ دنیاوی مقاصد کے لئے بیعت کرتے ہیں اور بہت سے لوگ جنت کی طلب اور مقام ومرتبہ کے لالچ میں بیعت ہوتے ہیں یہ درست نہیں ہے کیونکہ اللہ ورسولؐ نے دنیاوی مقاصد کیلئے بیعت ہونے کی مذمت فرمائی ہے۔

جب کوئی مرید شیخ سے بیعت ہوتا ہے تو مرید کے ہاتھ پر مرشد کا ہاتھ اور مرشد کے ہاتھ پر اسکے مرشد کا ہاتھ یہاں تک کہ واسطہ در واسطہ مرشد کے ہاتھ پر حضور نبی کریم ﷺ کا دست مبارک اور حبیب خدا ﷺ کے دستِ مبارک پر خدائے لم یزل کا دست رحمت ہوتا ہے۔ یوں انسان مرشد کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اللہ و رسول ﷺ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور مرشد کامل کا مرید کو قبول کرنا حقیقت میں اللہ ورسول ﷺ کا قبول کرنا ہی ہوتا ہے اور پھر مرشد کریم اور سلسلہ کے تمام مشائخ عظام ہی نہیں بلکہ اللہ ورسول ﷺ بھی اس مرید پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں۔

سوال:۔ پیر طریقت کسے کہتے ہیں؟

جواب: پیر طریقت کا مطلب ہے طریقہ بتانے والا۔ اصطلاح تصوف میں ایسا شیخ جو سالک کو اللہ و رسول ﷺ کے راستے پر چلنے کا طریقہ بتائے ''پیر'' کہلاتا ہے۔

فقراء کے نزدیک ''پیر و مرشد'' وہ ہے جو سالک کو نہ صرف اللہ و رسول ﷺ تک پہنچنے کا طریقہ بتائے (راستہ دکھائے) بلکہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کر کے منظور بھی کروا دے۔ ایسا پیر جو سالک و مرید کی بخشش کروا کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں نہ پہنچا سکے، ولایت عطا نہ کر سکے وہ ہرگز پیر کہلانے کا حقدار نہیں کیونکہ جسکی اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں خود اپنی پہنچ نہ ہو وہ دوسروں کو ان سے کیسے ملا سکتا ہے؟۔

☆ پیر کسے کہتے ہیں؟ اسکا جواب باطنی طور پر اس فقیر کو یوں سمجھایا گیا۔

ایک رات میرے آقا رؤف الرحیم، حضور پر نور محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس غلام کو اپنی زیارت بابرکت سے نوازا اور میرے کندھے پر اپنا دست شفقت رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''پیر کی دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے''

میں دل ہی دل میں عرض کرتا ہوں بے شک میرے آقا بے شک! آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ پھر آپ سرکار ﷺ نے دوبارہ میرے کندھے پر اپنے دست رحمت سے ذرا زور ڈالتے ہوئے اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

''پیر کی دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے''۔

آپکا فرمان مبارک سن کر میں عرض کرتا ہوں۔

''میرے آقا ﷺ اصل ''پیر'' تو آپ ﷺ ہیں جو تمام نبیوںؑ، ولیوںؒ اور تمام مخلوقات کے بھی ''پیر'' ہیں اور جسے آپ ﷺ فرما دیں وہ بھی پیر بن جاتا ہے اور آپ ﷺ کے فرمانے سے ہی

میں ''پیر'' ہوں ورنہ میری اوقات کیا؟

میری بات سن کر آپ سرکار ﷺ مسکرائے اور اثبات میں سر مبارک ہلایا گویا فرما رہے ہوں کہ ''تو نے ٹھیک کہا ہے''۔

بہت سے خود ساختہ پیر اپنے نام کیساتھ ''پیر'' کا لفظ لگا کر پیری مریدی کی دکان تو چمکا لیتے ہیں لیکن تصوف و روحانیت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی انکی اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے اسکے علاوہ بہت سے تعویذ دھاگہ کرنے والے عامل حضرات بھی اپنے نام کیساتھ ''پیر'' کا لفظ لگا کر مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

﴿:۔ ایک مرتبہ میرے راہبر و راہنما حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ نے مجھے باطنی طور پر پندرہ، بیس پیروں کی شکلیں دکھائیں جن میں کچھ باریش اور زیادہ بغیر داڑھی والے تھے۔ آپؒ نے فرمایا!

'دیکھو جی! انکی شکلوں میں شیطان آ سکتا ہے کیونکہ انکی منظوری نہیں بلکہ انہوں نے خود ہی پیری مریدی چلا رکھی ہے' یعنی باطنی طور پر انہیں اللہ و رسول ﷺ، پیر و مرشد کی بارگاہ سے بیعت کی اجازت نہیں۔ آج بھی جہالت اور کم علمی کی بناء پر لوگوں کا خیال ہے کہ ''پیر تو وہ ہے جو تعویذ لکھ کر دے اور دنیاوی مسائل حل کرے''۔

جاننا چاہئے کہ اس قسم کی چیزوں کا ولایت سے کوئی تعلق نہیں اور صرف تعویذ دھاگہ یا عملیات سے کسی دنیاوی کام کو کرنے والا ہرگز پیر نہیں ہوتا اس لیے پیر کا لفظ سوچ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیئے۔

''پیر کا تو پہلا فرض ہی یہ ہے کہ وہ اپنے مریدین کے ہر قسم کے گناہ معاف کروا کر جنتی بنا دے خواہ وہ (مرید) لوحِ محفوظ پر دوزخی ہی کیوں نہ ہو''۔ حضرت سلطان باہوؒ بھی فرماتے ہیں

''جے پیر پھڑیاں پیڑ نہ جاوے تے اس پیر نوں کہیہ کرنا ہو''

جو اپنے مرید کی دنیا میں تسلی نہ کروا سکے وہ آخرت میں کیا دستگیری کرے گا۔

سوال:۔ ''مرید'' کسے کہا جاتا ہے اور مرید کب ''مراد'' بنتا ہے؟

جواب: اصطلاح تصوف میں ''مرید'' اسے کہا جاتا ہے جو راہِ حق پر چلنے اور اللہ و رسول ﷺ تک پہنچنے کیلئے کسی شیخ سے بیعت کرے اور پھر اپنے شیخ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کیلئے کوشاں رہے۔

''فقراء کے نزدیک ''مرید'' وہ ہے جو اپنی مرادوں (مرضی اور ارادوں) کو شیخ کی مرضی اور ارادوں کے تابع کر دے'' اور شیخ پر کبھی بھی کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔

اور ایسا کرنے والا مرید بہت جلد دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھر لیتا ہے ایک مرتبہ اللہ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوا!

''ہم تمہارا مرید صرف اسے مانیں گے جو تمہارا کہنا مانتا ہوگا''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرید تو لاکھوں بنتے ہیں لیکن اللہ و رسول ﷺ کی نظر میں ''مرید'' صرف وہی شمار ہوتا ہے جو شیخ کا فرمانبردار ہو۔ جو شیخ کے زبان سے اللہ و رسول ﷺ کا حکم سنے اور پھر بھی عمل نہ کرے وہ کیسے مرید ہو سکتا ہے؟۔

''جو مرید بھی مرشد کے ایک اشارے پر اپنا مال، عزت و آبرو اور جان بھی قربان کر دے پھر وہ مرید سے ''مراد'' بن جاتا ہے''۔

سوال:۔ ''فنا فی الشیخ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: راہِ سلوک کی پہلی منزل عشق و محبت کیساتھ مرشد کی ذات میں فنا ہونا ہے سالک کا پیر و مرشد کیلئے دل و جان سے فدا ہونا ''فنا فی الشیخ'' کہلاتا ہے۔ جب مرید صادق اطاعت و محبت کے ذریعے مرشد کا منظور نظر ہو جاتا ہے تو اسمیں مرشد کی ذات و صفات کا ظہور ہونا شروع ہو جاتا ہے اسے

ہر وقت مرشد کی نگاہِ کرم اور دستگیری حاصل رہتی ہے۔فنافی الشیخ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک شیخ کی بارگاہ میں اپنے آپ کو حقیر جانے اور اپنی مرضی اور خواہشات کو بالکل ختم کردے۔مرشد کے قول وفعل کی اس قدر پیروی کرے کہ مکمل طور پر انکے رنگ میں ہی رنگ جائے اور صرف وہی ذات باقی رہ جائے شیخ کے تصور اور محبت میں ایسی فنائیت حاصل کرلے کہ ہر شے میں مرشد ومحبوب کا جلوہ ہی نظر آئے۔جب سالک شیخ سے ایسی محبت کرتا ہے تب ہی کمال کو پہنچتا ہے پھر وہ طالب سے مطلوب اور محبّ سے محبوب بن جاتا ہے اور اسے شیخ کی ذات میں فنائیت حاصل ہوجاتی ہے۔فنافی الشیخ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک شیخ یہ نہ کہہ دے کہ ''میں'' ''تو'' (مرید) ہے۔بعض سالکین کو جب بیعت کے بعد مقام فنافی الشیخ میں شیخ سے محبت اور قربت کے خواب نظر آتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ شائد انہیں ''مقام فنافی الشیخ'' حاصل ہوگیا حالانکہ ابھی تو شیخ سے محبت واطاعت کی بناء پر انہیں مقام فنافی الشیخ کا صرف ''فیض'' مل رہا ہوتا ہے، ''مکمل مقام فنافی الشیخ'' حاصل نہیں ہوا ہوتا جن سالکین کو صحیح اور مکمل طور پر مقام فنافی الشیخ حاصل ہوجائے انکی تربیت کا 80% کام اس مقام پر ہی مکمل ہوجاتا ہے۔

سوال:۔کیا ہر سالک راہِ سلوک کا 80% راستہ مقامِ فنافی الشیخ میں ہی طے کرلیتا ہے؟

جواب: بہت کم سالکین ایسے ہوتے ہیں جنکا 80% راستہ مقام فنافی الشیخ میں ہی طے ہوجائے اور جنہیں صحیح مقام فنافی الشیخ حاصل ہوجائے۔تمام سالکین کو ایک جیسا مقام فنافی الشیخ حاصل نہیں ہوتا ہے۔سالک کی شیخ میں فنائیت اسکی اپنے شیخ سے محبت اور قربت کے لحاظ سے ہوتی ہے جس سالک کو شیخ سے جتنی اور جیسی محبت اور قربت حاصل ہوتی ہے اسکی شیخ کی ذات میں فنائیت بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔بعض سالکین اس مقام پر بڑی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جلد از جلد اگلے مقام

(مقام فنافی الرسول ﷺ) میں جانے کیلئے خواہش یا اصرار کرتے ہیں۔ شیخ بھی ایسے سالک کو زبردستی اس مقام پر نہیں روکے رکھتا بلکہ جلد ہی (تھوڑی بہت ہی) یہ منزل (منزل فنافی الشیخ) طے کروا کر اگلی منزل میں پہنچا دیتا ہے۔ حالانکہ سالک کیلئے بہتر تو یہ ہے کہ راہِ سلوک کا زیادہ سے زیادہ راستہ مقام فنافی الشیخ میں ہی طے کر لے کیونکہ یہاں آسانیاں زیادہ ہیں۔ اس مقام پر اگر کوئی مسئلہ یا رکاوٹ ہو یا پھر کسی گناہ، غلطی یا بدعقیدگی اور ادب میں کمی رہ جانے کی وجہ سے روحانی ترقی رک جائے تو سالک ظاہری طور پر شیخ سے عرض کر کے بھی مسئلہ حل کروا سکتا ہے اور معافی بھی جلد ہو جاتی ہے لیکن بارگاہِ رسالت ﷺ میں بہت ادب اور احتیاط کی ضرورت ہے وہاں اگر ذرا سی بھی بے ادبی، غلطی، گستاخی یا ادب میں کمی ہو جائے تو مسئلہ حل ہونے میں مہینوں اور سالوں بھی لگ سکتے ہیں اس لیے سالک کو چاہیئے کہ اس مقام پر کبھی جلدی نہ کرے اور صحیح اور مکمل طور پر مقام فنافی الشیخ حاصل کر لے اگر ایسا ہوا تو شیخ اس سالک کی تقریباً 80% تربیت تو منزل فنافی الشیخ میں ہی مکمل کر دیتا ہے۔

سوال: حصولِ فیض کیلئے عقیدہ کی کیا اہمیت ہے؟ اور بدعقیدگی کے کیا کیا نقصانات ہیں؟

جواب: حصولِ فیض کیلئے عقیدہ بنیادی شرط ہے اور جس قسم کا سالک کا عقیدہ ہوگا اسے ویسا ہی فیض ملے گا جس سالک کا عقیدہ جتنا زیادہ مضبوط (درست) ہوگا وہ اتنے ہی آرام اور آسانی کیساتھ منزل مقصود پر پہنچ جائے گا کیونکہ مرشد کی مثال تو انجن کی سی ہے، مرید کی مثال مسافر اور عقیدہ کی مثال گاڑی کے ڈبے کی سی ہے جس سالک کا عقیدہ جتنا صحیح ہوگا وہ ویسے ہی ڈبے میں سفر کرتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں ہوتا ہے اگر کوئی مسافر خود ہی راستے میں اتر جائے تو وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی ائیر کنڈیشن، کوئی فسٹ کلاس، کوئی سیکنڈ اور کوئی تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کر رہا ہوتا ہے انجن کا کام تمام مسافروں کو لے کر

چلنا ہوتا ہے خواہ وہ کسی بھی ڈبے میں موجود ہوں۔ جو سالک جتنا زیادہ اپنا عقیدہ درست رکھتا ہے اسے باطنی فیض بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔

سالک کو چاہیئے کہ جب بھی مرشد نوازنا چاہیے اور اس پر اپنی توجہ کرے تو اسکا باطن بھی مرشد کی طرف سے کی گئی توجہ (فیض) کو قبول کرے کیونکہ اگر باطن صحیح نہیں (عقیدہ درست نہیں) تو توجہ بھی کم اثر کرتی ہے اور سالک فیض سے محروم رہ جاتا ہے۔ بدعقیدگی باطن کی بیماری اور روح کی ناپاکی ہے، جسمانی بیماری کی طرح اس روحانی بیماری کے بھی جراثیم ہوتے ہیں جو کمزور اور بدعقیدہ لوگوں پر جلد اثر کر جاتے ہیں۔ بدعقیدہ کی صحبت کی وجہ سے انسان خود بھی بدعقیدہ ہو کر مختلف روحانی وجسمانی بیماریوں اور مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے۔ اسلئے بدعقیدہ کی بات بھی نہ سنیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دورِ رسول ﷺ کے بدعقیدہ لوگوں (کافروں) کے بارے میں ارشاد فرمایا!

''یہ اپنے عقائد کی وجہ سے نرے ہی نجس (ناپاک) ہیں''۔ (القرآن)

بدعقیدہ اگر خانہ کعبہ میں بھی ہے تو اپنے عقیدہ کی وجہ سے ناپاک ہی ہے اسکے برعکس مومن (عقیدہ درست رکھنے والا) بیت الخلاء (حالتِ نجاست) میں بھی ناپاک نہیں جیسا کہ میرے آقا حضور سیدنا محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''مومن کبھی ناپاک نہیں ہو سکتا''۔ (حدیث)

قرآن کریم نے بدعقیدہ کی صحبت سے دور رہنے کا حکم فرمایا!

''پس بعد نعمت کے ظالموں (بدعقیدہ) کے ساتھ مت بیٹھ۔'' (سورہ انعام)

میرے دادا مرشد حضرت سیدنا امیر ملت سرکارؒ نے بھی بدعقیدہ کی صحبت سے دور رہنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا!

''جس جگہ بدعقیدہ بیٹھ کر چلا جائے اس جگہ پر بھی نہ بیٹھو''

شیطان سالک کا کھلا دشمن ہے اور وہ تو چاہتا ہی یہ ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سالک کا عقیدہ خراب کر کے اسکی بنیادیں ہلا دے کیونکہ سالک کی لاپرواہی یا گناہوں کیوجہ سے اسکے روحانی معاملہ میں ترقی رک جاتی ہے لیکن وہ اپنے مقام سے نہیں گرتا لیکن اگر عقیدہ خراب ہو جائے تو سالک اپنے مقام سے بھی گر جاتا ہے اور یہ نری بربادی ہے۔ اسلئے اگر مرشد کامل ہوں تو ہرگز عقیدہ خراب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ عقیدے میں تھوڑی سی بھی خرابی سالک کو اپنے مقام، اللہ و رسول ﷺ اور پیر و مرشد کی نظروں سے بھی گرا دیتی ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں تو وہی منظور ہے جسکا عقیدہ (باطن) ٹھیک ہے۔ بعض سالکین کے معاملات کئی کئی برس چلتے ہیں لیکن پھر عقیدہ میں خرابی کی بنا پر روحانی ترقی رک جاتی ہے اور نقصان ہوتا ہے۔

﴿:۔ ایک مرتبہ میرے آقا حضور پرنور حضرت محمد ﷺ نے اپنی زیارت بابرکت سے نوازا اور ارشاد فرمایا!

"بدعقیدہ شخص کو ہم خود اس محفل (محفل ذکر) سے نکال دیں گے اسے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔"

اس سے ایک تو اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہاں آنے والوں کی آپ ﷺ خود دستگیری فرما رہے ہیں اور ان محافل میں بیٹھنے والا ہر فرد بھی آپ کی نظر میں ہے، نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ انکے ظاہر کو دیکھ رہے ہیں بلکہ انکی باطنی حالت سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ سب سے اہم بات جو اس فرمان سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بدعقیدگی اتنی بڑی بدبختی ہے جسکی وجہ سے انسان صحبتِ اولیاء سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ عقیدہ میں لغزش آنا (کمزور ہونا) بدبختی کی علامت ہے۔ طریقت میں عقیدے کا پلٹ جانا (عقیدے کو خراب کر لینا) کافر ہونا کہلاتا ہے اگر وہ پھر بھی اپنے آپ کو درست سمجھے تو یہ اسکے نفس کا دھوکہ ہے اور جو حق سے ہٹ گیا اسکی کہیں بات نہیں بن سکتی۔ عقیدہ خراب کر کے خودسری اور بے لگامی کا

مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ شتر بے مہار جہاں جائے گا ڈنڈے اور مار کھائے گا لیکن جو قطار میں لگا ہوگا خواہ دبلا اور کمزور ہی کیوں نہ ہو وہ ایک نہ ایک دن منزل پہ پہنچ جائے گا لیکن جو قطار سے باہر ہوا سے کبھی رستہ نہیں مل سکتا کیونکہ اس نے اپنے مالک سے لگام چھڑالی ہے اور کہتا ہے کہ تو صحیح نہیں ہے ہمیں رستہ آتا ہے خود ہی پہنچ جائیں گے جو بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے اسکے لیے معافی نہیں۔

چور (شیطان) وہیں آتا ہے جہاں مال (عقیدہ) دیکھتا ہے۔شیطان بھی ایمان کا دشمن ہے جہاں کسی کا ایمان اور عقیدہ مضبوط دیکھتا ہے گمراہ کرنے چلا آتا ہے۔ بدعقیدگی کا نقصان باطنی طور پر اس سادہ سی مثال کے ذریعے مجھے یوں سمجھایا گیا کہ

عقیدہ خراب کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ چور یا ڈاکو کو اپنے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کی اجازت دیدی ہو۔جتنی دیر چور (شیطان) گھر (دل و ذہن) میں رہا اتنی ہی دیر وہ چوری کرتا رہے گا (ایمان خراب کرتا رہے گا اور فیض کو ضائع کردے گا) اگر اسے تھوڑی دیر چوری کا موقع ملا (بدعقیدہ رہا) تو تھوڑی چوری کرے گا اور تھوڑا نقصان ہوگا (تھوڑا فیض ضائع ہوگا) لیکن اگر زیادہ دیر کیلئے اپنے دروازے چور کیلئے کھلے رکھے اور اسے چوری کا موقع دیئے رکھا (زیادہ دیر عقیدہ خراب رہا) تو نقصان بھی اسی حساب سے زیادہ ہی ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر موقع زیادہ مل جائے تو وہ گھر کا مکمل صفایا ہی کردے یعنی سالک اپنے ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے، اس لیے سالک کو چاہیئے اول تو بدعقیدہ نہ ہو لیکن اگر خوانخواستہ کسی کا عقیدہ خراب ہو بھی جائے تو چاہیئے کہ فوراً ہی توبہ کر کے رجوع کرلے ورنہ پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

عقیدہ خراب کر لینا ہی اصل خرابی ہے جس پودے (سالک) کی جڑیں ہل جائیں (عقیدہ خراب ہو جائے) اسے جو چاہے اکھاڑ لے۔اسکا کام خراب ہے جو طریقت کی لائن میں قدم رکھنے کے بعد واپس مڑ جائے یا اپنا عقیدہ خراب کرلے اور پھر معافی مانگ کر دوبارہ رجوع بھی نہ کرے ایسے سالک

کو پھر کہیں بھی چین نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت بابا فرید سائیںؒ نے ایسے سالکین کیلئے فرمایا ہے۔

یار فریدا جھڑیاں راہوں مڑیاں　　اوہو آردیاں نہ پاردیاں

جس سالک کا عقیدہ درست رہا تو دنیا میں ہی نہیں قبر اور آخرت میں بھی اسکا حال بہت اچھا ہوگا لیکن جسکا عقیدہ خراب ہو جائے ایسے مرید کی ذمہ داری پھر شیخ پر نہیں رہتی۔ کیونکہ اس نے بیعت کرتے وقت عقیدہ درست رکھنے کا جو عہد کیا تھا اسکی خود ہی خلاف ورزی کی سالک کو چاہیئے کہ مرتے دم تک اس عہد (درست عقیدہ) پر قائم رہے۔ تاکہ شیخ بھی وعدہ کے مطابق اسکی ہر حال میں دستگیری فرمائے اگر کوئی خود ہی اس وعدہ سے منحرف ہوتا ہے تو اسکا اپنا ہی نقصان ہے شیخ کا نہیں۔

سوال: شیطان کن فریبی چالوں کے ذریعے سے سالک کو ورغلاتا ہے اور ان سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: نفس کے علاوہ سالک کا دشمن شیطان لعین ہے جو نفس کا معاون اور مددگار بھی ہے شیطان سالک کا ایسا دشمن ہے جو اسکی سالہا سال کی عبادات و ریاضت کو اپنے شیطانی ہتھکنڈوں اور فریبی چالوں سے پل میں ضائع کروا دیتا ہے۔ اس لیے اس سے بچنا سالک کیلئے بہت ضروری ہے۔

حضور ﷺ کے فرمان مبارک کا مفہوم ہے

''شیطان کی چالوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی رینگتی ہے تو اس کا پتہ نہیں چل سکتا اسی طرح شیطان کی چالوں کا اندازہ لگانا بھی بہت مشکل ہے کہ وہ کس کس طریقہ سے انسان کو بہکاتا ہے۔''

جب کسی سالک کو کوئی مقام و مرتبہ عطا کرنا ہوتا ہے تو اس سے پہلے اس کی آزمائش کی جاتی ہے کہ وہ اس قابل ہے بھی یا نہیں شیطان چونکہ سالک کا دشمن ہے اس لیے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اسکی روحانی ترقی ہو اس لیے وہ بھی اپنی کوششیں تیز تر کر دیتا ہے۔

اور جہاں سے بھی راستہ ملتا ہے (سالک کا عقیدہ کمزور دیکھتا ہے) وہیں اسے اسکے دل و دماغ میں وسوسے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی اسکی فریبی چال کا شکار ہو جائے تو اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔

ایک مرتبہ شیطان نے حضرت غوث الاعظم سرکارؒ کے پاس آ کر کہا۔

''میں روزانہ سو میں سے ستر ولیوں کو (بہکا کر) انکے مقام سے گرا دیتا ہوں''

شیطان جب کسی سالک کو راہِ حق سے ہٹانے کیلئے اپنے دامِ فریب میں گرفتار کرتا ہے تو مختلف حربے آزماتا ہے مثلاً

☆:۔ اگر کسی سالک کا مال و دولت اور کاروبار وغیرہ نہ رہے تو اس وقت شیطان بھی اپنی کوششیں تیز کر دیتا ہے اور مختلف لوگوں (عزیز و اقارب و دوست احباب وغیرہ) کے روپ میں آ کر اسکو ورغلاتا ہے اور کہتا ہے ''پیر'' تو گھروں کو آباد کرتے ہیں لیکن تو پتہ نہیں کس پیر کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ تیرا تو گھر بار ہی اجڑ گیا یا کاروبار بالکل ہی ختم ہو گیا اور نوبت فاقوں تک آ گئی۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسے وقت میں کسی کی بات بھی نہ سنے اور کسی کی پرواہ کیے بغیر ہمیشہ راضی برضا رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ سوچے کہ میں کسی دنیاوی مقاصد کیلئے بیعت نہیں ہوا تھا اور نہ ہی بیعت کے وقت شیخ نے مجھ سے کوئی ایسا وعدہ کیا تھا کہ بیعت ہو جانے کے بعد وہ مجھے دنیاوی دولت سے مالا مال کر دے گا۔

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ سالک کی تربیت کیلئے اور اسکی آزمائش کی غرض سے اس سے بے نیازی برتتا ہے۔ ایسے میں شیطان سالک پر حملہ کر کے اسکو شیخ کے رویہ سے

دلبرداشتہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سالک یہ سوچتا ہے کہ میرا تو شیخ کی خاطر گھر بار اجڑ گیا اور میں ذلیل ورسوا ہو گیا لیکن کیا ابھی تک میں شیخ کی نظر میں ہی نہیں آیا (منظور نظر نہیں ہوا) سالک کو چاہیئے کہ مرشد کی بے نیازی سے ہرگز دلبرداشتہ نہ ہو اور کوئی غلط خیال دل میں نہ لائے کیونکہ یہ عارضی آزمائش ہوتی ہے۔

☆.....جب شیطان کا کسی طرح وار نہیں چلتا تو وہ سالک کو اسکی خدمات یاد دلا کر اسے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور سالک خود یہ سوچتا ہے یا شیطان کسی دوست احباب کی شکل میں آ کر اس سے یہ کہتا ہے کہ اگر وہ اتنی محنت کسی دنیاوی مقاصد کیلئے کرتا تو اب تک بہت سے فوائد حاصل ہو جاتے، یہاں تو کچھ بھی نہیں ملا یوں وہ سالک کے دل میں ناشکری پیدا کرتا ہے اور ناشکری شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ بہت سے لوگ شیطان کی اس چال کو سمجھ نہیں پاتے اور منہ سے ناشکری کے الفاظ نکال کر اپنا کام خراب کر لیتے ہیں۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسے وقت میں شیطان کی چال کو سمجھے اور سوچے کہ یہ فوائد کیا کم ہیں کہ میری بخشش ہو گئی اور زیارتیں، بشارتیں بھی ہو رہی ہیں اور وقت نزع، قبر، حشر میں بھی پیرومرشد میری دستگیری فرمائیں گے۔

☆.....کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان اپنی فریبی چال کے ذریعے سالک کے ذہن میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اس پر شیخ کی جو عنایات اور فیض (حلاوت و زیارتیں وغیرہ یا کوئی مقام جو عطا ہوا ہو) تو اسکی عبادت وریاضت، خدمات اور ذاتی خوبیوں کی وجہ سے ہوا ہے اور وہ تھا ہی اس قابل۔

وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب اسکا اپنا کمال ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسی شیطانی سوچ (خیال) کو ہرگز دل میں جگہ نہ دے اور اپنے اوپر ہونے والے ہر کرم کو شیخ کی نظر کرم ہی سمجھے۔

☆.....بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شیطان سالک کے دل میں ایسی بات ڈالتا ہے کہ جس کی وجہ سے اسکو اپنے شیخ کی کوئی بات یا کام برا (غلط) معلوم ہوتا ہے یا وہ یہ سوچتا ہے کہ فلاں بزرگ تو ایسا نہیں کرتے۔

خبردار! ایسی سوچ محض شیطانی وسوسہ ہے، سالک کو چاہیئے کہ ہرگز ہرگز شیخ پر کبھی کوئی

اعتراض نہ کرے کیونکہ اعتراض خواہ رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو فیض کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

☆.....اگر کسی سالک کو بیعت کے بعد بھی اپنے باطن میں کوئی خاص تبدیلی محسوس نہ ہو تو شیطان اسکے ذہن میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ ''پیر و مرشد'' ہی کامل نہیں ورنہ اب تک کہاں سے کہاں پہنچا دیتے کیونکہ کامل پیر تو پل میں چور کو بھی قطب بنا دیتے ہیں۔ سالک کو چاہیئے کہ ایسے میں شیطان کی چال کا شکار نہ ہو بلکہ سوچے کہ اگر ابھی تک کوئی خاص باطنی تبدیلی نہیں ہوئی تو اس میں قصور شیخ کا نہیں اس کا اپنا ہے۔ مرید کو چاہیے کہ زیادہ دلجمعی کے ساتھ ذکر، فکر اور شیخ کی اطاعت میں لگا رہے۔ انشاء اللہ بہت جلد کامیابی ہوگی۔

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ سالک کے نفس کو سنوارنے (تکبر وانا کو ختم کرنے) کیلئے اسے دوسروں کے سامنے ذلیل کر کے دیکھتا ہے ایسے میں سالک کو چاہیئے کہ شیخ کے کسی بھی قسم کے رویہ (ذلت) سے دلبرداشتہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی غلط خیال دل میں لائے اور اگر دل و دماغ میں غلط خیال یا وسوسے بھی آئیں تو انہیں دہرائے نہ بلکہ جھٹکنے کی کوشش کرے اور تصور شیخ میں گم ہو کر ذکر خفی کرتا رہے اگر حملہ شدید ہو تو علیحدہ میں جا کر وہی غلط باتیں، جو شیخ کیلئے ذہن میں، یا زبان پر آ رہی ہوں اپنے نفس اور شیطان کیلئے کہے کہ تو (شیطان) ہی ایسا ہے کیونکہ شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ سالک اپنے منہ سے شیخ کیلئے نازیبا الفاظ نکالے اور اسکا وار کامیاب ہو جائے یہ وقت سالک کیلئے بڑا مشکل ہوتا ہے بعض سالکین پر تو شیطان کا یہ وار کامیاب بھی ہو جاتا ہے اور بعض سالکین کی اسی حد تک بچت ہو جاتی ہے کہ زبان سے نازیبا الفاظ تو نہیں نکالتے لیکن پیچ و تاب کھاتے ہوئے دل ہی دل میں وہ الفاظ دہراتے رہتے ہیں بچت صرف اس وقت تک ہے جب تک بات منہ سے نہ نکلے۔ جب بات زبان سے نکل جاتی ہے تو حجت ہو جاتی ہے پھر وہ (سالک) خواہ کتنے ہی بلند مقام و مرتبہ پر فائز کیوں نہ ہو اسکی فوراً تنزلی ہونا شروع

ہو جاتی ہے یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جو سالک شیخ کیلئے غلط بات (سوچ، خیال) کو زبان پر نہ لائے لیکن دل ہی دل میں دہراتا رہے تو اس سے بھی سالک کے روحانی معاملات پر فرق پڑتا ہے اور تنزلی ہوتی ہے۔

سوال: اگر وسواس (شیطانی خیالات) آئیں تو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب: شیطان سالک کا بہت بڑا دشمن ہے اور اسے انسان کو بہکانے کا اختیار بھی حاصل ہے اسی لیے وہ سالک کے خون میں شامل ہو کر دل اور ذہن میں وسوسے ڈالتا ہے، اس لئے وسوسوں پر دھیان نہ دینا چاہیئے بلکہ اپنے عقیدہ کی پختگی کا فوری اظہار کرنا چاہیئے تا کہ شیطان کا مقصد پورا نہ ہو۔ البتہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وسواس کا آنا بری بات نہیں البتہ ان پر غور کرنے سے نقصان ہوتا ہے حتیٰ کہ سالک کا ایمان بھی خراب ہو جاتا ہے۔ وسواس کو برا سمجھنا ضمیر کے زندہ ہونے کی علامت ہے اور اگر وسواس زیادہ آئیں تو اپنی توجہ ذکر، فکر کی طرف رکھنی چاہیئے۔

حضرت توکل شاہؒ فرماتے ہیں!

"کبھی کسی مانگنے والے کو دیکھا ایک ہاتھ میں کاسہ ہوتا ہے ایک ہاتھ میں سوٹا (ڈنڈا) اگر کتے پیچھے پڑ جائیں تو ڈنڈے سے دور ہٹاتا ہے اور دوسرے ہاتھ میں کاسہ میں بھیک مانگتا ہے اگر کتوں کو پیچھے ہٹانے میں ہی لگ جائے گا تو بھیک نہ ملے گی اور اگر صرف بھیک مانگنے میں لگا رہا تو کتے تنگ کرتے رہیں گے۔ اس لیے دونوں کام ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ وسواس ہوں تو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نیت سے قدم بوسی کریں اگر دور ہوں تو تصور میں یہ عمل کریں اور اللہ کا ذکر خاص طور پر "ذکر خفی" جاری رکھے۔

سوال: ''روحانی بیماریاں'' اور انکے نقصانات کیا ہیں؟ اور اگر کوئی سالک روحانی بیماریوں کا شکار ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب: جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ ''وہ اسباب جن کی وجہ سے سالک کی روح بیمار ہو جاتی ہے روحانی بیماریاں (باطنی امراض) کہلاتے ہیں انہیں روحانی و باطنی گناہ بھی کہا جاتا ہے چند ایک روحانی بیماریاں درج ذیل ہیں۔

روحانی بیماریاں

☆.....سالک کا اپنے مقصد سے توجہ (دھیان) ہٹا لینا اور یہ سوچنا کہ شیخ فلاں پر بہت نظرِ کرم کرتے ہیں (محبوب رکھتے ہیں) اور مجھ پر کم۔

☆.....اپنے معاملات کی بجائے دوسروں کے معاملات کی طرف دھیان دینا اور یاران طریقت سے محض اس وجہ سے حسد کرنا کہ ان پر شیخ کی نظر کرم (خواب و مشاہدات و کیفیات وغیرہ) زیادہ ہیں اور مجھ پر کم جبکہ میں بھی عقیدت محبت کرتا ہوں۔

☆.....اپنی اوقات بھول جانا اور اپنے محسن (مرشد) کا احسان بھول کر اسمیں عیب تلاش کرنا یعنی اپنے اندر اچھائیاں اور مرشد میں برائیاں نظر آنا اور شیخ کے قول و فعل پر اعتراض کرنا۔

☆.....ذات کے علاوہ انعامات یعنی مقام و مرتبہ، کشف و کرامات اور لذت و حلاوت کی خواہش کرنا اور یہ چاہنا کہ وہ پیر بنیں اور لوگ انکے ہاتھ پاؤں چومیں (بوسہ دیں) اور جب یہ سب کچھ مل جائے تو اسے اپنا کمال سمجھنا۔

☆.....غرور و تکبر کرنا اور اپنی انا کے زعم میں رہنا۔

☆.....ریا، فریب کاری، حسد، بغض، کینہ، لالچ، حب جاہ و مال وغیرہ بھی روحانی بیماریاں ہیں۔

☆.....روحانی معاملات میں اپنی عقل استعمال کرنا۔

☆.....حد سے زیادہ خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرشد و راہبر کو نظر انداز کرنا، مرشد کی کسی بھی بات کو اہمیت نہ دینا اور اسے فضول یا غیر اہم سمجھتے ہوئے اس پر عمل نہ کرنا اور حیل و حجت سے کام لینا۔

روحانی بیماریوں کے نقصانات

روحانی بیماریوں کے بہت نقصانات ہیں۔ اگر انکا بروقت علاج نہ کیا جائے تو سالک کی روح دن بدن بیمار سے بیمار تر ہوتی چلی جاتی ہے اور بالآخر ایک دن بالکل ہی مردہ ہو جاتی ہے اور جب روح (ضمیر) ہی مر جائے تو حجابات پیدا ہو جاتے ہیں اچھے، برے اور صحیح غلط کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔ ذکر، فکر اور عبادات، وغیرہ میں لذت و حلاوت محسوس نہیں ہوتی اور جب تک سالک کا دل روحانی امراض کا شکار رہے فیض کا حصول بہت مشکل ہوتا ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جس طرح اپنے جسم کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح اپنی روحانی صحت کی بھی فکر کرے۔ اول تو کوشش کرے کہ اسکی روح بیمار نہ ہونے پائے لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ اسکے دل و روح میں روحانی بیماریاں پیدا ہونے لگیں تو جس طرح جسمانی علاج کیلئے ڈاکٹر حکیم سے علاج کرواتا ہے اسی طرح روحانی صحت کیلئے اپنے شیخ (روحانی طبیب) سے رجوع کرے اور وہ جو بھی علاج تجویز کریں مکمل تندہی سے علاج کروائے۔ اگر علاج کیلئے کڑوی گولیاں اور ٹیکے (مختلف آزمائش) وغیرہ

تجویز کرے تو اس پر بھی ہرگز واویلا نہ مچائے اور اگر مرض شدید ہو اور آپریشن (ذلت ورسوائی و دیگر بڑی قربانیاں) وغیرہ کی نوبت بھی آجائے تو واویلا نہ مچائے کیونکہ طبیب بہتر جانتا ہے کہ مریض کا علاج کیسے کرنا ہے۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب بھی ذہن میں یہ خیال آئے کہ شیخ دوسرے سالک پر زیادہ نظرِ کرم کرتا ہے تو یہ سوچے کہ شیخ بہتر جانتا ہے کہ اس کے لیے کس وقت کیا بہتر ہے۔

ہمیشہ اپنی اوقات اور مرشد کا احسان یاد رکھے اور سوچے کہ یہ سب انکی نظر کرم کا صدقہ ہے ہر حال میں مرشد کا نام لیتا رہے کیونکہ جو مرشد کا احسان بھول جاتا ہے اسے رسول ﷺ بھی نامنظور فرما دیتے ہیں اللہ یہ دیکھتا ہے کہ جو سالک (شیخ) اسے اس مقام تک لایا ہے یہ اسکا کتنا احسان مند ہے۔

☆.....مرشد کے اشاروں کو سمجھے اور انکے چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی نظر انداز نہ کرے، بلا چون وچراں ان پر عمل کرے پھر دیکھے کہ اس میں کیسی باطنی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اسطرح سالک مرشد کی رضا بھی حاصل کر لیتا ہے۔

سوال:۔ راہِ سلوک میں ''حجابات'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایک تو حجابات وہ ہوتے ہیں جو گناہوں کی وجہ سے اللہ اور بندے کے درمیان پیدا ہو جاتے ہیں اور دوسرے وہ حجابات ہوتے ہیں جو روحانی امراض کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور فیض میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں۔ انسان اپنی حقیقت پر غور نہیں کرتا بندے اور خالق کے درمیان یہی سب سے بڑا حجاب ہے اسکے علاوہ بھی حجابات کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً

☆.....کھل کر اپنی طلب کا اظہار نہ کرنا۔

☆.....دست بوسی وقدم بوسی میں شرم محسوس کرنا۔

☆.....ذکر شیخ میں شرمانا یعنی دل میں شیخ کی محبت ہو اور زبان سے انکا ذکر کرتے ہوئے شرمانا

☆..... تمام روحانی بیماریاں (جو بیان کی جا چکی ہیں) بھی حجابات پیدا کرتی ہیں۔

سالک کو چاہیئے کہ مقام ومرتبہ کی خواہش ہرگز دل میں نہ لائے۔ صرف قرب الٰہی کا طالب رہے اور جو چیز بھی راہِ حق میں رکاوٹ بنے اور توجہ خراب کر رہی ہو، ذات سے دھیان ہٹا رہی ہو اسے دور کر دے اور ذات میں استغراق پیدا کرے، بڑی بات یہ ہے کہ ذات کی طرف دھیان ہو باقی سب حجابات ہیں۔

مذکورہ بالا حجابات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ جو بھی ان حجابات کا شکار ہیں انہوں نے خود اپنے اوپر پردے ڈالے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ کبھی ذات حقیقی کو نہیں پا سکتے۔

سوال:۔روحانی ''معاملہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: عام طور پر تو روحانی معاملہ ایسے ''روحانی وباطنی تعلق'' کو کہتے ہیں جس سے انسان کو پتہ چلتا رہے کہ اللہ و رسول ﷺ اسکی کس بات سے خوش ہیں اور کس بات سے ناراض ہیں'' یعنی بذریعہ خوابات و مشاہدات اس کی دستگیری وراہنمائی ہوتی رہتی ہے اور احکامات ملتے رہتے ہیں۔ایسے شخص کے خوابات سچے ہوتے ہیں اور ان کا دل اللہ ورسول ﷺ اور اللہ والوں کی محبت سے معمور ہوتا ہے۔

جسکا باطنی تعلق قائم ہو جائے اسے اکثر اسکی آئندہ زندگی میں پیش آنے (رونما ہونے) والے حالات وواقعات کے بارے میں آگاہ کر دیا جاتا ہے اور اسے یہ بھی دکھا دیا جاتا ہے کہ وقت نزع، قبر اور حشر میں اسکے ساتھ کیا حالات پیش آئیں گے۔

سوال: روحانی ترقی رک جانے اور فیض بند ہو جانے کے بعد جب دوبارہ فیض جاری ہوتا ہے تو جس مقام سے ترقی رکی تھی وہیں سے شروع ہوتی ہے یا نئے سرے (ابتداء) سے معاملات اور فیض شروع ہوتا ہے؟

جواب: اس معاملے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ بدعقیدگی کی نوعیت کیا تھی اگر بدعقیدگی شدید قسم کی ہو اور عقیدہ زیادہ دیر خراب رہے تو فیض بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، بعد میں جب کبھی عقیدہ درست ہو تو سالک کو شیخ کے ہاتھ پر پہلے "بیعت توبہ" کرنا ہوگی اور پھر اس کے بعد نئے سرے سے معاملہ شروع ہوگا۔

لیکن اگر بدعقیدگی یا اعتراض و گناہ وغیرہ کی نوعیت معمولی قسم کی ہو، تھوڑی دیر عقیدہ خراب رہے اور سالک کو بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور شیخ سے رجوع کر لے تو اسکے لیے بھی معافی مانگنا اور "بیعت توبہ" کرنا لازمی ہے لیکن ایسی صورت میں معاملہ درست ہو جانے پر جب دوبارہ فیض شروع ہوگا تو وہیں سے شروع ہوگا جہاں سے ترقی رک گئی تھی اور معاملہ خراب ہوا تھا لیکن ایسی صورت میں جتنی دیر عقیدہ خراب رہا اتنا فیض ضرور ضائع ہو جائے گا۔

اس لیے سالک کو چاہیئے کہ بدعقیدگی سے ہمیشہ بچتا رہے ایسا سالک جسے اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ سے شیخ کے برحق ہونے کی تصدیق بھی ہو جائے اور وہ فیض بھی حاصل کرتا رہے لیکن پھر کسی کے ورغلانے (اکسانے) پر اپنا عقیدہ خراب کر لے تو اس کا مطلب ہے کہ اسکی بنیاد ہی مضبوط نہیں ہوئی تھی۔

سوال: سالک کی روحانی ترقی رک جانے اور فیض بند ہو جانے کی کیا وجوہات ہوتی ہیں؟

جواب: فیض کے حصول کیلئے عقیدہ بنیادی شرط ہے جب تک سالک اپنا عقیدہ درست رکھتا ہے نوازا جاتا ہے خواہ (بظاہر) مرشد سے کتنا ہی دور ہو لیکن جب بھی دل و ذہن میں بدعقیدگی آتی ہے

تو پھر کام خراب ہو جاتا ہے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر کوئی غلطی یا گناہ نہ ہونے کے باوجود سالک کا فیض اچانک بند ہو جاتا ہے اور ترقی رک کر تنزلی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے اس مقام پر سالک ایک بڑی غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہتا ہے کہ شائد اسکے شیخ یا کسی اور نے اس کا فیض روک دیا ہے اسی وجہ سے اسکی عبادات میں لذت حلاوت اور کیفیات بالکل ہی ختم ہو گئیں ہیں جبکہ حقیقت میں ترقی رک جانے کی وجہ شیخ یا کوئی اور نہیں بلکہ سالک خود ہوتا ہے اور اسکی اپنی کوئی روحانی غلطی (گناہ) و بدعقیدگی ہی اسکے روحانی مقامات میں تنزلی کا باعث بنی ہے۔

ایک مرتبہ میرے آقا امام العاشقین حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ عالم رویاء میں تشریف لائے اور فرمایا!

''ہم نے دو مردوں اور عورتوں کا فیض بند کر دیا ہے کیونکہ انکا عقیدہ خراب ہو گیا تھا''

میں کچھ فکر مند ہوا آپ نے فرمایا!

''تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں جب بھی انکا عقیدہ درست ہوگا ہم دوبارہ فیض جاری کر دیں گے''

اس کے علاوہ جب بھی سالک کے محبت و ادب میں کمی آ جائے اور اسمیں روحانی بیماریاں پیدا ہو جائیں یا وہ روحانی حجابات کا شکار ہو جائے تو اسی وقت فیض میں کمی شروع ہو جاتی ہے ضروری نہیں کہ اسے روحانی طور پر اسکی اطلاع بھی ہو۔ محاسبہ اور غور و فکر کو اسی لیے ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں سے آگاہی ہوتی رہے اور سالک انہیں نظر میں رکھتے ہوئے آئندہ کیلئے محتاط ہو جائے۔

☆.....بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی سالک پر مسلسل کرم نوازیاں ہوتی رہیں تو اس میں غفلت اور سستی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے معاملات کی فکر نہیں کرتا۔ اس وجہ سے شیخ خود اس کا فیض (معاملہ) روک کر دیکھتا ہے پھر اسے قدر ہوتی ہے اور وہ آہ و زاری کرتا ہے جھکتا ہے تو اس پر دوبارہ سے عطائیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کو مسلسل لذت بھرے کھانے کھلائے جائیں

تو اسے انکی قدر نہیں رہتی اور وہ ان میں کوئی خاص لذت بھی محسوس نہیں کرتا لیکن وہی کھانے اگر کسی بھوکے کو کھلائے جائیں تو اسے انکی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

☆.....کبھی شیخ سالک کی تربیت کی غرض سے خود ہی معاملہ (فیض) روک کر دیکھتا ہے۔ تاکہ پتہ چلے کہ سالک خود کتنی کوشش کرتا ہے، صحیح راستے پر گامزن رہتا ہے یا برائی کی طرف چلا جاتا ہے، اپنے معاملے کو کس انداز سے اور کتنی کوشش سے چلاتا ہے اور جب سالک کو شیخ کی توجہ نہ ملے تو سالک کا نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے جب سالک کے ساتھ ایسا ہوتا ہے تب ہی اسے مرشد کی نظر کرم کی قدر ہوتی ہے اور اسوقت اسے احساس ہوتا ہے کہ اگر اس میں کوئی اچھی بات تھی تو یہ اسکا کمال نہیں بلکہ مرشد کی نظر کرم کا نتیجہ تھا۔

سوال:۔ اگر سالک کی روحانی ترقی رک جائے تو دوبارہ فیض جاری کرنے کیلئے اسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

جواب:۔ اگر کسی غلطی یا گناہ کی وجہ سے کبھی سالک کی روحانی ترقی رک جائے اور معاملہ خراب ہو کر فیض بند (رک) جائے تو مایوس اور ناامید ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہیئے بلکہ کوشش کرتے رہنا چاہیئے تاکہ معاملات بحال ہوں اور دوبارہ فیض ملنا شروع ہو جائے فیض دوبارہ جاری کرنے کیلئے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

☆ ایک مرتبہ بارگاہِ رب العزت کا فرمان ہوا!

''اگر کسی سالک کا روحانی معاملہ خراب ہو کر ترقی رک جائے تو اسے چاہیئے کہ میرے حبیب ﷺ پر ان دو صفات ''رؤف'' ''رحیم'' کے ساتھ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے تو روحانی معاملہ بھی

درست ہو جائے گا اور وہ سالک میرے سایہ رحمت میں آ جائے گا۔

☆.....ایک سالک کا روحانی فیض رک گیا اس کے عرض کرنے پر دعا کی اسی رات رب تعالیٰ نے کرم فرمایا! اور فرمان ہوا ''جس سالک کا فیض رک جائے اور روحانی مسئلہ درپیش آئے تو اسے چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ اسم ذات ''اللہ'' کے ذکر کی طرف دھیان دے اور مسئلہ حل ہو جانے کی نیت کر کے شیخ کی قدم بوسی کرے تو فائدہ ہوگا اور روحانی رکاوٹ بھی دور ہو جائے گی۔ یعنی شیخ کی دعا اور توجہ کے علاوہ سالک کی اپنی توجہ اور کوشش سے بھی روحانی رکاوٹ دور ہونے میں مدد ملتی ہے اور یہ بھی کہ اگر سالک پیرومرشد کی ذات کی طرف دھیان رکھے تو بھی سالک نوازہ جاتا ہے۔

☆.....آستانہ عالیہ پر ''چائے کا لنگر'' بھی روحانی فیض میں رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔ آستانہ عالیہ لاثانیہ پر چائے کا لنگر اللہ کے حکم سے شروع کیا گیا اس میں روحانی و جسمانی دونوں طرح کا فیض ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

☆.....ایک مرتبہ آستانہ عالیہ پر دو عقیدتمند فیض کی نیت سے آئے انہیں روحانی معاملہ میں کوئی رکاوٹ در پیش تھی۔ میں نے چائے کا پوچھا تو انہوں نے تکلفاً انکار کر دیا، میں نے دوبارہ نہ کہا۔ وہ چلے گئے تو اسی رات اللہ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوا!

''آج دو عقیدتمند آئے تھے انکو چائے پلانا چاہیئے تھی، چائے پینے کی برکت سے انکی روحانی رکاوٹ دور ہو جاتی''۔

☆.....اگر کسی سالک کا فیض رک جائے اور وہ بار بار دعا بھی کرواتا ہو تو اگر شیخ کھانے، پینے کی کوئی چیز اپنے ہاتھ سے دے تو فوراً لے لے ہرگز انکار نہ کرے، اگر پیٹ بھرا ہو تب بھی انکار نہ کرے اور بعد میں کھا لے کیونکہ اکثر اسی میں کوئی عطا ہوتی ہے انکار کی صورت میں وہ عطا اور کرم بھی واپس ہو جاتا ہے۔

سوال: خواب میں غیب سے آواز کا آنا اور روشنی کا نظر آنا کیسا ہے؟

جواب: خواب میں غیب سے آواز کا آنا اور روشنی کا نظر آنا شیطان کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے اس لیے شیخ کامل سے تصدیق کر لینی چاہیئے۔

سوال: کیا شیخ کی شکل میں (خواب و مشاہدہ میں) شیطان آ سکتا ہے؟

جواب: یہاں یہ دیکھنا ہوگا کہ شیخ ولایت کے کس درجہ پر فائز ہے اگر ''شیخ کامل'' نہیں تو شیطان اس کی شکل و آواز بنا کر دھوکا دینے کی کوشش کر سکتا ہے۔ لیکن اگر شیخ مرشد کامل ہے تو اسکی ہو بہو شکل میں ہرگز شیطان نہیں آ سکتا اور نہ ہی شیطان ''مرشد کامل'' کی ہو بہو آواز اختیار کر سکتا ہے۔

سوال: اگر اللہ و رسول ﷺ، بزرگان دینؒ یا شیخ کسی سالک کو خواب و مراقبہ وغیرہ میں کوئی حکم فرمائیں تو کیا اس پر عمل کرنے سے پہلے ظاہراً بھی مرشد سے اسکی اجازت لینی چاہیئے؟

جواب: راہِ سلوک میں سالک کیلئے ضروری ہے کہ اپنے حال، احوال، یا کیفیات اور وارداتِ قلبی سے شیخ کو ظاہراً بھی آگاہ کرتا رہے خواہ کسی بھی ذریعہ (فون، خط، ظاہری ملاقات وغیرہ) سے ہو کیونکہ

☆.....کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ شیخ کرم کرتا ہے، سالک کو نوازتا ہے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم فرماتا ہے اور وہ معاملہ اسے خواب میں بھی نظر آ جاتا ہے

☆.....اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کا کوئی عمل اللہ و رسول ﷺ اور بزرگان دینؒ کی بارگاہ میں پسند آ جاتا ہے تو وہ اس کو نوازتے ہیں اور اسکی اطلاع اسے باطنی طور پر خواب و مراقبہ وغیرہ میں بھی

دے دی جاتی ہے یا وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم فرما دیتے ہیں جس پر عمل کر کے سالک کو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور کبھی اللہ و رسول ﷺ اور بزرگان دینؒ خواب و مراقبہ کے ذریعے کوئی ایسا اشارہ فرما دیتے ہیں جس میں شیخ کیلئے سالک کو نوازنے کا اشارہ ہوتا ہے۔ پھر شیخ اسکا خواب وغیرہ سننے کے بعد (باطنی اشارا کے مطابق) اس پر خصوصی توجہ فرماتا ہے۔

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی سالک کے معاملہ کی نوعیت کے مطابق اسے کوئی ایسا حکم ملتا ہے جو بظاہر اسکے لیے ناممکن ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر سالک شیخ سے ظاہراً بھی تذکرہ کرتا ہے تو شیخ اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ سے اس حکم میں ایسی تبدیلی (نرمی) کروالیتا ہے جس پر عمل کرنا سالک کیلئے آسان ہو جائے۔

☆.....کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سالک کو کوئی ایسا خواب نظر آ جاتا ہے جس میں کسی نقصان (حادثہ یا موت وغیرہ) کی اطلاع ملی ہوتی ہے ایسے میں اگر سالک شیخ کو خواب سنا دے تو شیخ اپنے تصرفات کی بدولت اس میں ردوبدل فرما کر آنے والی پریشانی کو ٹال سکتا ہے۔

☆.....اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ کے لطائف سالک کوئی حکم فرما دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک سالک کی توجہ بہت تیز ہوئی، مراقبہ وغیرہ بھی تیز ہونے لگا ایک دن اس نے دوسرے سالک کو بتایا کہ

اسے مراقبہ میں (شیخ کی طرف سے) حکم ملا ہے کہ چونکہ اس پر کرم اور فیض بہت زیادہ ہو گیا ہے اس لیے اسے اجازت دی جاتی ہے کہ اب وہ جنات کالا جادو اور ہر قسم کے اثرات بد کے مریضوں کا بذریعہ دَم علاج کیا کرے۔ دوسرے سالک نے اس سے پوچھا کہ کیا اس نے کبھی شیخ کو ظاہراً بھی اپنے حال و احوال، کیفیات اور روحانی طور پر ملنے والے احکامات سے آگاہ کیا ہے تو اس نے ناراضگی کا

اظہار کرتے ہوئے کہا "کیسی احمقانہ باتیں کرتے ہو، شیخ کو کیا بتانا وہ خود ہی تو سب کچھ دکھانے والے ہیں اوران سے عمل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کیا پوچھنا جبکہ وہ خود ہی حکم (خواب ومراقبہ میں) فرمارہے ہیں۔ جب شیخ سے اس معاملہ کے متعلق عرض کی گئی تو انہوں نے اس عمل پر قدرے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ازراہِ تلقین فرمایا!

"مبتدی سالک کیلئے تو بہت ضروری ہے کہ اس قسم کے خوابوں پر عمل کرنے سے پہلے شیخ سے ظاہراً عرض کر کے بھی اجازت طلب کرلے کیونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ خوابوں کی تعبیریں صحیح طور پر نہ سمجھنے اور پھر ان پر غلط طور پر عمل کرنے کی وجہ سے سالکین کئی قسم کے روحانی وباطنی مسائل کا شکار ہوجاتے ہیں اور دیگر سالکین کو بھی چاہیئے کہ اگر کسی سالک کو خواب ومراقبہ میں احکامات ملیں اور اگر وہ شیخ سے ظاہری طور پر قریب ہے یا آسانی سے رابطہ کرسکتا ہے تو اسکے لیئے بہتر تو یہ ہے کہ ان احکامات پر عمل کرنے سے پہلے شیخ سے ظاہراً بھی اجازت حاصل کرلے اور اگر بظاہر شیخ سے دور ہو یا آسانی سے ان سے رابطہ بھی نہ کرسکتا ہو تو حکم کے مطابق عمل کرے بشرطیکہ حکم شریعت مطہرہ کے مطابق ہو۔

<u>سوال: اگر کوئی دوسرا فرد خواب ومراقبہ میں مرشد کا حکم (پیغام) سنائے تو کیا اس پر عمل کرنا چاہیئے؟</u>

جواب: اس میں شک کی گنجائش ہے یہاں دیکھنا یہ ہے کہ مرشد کا حکم سنانے والا کون ہے اگر وہ کوئی متقی وپرہیز گار انسان یا کوئی اللہ کا ولی ہے اور حکم بھی شریعت کے مطابق ہو تو وہ پیغام صحیح ہوسکتا ہے لیکن اگر پیغام یا حکم دینے والا کوئی منافق اور جھوٹا انسان ہے تو جس قدر وہ انسان جھوٹا ہے خواب بھی اتنا ہی غیر معتبر ہوگا خاص طور پر جب وہ پیغام یا حکم غیر شرعی ہو تو ہرگز ہرگز اس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ایسا خواب تو سراسر شیطان کی طرف سے ہی ہے۔

سوال: بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ روحانی طور پر (خواب و مراقبہ وغیرہ میں حضور ﷺ، بزرگان دین یا شیخ کی طرف سے کام کی اطلاع ملتی ہے لیکن پھر وہ کام ویسے نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ اس سے بہت سے لوگ یہ کہہ کر عقائد خراب کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خواب سچے نہیں ہوتے؟

جواب:۔ :سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے اس لیے ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ خواب سچے نہیں ہوتے خاص طور پر جب بزرگ ہستیوں کی زیارت ہو اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ روحانی طور پر اطلاع ہو جانے اور اللہ و رسول، بزرگان دین یا مرشد کامل و اکمل کے فرمانے کے بعد بھی بعض اوقات وہ کام یا بات ویسے پوری نہیں ہوتی تو اسکی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

☆.....ایک وجہ تو یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ تمام فیصلے روحانی و باطنی محافلوں میں ہوتے ہیں، حضور ﷺ اور بزرگان دینؒ کو فیصلوں کا اختیار ہوتا ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی چیز یا کام کا حکم فرما دینے کے بعد بھی سالک کی اپنی ہی کسی غلطی یا بدعقیدگی کی وجہ سے انکا فیصلہ بدل جاتا ہے پھر وہ واقعہ یا کام ویسے ظہور پذیر نہیں ہوتا جیسے خواب و مراقبہ وغیرہ میں اطلاع ملی ہوتی ہے اور بزرگوں کا فیصلہ بدل جانے کے بعد جو واقعہ خواب میں دکھایا جاتا ہے ویسا واقع نہیں ہوتا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اسے اس بات (فیصلہ کی تبدیلی) کی اطلاع بھی ہو۔

☆.....دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر خواب دیکھنے والا سالک مرشد کامل کا منظور نظر ہے اور اسکی مرضی اور ارادہ بدل جائے اور وہ اس کام کی تبدیلی کے متعلق سوچے (خواہش یا ارادہ کرے) یا خود اس بارگاہ میں عرض کرے تو اسکے عرض کرنے سے بھی معاملہ یا واقعہ (خواب میں نظر آنے والا حکم) بدل جاتا ہے اور وہ کام پھر ویسا نہیں رہتا۔

سوال: اکثر سالکین کو شیخ کے ساتھ قربت کے خواب آتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب: ایسے سالکین جن کے معاملات ترقی کر جائیں انہیں اس قسم (قربت) کے خواب آتے ہیں یہ روحانی تعلق کیوجہ سے ہوتا ہے۔ سالک کا شیخ کیساتھ روحانی تعلق جتنا مضبوط ہوگا یعنی مرید کی روح شیخ سے جتنا قریب ہوگی اور جس قدر محبت کرتی ہوگی اتنا ہی وہ خواب میں اپنے آپ کو شیخ کے قریب دیکھے گا۔ یہ قربت کسی بھی تعلق کی صورت میں نظر آ سکتی ہے۔ خواہ کوئی بھی سالک (مرد و عورت بچے، بوڑھے، جوان وغیرہ) جس کا شیخ سے جتنا باطنی تعلق مضبوط ہوگا اسے ایسے خواب نظر آ سکتے ہیں۔ ایسے خواب کا کسی سے تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی ان سے پریشان ہونا چاہیئے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک (مرد، خواتین) خواب میں دیکھتے ہیں کہ انکا شیخ سے نکاح ہو رہا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کے اب ظاہر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ باطنی تعلق کی مضبوطی دکھائی جاتی ہے کہ شیخ کی روح سے اسکی روح کا تعلق کتنا ہے۔ ایسے خواب بیک وقت سینکڑوں سالکین (مرد، عورت) کو آ سکتے ہیں انکی غلط تعبیریں نہیں نکالنی چاہئیں۔ اور عقیدہ خراب نہیں کرنا چاہیئے۔

☆.....ایک مرتبہ ہارون رشید کی بیوی (جو کہ ایک نیک عورت تھی) کو خواب آیا کہ مختلف جانور چرند، پرند وغیرہ، اس سے صحبت کر رہے ہیں، وہ اس خواب سے بہت پریشان ہوئیں اور اپنی خادمہ کو ایک بزرگ سے تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا۔ بزرگ نے خواب کی تعبیر بتائی کہ

"یہ بہت اچھا اور مبارک خواب ہے اور خواب دیکھنے والی خاتون نہایت نیک ہے۔ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ زبیدہ خاتون کوئی ایسا کام کریں گی جس سے مختلف جانور اور چرند پرند وغیرہ فائدہ حاصل کریں گے"۔

اور بعد میں یہ تعبیر یوں پوری ہوئی کہ زبیدہ خاتون نے ایک بڑی نہر بنوائی جس میں سے چرند، پرند اور جانور وغیرہ بھی پانی پیتے تھے۔

☆.....کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میرے بھائی کے گھر ایک عورت کام کرنے آتی تھی ایک دن وہ آئی تو بڑی پریشان اور کچھ غصے میں تھی۔اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگی ''مجھے کسی نے ایک بابا کا پتہ بتایا میں کل انکے پاس گئی تھی اپنے لئے دعا کروانے۔میں تو انکو بڑا نیک سمجھتی تھی لیکن وہ تو بڑا فراڈ نکلا،میرے پیچھے ہی پڑ گیا کل وہ مجھے پتہ نہیں کہاں کہاں لے کر چلا گیا ہم نے کہا کیا وہ حقیقت میں تمہیں کہیں لیکر چلے گئے تھے۔کہنے لگی نہیں حقیقت میں تو نہیں۔کل میں نے خواب میں دیکھا کہ اس بابا نے بڑی محبت سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مختلف جنگلوں وغیرہ کی سیر کراتا رہا''۔

یہ تو ایک عام سی عورت کی بات تھی اکثر سالکین بھی اس قسم کے خوابوں کو نہیں سمجھ پاتے اور اس سے غلط مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔

☆.....کچھ تو اس قسم کے خوابوں سے پریشان ہو جاتے ہیں اور شرم کی وجہ سے کسی سے تذکرہ بھی نہیں کرتے لیکن دل ہی دل میں سوچ کر پریشان ہوتے رہتے ہیں۔

☆.....اور کچھ اس قسم کے خوابوں سے غلط مطلب اخذ کر لیتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ شاید آج کل میں ہی ایسا ہونے والا ہے یا اس خوف سے (کہ کہیں ایسا ہی نہ ہو جائے) شیخ سے رابطہ بھی ترک کر دیتے ہیں (شیخ سے ملنا چھوڑ دیتے ہیں)۔

☆.....اور ان میں سے کچھ مریدین ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس قسم کے خوابوں کی تعبیریں پوچھنے کیلئے غلط قسم کے لوگوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔جو غلط قسم کی باتیں کر کے انکا عقیدہ بھی خراب کر دیتے ہیں۔سالک کو چاہیے کہ جب اسے اس قسم کے خواب نظر آئیں تو غلط مطلب اخذ نہ کرے اور شیخ یا امیر حلقہ کے علاوہ کسی سے تذکرہ نہ کرے اور سمجھ جائے کہ یہ روحانی معاملات کی نوعیت ہوتی ہے جو اسے خواب میں علامتی انداز میں نظر آتی ہے۔سادہ لفظوں میں اسے خواب کی زبان بھی کہہ سکتے ہیں۔

ہوتا یوں ہے کہ جب بھی کوئی صاحبِ تصرف بزرگ کسی کو فیض سے نوازنے کیلئے اس پر باطنی توجہ فرماتا ہے تو محبت کے ساتھ کی گئی باطنی توجہ اسے خواب میں کسی بھی صورت میں نظر آسکتی ہے۔

☆.....بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کو خواب جیسا نظر آتا ہے حقیقت میں وہ ویسا نہیں ہوتا۔ ہر دیکھنے والا اپنی سمجھ بوجھ، رجحانات اور دلچسپیوں کے مطابق اسکا ادراک کرتا (سمجھتا) ہے۔ اسکی معمولی سی مثال یہ ہے کہ جب بھی کوئی مسافر چلتی ہوئی ٹرین میں کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتا ہے تو اسے دور سے باہر کا منظر (درخت، مکان اور دوسری چیزیں) حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ وہ چیزیں تو ساکن ہوتی ہیں۔ اس میں قصور ان چیزوں کا نہیں دیکھنے والے کا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات سالکین کے ساتھ بھی ایسا معاملہ ہو جاتا ہے کہ وہ خواب کو اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق دیکھتا اور سمجھتا ہے حالانکہ وہ ویسا نہیں ہوتا۔

☆.....ایک مرتبہ مجھے میرے پیرومرشد حضور میاں صاحب چادر والی سرکار نے خواب میں اپنی قربت خاص سے نوازا۔ اسکے بعد میں نے دیکھا کہ آپ سرکار نے میری گردن، چہرہ، بازو اور سینہ وغیرہ پر کئی مرتبہ شفقت سے بوسہ لیا۔ میں آپ کے اس کرم پر انتہائی خوش ہوا۔ پھر آپ نے بہت شفقت و محبت کے ساتھ میری طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''بابو جی! یہ قربت کے خواب ہوتے ہیں اکثر سالکین ان باتوں کو نہیں سمجھتے اور اپنا ذہن خراب کر لیتے ہیں۔ آپ اچھا کرتے ہیں کہ لوگوں کو بتا دیتے ہیں''

مزید ارشاد فرمایا!

''بابو جی! جو باتیں ہم نے عام لوگوں اور سالکین میں ظاہر نہیں کیں وہ آپ سے ظاہر ہو رہی ہیں اور ہوں گیں''۔

سوال: بعض سالکین کو خواب و مشاہدات زیادہ ہوتے ہیں اور بعض کو کم اسکی کیا وجہ ہے جبکہ عقیدت محبت دونوں کو ہوتی ہے؟

جواب: خواب و مشاہدات سالک کو اس لئے بھی دکھائے جاتے ہیں کہ اسکا دھیان اور عقیدہ صحیح رہے لیکن جو محبت میں ثابت قدم ہوں انہیں خواب و مشاہدات کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اگر کسی ایک سالک کو خواب وغیرہ آرہے ہیں اور دوسرے کو نہیں تو اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اصل چیز تو دل کی رغبت اور توجہ ہے اگر توجہ اور محبت صحیح ہے تو پھر پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

اگر کسی سالک کو خواب وغیرہ زیادہ نہیں آتے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اسکی ترقی رک گئی یا اسے فیض نہیں مل رہا اور جسے خواب وغیرہ زیادہ آرہے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی خوب ترقی ہو رہی ہے اور فیض بھی دوسرے کی نسبت زیادہ مل رہا ہے حالانکہ دونوں کی عقیدت محبت بھی تقریباً ایک جیسی ہے۔

☆..... ایک مرتبہ اسی بات کو حضور میاں صاحب چادر والی سرکارؒ نے سادہ سی مثال کے ذریعہ یوں سمجھایا!

اگر ایک ٹرین منزل کی طرف جارہی ہے اور اس میں کچھ مسافر کھڑکیوں کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ کھڑکیاں کھلی ہوئی بھی ہیں اس وجہ سے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت وہ کس مقام (شہر) سے گزر رہے ہیں اور اس کے بعد کیا آنے والا ہے اس کے برعکس کچھ مسافر ایسے ہیں جو یا تو کھڑکیوں سے اتنا دور بیٹھے ہیں یا پھر انکی طرف کی کھڑکیاں ہی بند ہیں جس کی وجہ سے وہ یہ سب نہیں دیکھ سکتے کہ وہ اس وقت کس مقام سے گزر رہے ہیں، وہ جگہ کیسی ہے اور اب کونسا مقام آنے والا ہے حالانکہ وہ بھی اسی گاڑی اور اسی ڈبہ میں موجود ہوتے ہیں اور دوسروں کی طرح ان کا سفر بھی اتنی ہی تیزی سے طے ہو رہا ہوتا ہے اور دونوں ایک ہی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔

سوال:۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کام سے متعلق باطنی طور پر (خواب و مراقبہ میں) احکامات کچھ ہوتے ہیں اور ظاہر میں مرشد کے سامنے تذکرہ ہو تو مرشد کا حکم اس سے مختلف نظر آتا ہے ایسے میں کس حکم پر عمل کرنا چاہیئے؟

جواب: اگر کبھی ایسا معاملہ پیش آئے کہ باطنی طور پر احکامات کچھ ہوں اور ظاہری طور پر مرشد اس سے مختلف حکم فرمائیں تو ایسے میں ظاہری حکم کی تعمیل ضروری ہے کیونکہ اگر شیخ ظاہری طور پر باطنی احکامات سے مختلف بات یا حکم فرمائے تو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یا تو شیخ اپنے تصرف و اختیارات کی بدولت باطنی احکامات میں تبدیلی فرما کر حکم فرماتا ہے یا پھر حکم فرمانے کے بعد باطنی احکامات میں ردوبدل کر دیتا ہے یا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرید خواب و مشاہدہ میں مرشد کی جانب سے دیئے گئے کو احکامات کو سمجھ نہیں پاتا اور اس کے اپنے خیالات شامل ہو جاتے ہیں اور وہ ان احکامات کو کسی دوسرے رنگ میں غلط طور پر سمجھ لیتا ہے۔

سوال: بعض اوقات سالک کو روحانی طور پر (خواب وغیرہ میں) کسی غلطی یا گناہ کے سرزد ہو جانے کی اطلاع ملتی ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا ہوتا اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب: اسکی دو وجوہات ہو سکتی ہیں

☆ بعض اوقات سالک سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ تو اسکی راہنمائی کیلئے دکھا دیا جاتا ہے کہ اس سے کہاں غلطی ہوئی ہے اور اسکی ترقی رک جانے کی کیا وجہ ہے۔

☆ بعض اوقات آئندہ سرزد ہونے والی غلطی یا گناہ کے متعلق پہلے ہی دکھا دیا جاتا ہے کہ آنے والے وقت میں (چند دنوں یا مہینوں بعد بھی) اس سے یہ غلطی سرزد ہو سکتی ہے تا کہ وہ محتاط رہے اور آئندہ اس سے وہ غلطی یا گناہ سرزد نہ ہو۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات سالک سے کوئی گناہ یا غلطی سرزد ہوجانے کے باوجود اس کو خواب وزیارتیں صحیح ہورہی ہوتی ہیں جسکی وجہ سے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ اسکا روحانی معاملہ بالکل درست ہے؟

جواب: بعض اوقات کسی غلطی، گستاخی یا بدعقیدگی کی بناء پر سالک کے روحانی معاملات میں ترقی رک جاتی ہے ممکن ہے اسے پھر بھی اچھے خواب آرہے ہوں اسکی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ

☆.....ضروری نہیں کہ اسے فوراً ہی معاملہ خراب ہوجانے کی اطلاع بھی ہو اسکی ایک وجہ اس پر ہونے والی سابقہ کرم نوازی (فیض) کے اثرات بھی ہوسکتے ہیں جو کہ معاملہ خراب ہوجانے کے بعد فوراً ہی ختم نہیں ہوجاتے بلکہ آہستہ آہستہ ختم ہوتے ہیں۔ اسکی مثال ایسے ہی ہے جیسے سورج غروب ہوجانے کے بعد فوراً ہی اندھیرا نہیں پھیل جاتا بلکہ روشنی آہستہ آہستہ ہی اندھیرے میں بدلتی ہے۔ اس لئے سالک کو چاہیئے کہ اپنی کیفیات احوال (مرشد سے متعلق عقیدہ وغیرہ) پر غور کرتا رہے اور مرشد سے متعلق کبھی کوئی بدعقیدگی یا غلط بات سوچی ہو یا اگر ادب اور محبت میں کہیں بھی کمی ہوئی ہو تو سمجھ لے کہ اس کا معاملہ خراب ہے (ترقی رک گئی ہے)۔ ضروری نہیں کہ اسے اس بات کی اطلاع بھی ہو۔

سوال: ''تصورِ شیخ'' سے کیا مراد ہے اور اسکے کیا فوائد ہیں؟

جواب: ''تصورِ شیخ'' سے مراد شیخ کا وہ تصور ہے جس کے ذریعے سے سالک فیض حاصل کرتا ہے اور اسکے لئے ضروری نہیں کہ شیخ کے چہرہ مبارک کا ہی تصور کیا جائے۔ شیخ کے جسم مبارک کے جس حصے کا بھی تصور کیا جائے (خواہ ریش مبارک، ہاتھ مبارک، پاؤں مبارک وغیرہ) کا تصور ہو ''تصورِ شیخ'' ہی کہلائے گا۔ تصور شیخ گناہوں کے مقابلہ میں ڈھال ہے سالک کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ تصورِ شیخ رکھے تاکہ

وسواس سے بھی بچا رہے۔ فیض بھی زیادہ حاصل ہو اور مرشد میں فنائیت حاصل کرے۔ اگر سالک ہر وقت اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ تصورِ شیخ بھی رکھے تو کوئی بھی اثرات بد (جن، بھوت اور شیطانی اثرات وغیرہ) اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تصورِ شیخ سے ہر چیز پر عبور حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے سالکین جو تصورِ شیخ کی طرف توجہ نہیں دیتے وہ روحانی مقامات میں بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

جب سالک تصورِ شیخ کے ذریعے سے اللہ و رسول ﷺ اور بزرگان دینؒ کا فیض حاصل کرتا ہے تو بہت جلد نوازا جاتا ہے کیونکہ مرشد کامل واکمل کو سب ہی محبوب رکھتے ہیں۔ اس لئے جو بھی انکا تصور لے کر اللہ و رسول ﷺ اور بزرگان دینؒ کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے وہ بھی منظور و مقبول ہو جاتا ہے۔

تصورِ شیخ گناہوں کے مقابلہ میں ڈھال بھی ہے۔ جو سالک بھی ہمہ وقت شیخ کا تصور رکھتا ہے وہ شیخ کو اپنے قریب محسوس کرتا ہے اور گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ سالک جب قبر میں اتارا جاتا ہے تو جو تصورِ شیخ وہ دنیا میں کرتا تھا وہی قبر میں بھی کرتا ہے تو شیخ بھی اسکی دستگیری فرماتا ہے۔

سوال: روحانی معاملات اور حصولِ فیض کیلئے ذکر کیا اہمیت رکھتا ہے؟

جواب:۔ روحانی معاملات میں حصولِ فیض کیلئے ذکر بہت ضروری ہے کیونکہ ذکر روح کو زندہ رکھتا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ہر وقت چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے، زبان، سانس یا خیال سے اللہ کا ذکر کرتا رہے اور اتنا ذکر کرے کہ اس کا شمار ذاکرین میں ہو جائے۔ اگر زبان یا دل سے اللہ کا ذکر نہ کر سکے تو خیال (تصور) میں ہی اللہ کو یاد رکھے۔ ذکر یہی نہیں کہ بلند یا آہستہ آواز سے اللہ کو پکار لیا جائے بلکہ ذکر تو یہ ہے کہ سالک کی ہر بات اور ہر کام سے اس (اللہ) کی یاد ظاہر ہو یہی ذکر کی اصل روح ہے۔ ذکر بہت سی روحانی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اس لئے سالک کو چاہیئے کہ جب وسواس زیادہ ہوں تو تصورِ شیخ کیساتھ

ذکر کرے اور کوشش کرے کہ ہر وقت ذکر خفی جاری رہے تا کہ شیطان کے حملوں اور ہر قسم کے اثرات بد سے محفوظ رہ سکے۔

سالک کیلئے ضروری ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے ذکر کی ساتھ مرشد کی شان، نوازشات اور کرم کا تذکرہ بھی ضرور کرے کیونکہ اس سے سالک بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔

ذکر میں حلاوت محسوس ہونا بڑی بات ہے اور خواب میں یہ چیز نظر آنا روح کے متاثر ہونے کی دلیل ہے۔

سوال: سالک کے لئے ذکر کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

جواب: سالک کو چاہیئے کہ ''تصور شیخ'' میں فنائیت کے ساتھ ذکر کرے۔ ذکر کے علاوہ تمام وظائف بھی تصور شیخ کے ساتھ ہی کرے تو ان میں بہت تاثیر پیدا ہو جاتی ہے مختلف طریقوں سے تصور کرے اور جو تصور بھی بنتا ہو اس کو اپنا لے۔

☆ ..... یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ آسمان سے نور آ رہا ہے جو اسکے باطن میں سر سے پاؤں (پاؤں کے انگوٹھے) تک لباس کی طرح پہنایا جا رہا ہے اور جب ذکر شروع کرے تو پہلے چند مرتبہ اسم اعظم ''اللہ'' کی ضربیں پیشانی پر لگائے پھر دل پر، پھر ناف پر اور اسی طرح باری باری تمام لطائف کا تصور کر کے ضربیں لگا کر ذکر کرے، اگر کوئی سالک اس تصور کیساتھ ذکر کرے تو ساتوں لطائف ایک ساتھ ہی جاری ہو سکتے ہیں۔ اگر ذکر کرتے ہوئے زبان یا سانس کا ذکر بند ہو جائے اور صرف خیال (تصور) ہی باقی رہ جائے تو اسی تصور میں غرق ہونے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ ذکر کا اصل مقصد تو اس ذات میں فنا ہونا ہے طریقہ خواہ کوئی بھی ہو۔ کتاب (نوری کرنیں) میں بھی اللہ کے ذکر کا طریقہ تفصیلاً درج ہے، یہ کتاب آستانہ عالیہ 39/4 غلام رسول نگر پیپلز کالونی نمبر 2 فیصل آباد میں بھی دستیاب ہے)

سوال:۔ کچھ سالکین اپنے دلوں پر ذکر کے اثرات محسوس نہیں کرتے اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اگر ذکر کے اثرات سالکین کے دل پر محسوس نہ ہوں تو اسکی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

☆.....وہ سالکین جو ذکر کرنے کے باوجود اپنے اندر کوئی تبدیلی (لذت و حلاوت کی کیفیت) محسوس نہیں کرتے ان میں بنیادی کمی یہ ہے کہ وہ ذکر تو کرتے ہیں لیکن مراقبہ کے ساتھ ذکر نہیں کرتے اور مراقبہ کیلئے تصورِ شیخ پختہ ہونا ضروری ہے۔ تصورِ شیخ کیساتھ جو بھی ذکر کیا جائے گا اس میں حلاوت بھی محسوس ہوگی اور کرم نوازی بھی واضح طور پر نظر آئے گی۔ تصورِ شیخ سے حجابات دور ہوتے ہیں۔

☆.....عقیدہ درست نہ ہونا، ناجائز اور حرام اشیاء (رزق حرام) کا استعمال، نماز میں کوتاہی، اخلاق حسنہ کی کمی وغیرہ ایسی وجوہات ہیں جن سے پرہیز نہ کرنے والوں کے دلوں پر قرآن و حدیث کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔

سوال: ذکر جاری ہونے کی کیا علامت ہے؟

جواب: ذکر جاری ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر سالک کوئی بھی تسبیح یا ذکر زبان یا سانس سے ذکر کر رہا ہے اور لمحہ بھر کیلئے ہی خاموشی ہوئی یعنی ذکر بند ہوا تو فوراً ہی خود بخود دل یا زبان کی طرف سے دوسری تسبیح یا وہی ذکر جاری ہو جائے اگر سالک اسی طرح ذکر کرتا رہے اسکی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اسکے روئیں روئیں (مساموں) سے اللہ کا ذکر جاری ہو جاتا ہے۔

اگر ذکر کرتے ہوئے جسم میں لذت و حلاوت محسوس ہو یا رقت طاری ہو تو سمجھیں کہ وہ ذکر قبول ہے۔

اسم اعظم ''اللہ'' کا ذکر کرنے سے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے۔ جب جسم میں گرمی پیدا ہو تو یہ تصور کریں کہ جسم ٹھنڈا ہو جائے تو ایسا ہی ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ ''اسم اعظم'' ہے۔

سوال: طریقت میں ''فکر'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: سالک کا ہمیشہ اپنے مقصد اور طلب کی طرف دھیان رکھنا اور یہ سوچنا کہ کہیں اسکی توجہ مقصد (ذات) سے ہٹ تو نہیں رہی اور جو چیز بھی اسکے مقصد اور فیض کے حصول میں رکاوٹ (حجاب) کا سبب بن رہی ہو اسے دور کرنے کی کوشش کو ہی ''فکر'' کہتے ہیں اور ہمیشہ ''فکر'' سے ہی فنائے نفس اور مقصد حاصل ہوتا ہے۔ غور و فکر کرنا ایمان کا نور (روشنی) ہے، کسی اچھے عمل کے نہ ہونے کی فکر افضل بات ہے۔

سوال: محاسبہ کیا ہوتا ہے اور یہ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: غور و فکر کرنا ہی حقیقت میں ''محاسبہ'' کہلاتا ہے۔ محاسبہ راہِ سلوک کی پہلی سیڑھی ہے اور ہر سالک کیلئے محاسبہ بہت ضروری ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ کہیں اس سے کوئی ایسا فعل تو سرزد نہیں ہو رہا جو اللہ و رسول ﷺ اور پیر و مرشد کی ناراضگی کا سبب بنے اگر ایسا ہو تو فوراً غلطی کی معافی مانگے اور آئندہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا رہے۔ محاسبہ میں دل پر نگاہ رکھ کر دل کی کیفیت بھی دیکھی جاتی ہے کہ کہیں دل میں غلط خیالات اور وسوسے تو نہیں آ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محاسبہ کا حکم فرمایا!

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھے (غور کرے) کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیجا ہے''

حدیث شریف میں ہے۔

''عقلمند کیلئے مناسب ہے کہ وہ چار گھڑیوں میں سے ایک گھڑی اپنے نفس کے محاسبہ میں خرچ کرے''۔

☆..... نفس کا محاسبہ یہ بھی ہے کہ سالک اپنی اوقات کو پہچانے اور اپنی پیدائش پر غور کرے کہ وہ کس گندے قطرے کی پیداوار ہے، پھر بھی تکبر کرتا ہے اور زمین پر اکڑ اکڑ کر چلتا ہے حالانکہ وہ تو اسقدر

بے بس ہے کہ اگر مکھی بھی اس کی خوراک سے ایک ذرہ ہی لیکر اڑ جائے تو وہ اسے بھی واپس نہیں لے سکتا۔ ایسا محاسبہ کامیابی کیلئے سیڑھی فراہم کرتا ہے کیونکہ سالک جب اس طرح سے اپنا محاسبہ کرتا ہے تو اسے اپنی حقیقت سے آگاہی یعنی نفس کی پہچان ہوتی ہے اور جو اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے رب کو پالیتا ہے کیونکہ بندے اور اللہ کے درمیان بندہ خود ہی سب سے بڑا حجاب ہے۔ محاسبہ کے ذریعے جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہو کر رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو رب کی رحمت بھی بڑھ کر تھام لیتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ تو بندے کو نوازنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا!

"قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ ہو تم خود اپنا محاسبہ کرو اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تولے جائیں تم خود اپنے اعمال تول لو"۔

☆.....سالک کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھتا (محاسبہ کرتا) رہے کہ کیا وہ نماز، ذکر، وظائف اور رزق حلال کی پابندی کر رہا ہے اور کیا اسکا اخلاق بہتر ہے۔

☆.....سالک کیلئے یہ محاسبہ کرنا بھی ضروری ہے کہ کیا اسے اپنا شیخ ہر شے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو گیا ہے اگر نہیں تو ابھی اسکی محبت ہی درست نہیں ہوئی۔

سوال: مراقبہ کرنے کا کیا طریقہ ہے اور اسکے کیا فوائد ہیں؟

جواب:۔ مراقبہ کیلئے کسی ایک طریقہ کی قید نہیں۔ مختلف روحانی مقامات کے سالکین کیلئے مراقبے کے مختلف طریقے ہیں سالک کو چاہیئے کہ جو بھی تصور بنتا ہو اسی کے ذریعے مراقبہ کرلے۔

مراقبہ کے طریقے

1.....اپنے دل ودماغ سے ہر قسم کے خیالات نکال کر یہ تصور کریں کہ اسم اعظم ''اللہ'' کا نور حضور ﷺ کے وسیلہ سے شیخ کے دل میں اور شیخ کے دل سے میرے دل کی طرف آ رہا ہے۔

2.....یہ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ پیرومرشد چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور انکے (شیخ کے) قدم مبارک میرے (سالک کے) دل کے اوپر ہیں انکے قدموں سے نور (فیض) میرے دل پر اس طرح گر رہا ہے جیسے ٹیوب ویل سے پانی گرتا ہے۔

3.....شیخ کے کسی بھی عضو مبارک (ریش مبارک، ہاتھ مبارک یا پاؤں مبارک وغیرہ) کا تصور کرنا اور اس تصور میں محو رہنا بھی مراقبہ کہلاتا ہے خواہ نور کا تصور نہ بھی ہو۔

4.....جب بھی شیخ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملے اور شیخ کو محبت سے دیکھا ہو، بعد میں جب مراقبہ کرے اسی ملاقات کا تصور کرلے تو یہ بھی مراقبہ ہی ہوگا۔

مراقبہ کے فوائد

ذکر اگر دودھ ہے تو مراقبہ مکھن ہے۔ جس طرح بلب کو روشن کرنے کے لئے سوئچ کو بورڈ میں لگا کر (کرنٹ پہنچا کر) روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح دل کو چمکانے اور فیض حاصل کرنے کیلئے بھی مراقبہ (توجہ، تصور شیخ) سے مدد لی جاتی ہے۔ مراقبہ سے سالک کیلئے بہت جلد آگے کا راستہ کھل جاتا ہے اور جب سالک مراقبہ کے ذریعے شیخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بہت جلد روحانی تعلق قائم ہو جاتا ہے اور مراقبہ کے ذریعے سے بہت جلد طالب (مرید) مطلوب (مرشد) سے اور مطلوب طالب سے پیار کرنے لگتا ہے۔ جب سالک دل کے کمرے میں مراقبہ کے ذریعے ڈیکوریشن کرتا ہے تو بہت جلد اسکی پرواز شروع

ہوجاتی ہے اور وہ روحانی محفلوں میں بھی پہنچتا رہتا ہے۔مراقبہ اگر ذکر کے بعد کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔جس طرح طریقت کی نماز میں سلام وکلام کرنا جائز نہیں اسی طرح مراقبہ (جو کہ طریقت کی نماز ہے) میں بھی سلام وکلام جائز نہیں۔

سوال: دوران مراقبہ جو کچھ القاء وغیرہ ہوتا ہے کیا وہ بالکل درست ہوتا ہے۔؟

جواب: ذکر وفکر میں بھی اہل ذکر وفکر کے اپنے خیالات وواہمات شامل ہوسکتے ہیں سالک کا اپنے دماغ اور قلبی ارادات کا رنگ شامل ہوسکتا ہے۔ایسا سالک جب مراقبہ وغیرہ کرتا ہے تو اسکو جو کچھ نظر آتا یا القاء ہوتا ہے اس میں شک کی گنجائش ہے کیونکہ بعض اوقات اس میں ذاتی خیالات بھی غالب آسکتے ہیں (اسی لئے اگر مراقبہ میں کبھی کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم ہو تو ظاہر میں بھی مرشد سے پوچھ لیں)۔لیکن جو سالک اسم اللہ ذات میں غرق اور محو ہوتا ہے تو اپنے جسمانی احساسات، دماغی ادراکات اور ذاتی واہمات (اس کا جسم جو کچھ محسوس کرتا ہے، دماغ جو کچھ سوچتا ہے اور ذہن میں جو واہمات آتے ہیں) سے باہر آجاتا ہے اس وقت اسکے آئینہ دل پر اللہ کے ذاتی انوار کی تجلی ہوتی ہے۔اسلئے اس وقت وہ جو کچھ بھی دیکھتا اور سنتا ہے وہ عین حق ہوتا ہے۔تصور اسم اللہ کرنے سے اللہ کے قرب مشاہدہ اور وصال کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔سالک کو چاہئے کہ ہر وقت (زیادہ سے زیادہ) ذکر اللہ اور تصور اسم ''اللہ'' میں مشغول رہے۔یہاں تک کہ اسم ''اللہ'' ذات سے تجلی اور انوار نمودار ہوجائیں۔

سوال: سالک کا شیخ سے ظاہری رابطہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: روحانی وباطنی تربیت کیلئے سالک کی شیخ سے ظاہری ملاقات یا کسی بھی ذریعے

(فون، خط وغیرہ) سے تعلق رکھنا ''رابطہ'' کہلاتا ہے۔ بیعت ہو کر چلے جانا اور بغیر کسی مجبوری کے رابطہ نہ رکھنا درست نہیں۔ سالک کو چاہیئے جس ذریعے سے بھی ممکن ہو سکے شیخ سے رابطہ رکھے اور اپنے باطنی حالات و کیفیات (خواب و مشاہدات وغیرہ) سے مرشد کو ظاہراً بھی آگاہ کرتا رہے اور روحانی معاملات میں کسی بھی قسم کی پریشانی اور دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات اور وسواس کا ذکر اپنے شیخ (شیخ نہ ہو تو امیر حلقہ) سے ضرور کرے تاکہ فیض حاصل کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آئے اور تربیت بھی ہوتی رہے۔ اکثر سالکین اپنی کیفیات و معاملات (خواب، وسواس وغیرہ) کو درست طور پر نہ سمجھنے کی بناء پر بہت سی الجھنوں (مسائل) اور غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ شیخ سے رابطہ رکھیں تو مسائل کی پیچیدگیوں کو سمجھ سکیں گے اور عقیدہ بھی خراب ہونے سے بچ جائے گا۔ اسی لئے رابطہ کو طریقت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ شیخ سے ظاہری رابطہ کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر سالک عقیدت و محبت سے شیخ کی صحبت میں بیٹھتا رہے تو یہ ہزار سالہ چلوں، مجاہدوں سے بہتر ہے۔

سالک کو چاہیئے کہ صرف ظاہری ملاقاتوں پر ہی اکتفا نہ کرے شیخ سے باطنی تعلق بھی مضبوط کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اگر سالک شیخ سے صحیح روحانی و باطنی رابطہ قائم کر لے تو قرب وانوار کی جو بارش مرشد پر ہو رہی ہوتی ہے وہی اثرات اسکی روح پر بھی آتے ہیں۔ جس سالک کا باطنی تعلق جتنا مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی نوازا جائے گا اور سالک کو چاہیئے ایسا باطنی تعلق قائم کر لے کہ ادھر عرض کرے اور ادھر اس بارگاہ میں پہنچ جائے خواہ بظاہر سینکڑوں میل کا فاصلہ ہو۔

☆..... سالک جب تک شیخ سے صحیح روحانی تعلق (رابطہ) قائم نہیں کر لیتا بات نہیں بنتی۔ اسکی مثال اسی طرح ہے کہ جب ہم ریڈیو چلاتے ہیں تو ہمیں آواز اسی وقت سنائی دیتی ہے جب ہم سوئی صحیح مقام (اسٹیشن) پر رکھتے ہیں اگر سوئی کو تھوڑا سا بھی آگے پیچھے کیا جائے تو آواز ٹھیک طرح سے

سنائی نہیں دیتی۔

رابطہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو سالکین مرشد کی خدمت میں بار بار محبت اور ادب کے ساتھ حاضری دیتے ہیں وہ اپنے اوپر دیگر سالکین کی نسبت زیادہ توجہ کروالیتے ہیں سالک کو چاہیے کہ شیخ اور امیر حلقہ سے رابطہ کے علاوہ یاران طریقت سے بھی رابطہ ضرور رکھے۔

سوال: کوئی سالک اپنی اصلاح کیسے کرسکتا ہے اور سالک کو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اسکی اصلاح ہونا شروع ہوگئی ہے؟

جواب: شیطان اور نفس سالک کے سب سے بڑے دشمن ہیں سالک کو چاہیئے کہ نفس اور شیطان سے بچنے کی کوشش کرتا رہے

☆.....سالک کو چاہیئے کہ جب بھی کوئی اسے برا کہے (گالیاں نکالے یا مخالفت کرے) تو اپنے باطن (اندر) میں نگاہ کر کے دیکھے کہ کہیں اسے ان باتوں پر غصہ تو نہیں آ رہا اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہے کہ ''ابھی تو اس نے تجھے بہت کم برا کہا ہے، تو تو اس سے بھی برا ہے اور اگر تجھ میں کوئی اچھی بات نظر آتی ہے تو یہ صرف اور صرف مرشد کی نظر کرم کی وجہ ہے اگر آج وہ تجھ پر سے اپنی نظریں ہٹالیں تو تُو وہی ہے''۔

☆.....جب سالک محسوس کرے کہ کسی کے برا بھلا کہنے یا ذلیل وخوار کرنے پر وہ زبان سے تو کچھ نہیں کہتا لیکن اس کا دل اسے خوب برا بھلا کہہ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ابھی اسکے نفس کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اس وقت اس کا یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ وہ صبر سے کام لے رہا ہے، بلکہ نفس کی اصلاح تو اس وقت ہوگی جب کسی کے ذلیل کرنے پر وہ دل میں بھی برا محسوس نہ کرے، واویلہ نہ مچائے اور اسوقت دل سے بھی یہی آواز آئے کہ ہاں میں ہوں ہی اتنا بُرا، اس نے درست کہا اور مجھ میں یہ سب بُرائیاں موجود ہیں بلکہ

اس نے بہت کم کہا

میں تو اس سے بھی بُرا ہوں اور جب دل سے یہ آواز آئے تو سمجھے کہ اسکے نفس کی اصلاح ہونا شروع ہوگئی ہے اور ایسا ہونا کسی مردِ حق کی تربیت اور نظرِ کرم کے بغیر ممکن ہی نہیں جیسا کہ حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا!

باہج فقیرا کسے نہ ماریا　　باہوا یہہ چور اندر دا ہو

سوال: بہت سے لوگ بیعت ہونے کے برسوں بعد بھی فیض سے محروم ہی رہتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے اور انہیں فیض کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب: جب بھی کوئی انسان عقیدت و محبت سے کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اسے اسی وقت فیض ملنا شروع ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی بیعت ہونے کے برسوں بعد بھی فیض سے محروم ہی رہے تو اسکی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ دو بڑی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

☆.....یا تو پیر ناقص ہوتا ہے۔

☆.....یا مرید میں ہی کوئی کمی ہوتی ہے۔

1.....یعنی یا تو وہ کسی ایسے پیر سے بیعت ہوئے ہوتے ہیں جسکی اللہ و رسول ﷺ تک رسائی نہیں اور جسکی خود اس بارگاہ تک رسائی نہ ہو وہ دوسروں کو وہاں (اللہ و رسول ﷺ) تک کیسے پہنچا سکتا ہے۔

2.....دوسری وجہ یہ ہے کہ مرید کو خود فیض لینے کا طریقہ نہیں تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیعت کے کچھ عرصہ بعد ہی اسکے پیر و مرشد پردہ فرما چکے ہوں اور اسے بعد میں پتہ چلا ہو کہ مرشد سے عقیدت و محبت کر کے فیض لینا چاہیئے تھا اور ان سے تربیت حاصل کرنی چاہیئے تھی۔

ایسے لوگ اگر فیض حاصل کرنا چاہیں تو مشائخ کرام نے انکے لئے اجازت فرمائی بلکہ

حکم فرمایا ہے کہ اگر کسی کو ایک سال تک ایک جگہ (پیر) سے فیض حاصل نہیں ہوتا باوجود اسکے کہ وہ شیخ کے احکامات پر دل و جان سے عمل پیرا بھی ہے تو فیض نہ ہونے کے باعث اسکی بیعت خود بخود ہی فاسق (ختم) ہو جاتی ہے اور اسے چاہیئے کہ وقت ضائع کئے بغیر بلا اجازت پہلے پیر کے کسی دوسرے پیر (کامل مرشد) سے بیعت کر لے تا کہ اسے باقاعدہ روحانی فیض ہونا شروع ہو جائے۔ اس قسم کی بیعت کو ''بیعت صحبت

'' کہتے ہیں اور بیعت کرنے والا مرید ''طالب فیض'' کہلائے گا۔

سوال: اگر کسی سالک کے شیخ پردہ فرما جائیں تو کیا حصولِ فیض اور ظاہری تربیت کیلئے انہیں کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کر لینی چاہیئے؟

جواب: اگر راہِ سلوک میں سالک کی تربیت مکمل (تکمیل) ہو چکی ہو تو دوسری جگہ بیعت کی ضرورت نہیں اور اگر روحانی ترقی (روحانی رابطہ) اس قدر ہو گئی ہے کہ شیخ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح فیض حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ شیخ کے وصال فرمانے سے پہلے تب بھی دوسری جگہ بیعت کی ضرورت نہیں البتہ ان دونوں صورتوں میں کسی بھی مرشد کامل سے فیض ضرور حاصل کر سکتا ہے۔

لیکن اگر سالک راہ سلوک کے آغاز یا درمیان میں ہی ہے اور اسکی تربیت بھی مکمل نہیں ہوئی تو تربیت کی تکمیل نہ ہونے کی صورت میں اس کیلئے ''تجدید بیعت'' فرض ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال بزرگوں نے یوں دی ہے کہ اگر ایک عورت جوان ہے بوڑھی نہیں ہوئی تو خاوند کے مرجانے کے بعد اسے دوسری جگہ شادی کر لینی چاہیئے۔

باب چہارم

مقاماتِ اولیاء

خلیفہ

عام طور پر ایسا سالک یا مرید جسے شیخ کامل خلافت سے نوازدے خلفیہ کہلاتا ہے لیکن خلیفہ بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

خلیفہ (نائب)

☆.....ایسا سالک جو شیخ کے ساتھ کسی بھی کام میں معاون ثابت ہو رہا ہو اور اپنے فرائض احسن طریقے سے نبھا رہا ہو تو اسکی خدمات کو دیکھتے ہوئے اسکا مقام و مرتبہ بڑھانے کی غرض سے پیر و مرشد اسے اپنا نائب بنا کر خلافت سے بھی نواز دیتا ہے۔ عام طور پر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی سالک کے مسلسل ثابت قدم رہنے یا اسکا کوئی عمل پسند آ جانے کی وجہ سے شیخ اسے خلافت سے نوازتا ہے۔ لیکن

☆.....کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سالک کو شیخ سے عقیدت، محبت تو ہوتی ہے لیکن وہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے بار بار اپنے مقام سے گر رہا ہو (تنزلی ہو رہی ہو) ہوتا ہے تو اسے تنزلی سے بچانے کی غرض سے کامل مرشد اسے اپنی طرف سے کوئی حکم یا فریضہ سونپ دیتا ہے، (جب شیخ یہ دیکھے کہ سالک کسی بدعقیدگی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اپنی کم فہمی کی بنا پر شیخ کی کسی بات کو سمجھنے یا اس پر عمل کرنے سے قاصر ہے لیکن وہ شیخ سے عقیدت، محبت بھی کرتا ہے تو اسکی محبت اور خدمات کو دیکھتے ہوئے اسکی سمجھ بوجھ (اہلیت و قابلیت) اور رجحان کے مطابق شیخ اسے کوئی ایسی ذمہ داری (فریضہ) سونپ دیتا ہے جسے وہ احسن طریقہ سے پورا کر سکے اور اسکی بار بار تنزلی بھی نہ ہو)

مذکورہ بالا دونوں اقسام کے خلفاء ''خلیفہ (نائب) کہلاتے ہیں۔ انکا مقام و مرتبہ دیگر سالکین و مریدین سے زیادہ ہوتا ہے اور عام سالکین کی نسبت ''خلیفہ (نائب)'' کی دعائیں بھی جلد قبول ہوتی ہیں۔

ایسا خلیفہ ابھی مقام فنافی الشیخ میں ہی ہوتا ہے۔ اسے خلافت سے تو نواز دیا جاتا ہے لیکن اسے لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

خلفیہ مجاز

ایسا خلیفہ جسے کامل مرشد خلافت سے سرفراز فرمانے کے بعد لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت بھی عطا فرما دے ''خلیفہ مجاز'' کہلاتا ہے۔ دیگر سالکین اور خلیفہ نائب کی نسبت اسکا مقام و مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے اور اسکی دعائیں بھی انکی نسبت جلد قبول ہوتی ہیں۔ اسے انعامات بھی عطا ہوتے ہیں اور مرشد کی منظوری سے فیض دینے کی اجازت بھی ہوتی ہے۔ ایسے خلفاء اپنے فیض یافتگان کے معاملات حضور ﷺ، بزرگانِ دین اور پیرو مرشد کی بارگاہ سے حل کروا لیتے ہیں اور کامل مرشد انکے فیض یافتگان کی خود ہی دستگیری بھی فرماتا ہے۔ ان میں سے بعض کو پیرو مرشد معرفت کے فیض سے کچھ حصہ بھی عطا فرما دیتا ہے اور بعض کو یہ فیض عطا نہیں کیا جاتا۔

خلیفہ مجاز با اختیار

یہ بھی خلافت کی ایک قسم ہے۔ کامل مرشد ایسے سالک (خلیفہ) کی اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ سے منظوری کرواتا ہے اور پھر اسے مختلف معاملات میں تصرف کا اختیار عطا فرما کر ایسی خلافت سے نواز دیتا ہے جس میں اسے نہ صرف لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ وہ خود بھی جیسے چاہے خلافت عطا کر سکتا ہے یہ بہت بڑا کرم ہوتا ہے۔ ایسے خلیفہ کو ''خلیفہ مجاز با اختیار'' کہا جاتا ہے اس کا مقام و مرتبہ خلیفہ مجاز سے زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے خلفاء کو انعامات و اختیارات سے نواز کر فیض دینے کی اجازت دے

دی جاتی ہے اور اسے معرفت کے فیض سے بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور عطا کیا جاتا ہے۔ ایسے خلفاء تعداد میں زیادہ نہیں ہوتے، کامل مرشد پورے سلسلہ میں سے چند سالکین کو ہی اس قسم کی خلافت سے نوازتا ہے۔

خاندانی خلیفہ (سجادہ نشین)

مرشد کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی انکے فیض یافتگان کا ان کے دربار و آستانہ عالیہ سے رابطہ رہتا ہے اور وہ فیض حاصل کرنے کیلئے آتے رہتے ہیں اس لیئے کامل مرشد سلسلہ کو چلانے اور فیض یافتگان سے رابطہ کی غرض سے اپنی زندگی میں ہی اپنی اولاد (اولاد نہ ہو تو خاندان) میں سے کسی کو خلیفہ (گدی نشین) بنا کر لوگوں میں اس کا اعلان بھی کر دیتا ہے۔ سجادہ نشین ہمیشہ اولاد یا خاندان میں سے ہی کوئی بن سکتا ہے یعنی ایسی خلافت پشت در پشت خاندان میں سے ہی کسی کو ملتی ہے کوئی دوسرا اسکا حقدار نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اسے خاندانی خلیفہ یا سجادہ نشین کہتے ہیں۔

خلیفہ وارث

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہراً تو مرشد کا خلیفہ اسکا سجادہ نشین ہی ہوتا ہے لیکن باطنی خلافت (خاص خزانے) کیلئے وہ کسی اور کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ پیر و مرشد کا کوئی ایسا محبوب (منظورِ نظر) سالک بھی ہوسکتا ہے جس کے سینہ میں مرشد نے معرفت کے فیض سے بھی کچھ حصہ انڈیل دیا ہو، تو وہ مرشد کا حقیقی خلیفہ بن جاتا ہے۔ حقیقت میں ایسا سالک ہی مرشد کی باطنی خلافت کا بھی حقدار ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ مرشد ایسے خلیفہ کا اعلان بھی فرمائے۔

وارث

وارث وہ ہے جسے وراثت میں سے کچھ نہ کچھ حصہ عطا کیا جائے اور جسے وراثت میں سے جتنا زیادہ حصہ عطا کیا جاتا ہے اسکا مقام و مرتبہ اتنا ہی زیادہ بلند ہوتا ہے۔ وارث کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

خاندانی وارث

عام طور پر تو ''وارث'' اسے ہی کہا جاتا ہے جو سجادہ نشین (گدی نشین) ہو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کامل مرشد اپنے خاندانی وارث کو ہی اپنی ظاہری وراثت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ باطنی وارثت (خاص باطنی فیض) بھی عطا فرما دیتا ہے اور پھر وہی مرشد کا حقیقی اور مکمل وارث بن جاتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔

باطنی (حقیقی) وارث

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہراً تو مرشد کا وارث اسکا سجادہ نشین (خاندانی وارث) ہی ہوتا ہے لیکن باطنی وراثت (خاص خزانوں) کیلئے وہ کسی اور کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ پیر و مرشد کا کوئی ایسا محبوب (منظورِ نظر) سالک بھی ہوسکتا ہے جس کے سینہ میں مرشد نے معرفت کے فیض سے بھی کچھ حصہ انڈیل دیا ہو، تو وہ مرشد کا حقیقی وارث بن جاتا ہے۔ حقیقت میں ایسا سالک ہی مرشد کی باطنی وراثت کا بھی حقدار ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ مرشد ایسے وارث کا اعلان بھی فرمائے۔

وارث الانبیاء

ایسا سالک جسے کامل مرشد نے معرفت کے فیض سے تھوڑا بہت ہی نہیں بلکہ کثیر حصہ عطا فرمادیا ہو اور اسکی تربیت فرما کر حضور ﷺ کی بارگاہ سے بھی منظور کروادیا ہو اور حضور ﷺ نے بھی بذاتِ خود اپنے سینہ انور سے معرفت کا فیض (خاص الخاص فیض) اسکے سینہ میں انڈیل کر اپنے خاص خزانوں سے بھی حصہ (ورثہ) عطا فرمادیا ہو تو وہ ''وارث الانبیاء'' بھی بن جاتا ہے، ایسے سالک کی منزل فنافی الرسول ﷺ مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور اسکا اللہ جل شانہ سے بھی تعلق ہو چکا ہوتا ہے ایسی وراثت صرف فقراء کو ہی عطا ہوتی ہے

نوٹ :۔ اگر یہ (خلفاء و وارثین) اپنے فرائض احسن طریقہ سے سرانجام دیں تو ان عطاؤں (خاص فیض) میں مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے لیکن اگر خلفاء و وارثین میں سے کسی نے باطنی احکامات پر عمل درآمد نہ کیا اور بدعقیدہ یا گستاخ ہو گئے تو ایسے خلفاء و وارثین سے پھر وہ تمام عطائیں (باطنی فیض) بھی واپس لے لی جاتی ہیں جو خلافت یا وارثت سے نوازتے وقت انہیں عطا کی جاتی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پشت در پشت جو خلافت (خاندانی خلافت) عطا ہو وہ شروع کے دو یا تین خلفاء میں تو خلافت (فیض) صحیح رہتی ہے لیکن اسکے بعد آہستہ آہستہ خلفاء (سجادہ نشین) کے باطنی احکامات پر عمل پیرا نہ ہونے اور فضولیات میں مشغول ہو جانے یا بدعقیدہ اور گستاخ ہو جانے کے سبب فیض کی نوعیت ویسی نہیں رہتی اور پھر وہاں صرف ظاہری وراثت رہ جاتی ہے۔ دورِ حاضر میں بھی ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ کئی بڑے بڑے آستانوں پر بھی جو نام نہاد خلیفہ (گدی نشین) موجود ہیں وہ باطنی فیض سے خالی ہیں اور جو باطنی حالت یا فیض کی نوعیت انکے سابقہ خلفاء کی تھی انکی باطنی حالت ویسی نہیں ہے یعنی ان آستانوں پر ظاہری خلافت تو موجود ہے، باطنی خلافت (باطنی فیض) موجود نہیں ہے۔

ولایت

ولی اللہ کا مطلب ہے اللہ کا دوست اور جس کو بھی کسی وسیلہ سے اللہ اپنا دوست بنالیں وہ ولایت کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔ ولایت کئی طرح کی ہوتی ہیں۔

شریعت کی ولایت

''شریعت اللہ رسول ﷺ کے احکامات کو کہتے ہیں''۔ اور احکامات اللہ و رسول ﷺ کو جاننے کا نام ''علم شریعت'' ہے۔ ایسا سالک جس کی توجہ اور رغبت احکام شرعیہ کی طرف زیادہ ہو اور وہ ان پر پابندی کیساتھ عمل پیرا بھی ہو تو مرشد کامل اسے شریعت کی ولایت سے سرفراز فرمادیتا ہے جب اسے ولایت کا تاج پہنا دیا جاتا ہے تو اس سے شریعت کا فیض جاری ہوجاتا ہے پھر اسکے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ خود شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اسکی ترغیب دے یعنی عوام الناس کی اصلاح (تبلیغ و ہدایت کا راستہ بتانا) وغیرہ اسکے فرائض میں شامل ہوجاتا ہے اگر وہ اپنا فرض پورا نہ کرے تو اسکی پکڑ ہوجاتی ہے۔

جنہیں شریعت کی ولایت عطا ہوجائے ان سے ایسا فیض جاری ہوجاتا ہے کہ ان سے محبت کرنے والوں اور انکے وعظ اور صحبت سے فیضیاب ہونیوالوں کی بھی شریعت اور آخرت کی طرف رغبت بڑھتی ہے، انکی توجہ کے اثر سے انکے فیض یافتگان کو احکام شرعیہ پر عمل پیرا ہونے میں آسانی ہوجاتی ہے۔ انکی دعا اور توجہ کے اثر سے آخرت میں بھی بخشش ہوجاتی ہے اور لوگ جنتی بن جاتے ہیں۔

شریعت کے اولیاء اللہ زیادہ تر اپنے ظاہر کو درست کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنے فیض یافتگان (مریدین و عقیدت مند) کو بھی سختی سے شریعت پر عمل پیرا ہونے اور ظاہری

حلیہ (داڑھی، ٹوپی، عمامہ، لباس وغیرہ) بھی شریعت کے مطابق رکھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ ایسے لوگ جو انکے مریدین نہ ہوں اور پہلے سے ہی احکام شرعیہ پر عمل پیرا اور اس کا ذوق شوق رکھنے والے ہوں وہ بھی ان سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ایسے اولیاء اللہ (پیر صاحبان و سالکین) ہوتے ہیں جو ظاہر تو رکھتے ہیں لیکن باطن سے انہیں بہت کم فیض ملا ہوتا ہے، انہیں ولایت شرعیہ سے تو سرفراز کر دیا جاتا ہے لیکن طریقت کی ولایت عطا نہیں ہوتی۔ چونکہ انہوں نے علوم شرعیہ کے صرف ظاہر کو پڑھا (دیکھا) ہوتا ہے۔ ابھی اسکے باطن اور سچائی کو نہیں پایا (دیکھا) ہوتا۔ اس لئے یہ اولیائے کرام طریقت اور حقیقت کے اولیاء اللہ کی بعض باتوں (قول و فعل) پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ (اولیاء کرام) احکام شریعہ کے ظاہر کو جاننے کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی پہچان لیں یعنی سچائی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں تو ہرگز اعتراض نہ کریں۔ یہ احکام شرعیہ کے باطن کو نہ سمجھنے (جاننے) کی بناء پر ہی اعتراض کرتے ہیں اور ان اعتراضات کی ہی وجہ سے انہیں طریقت کے فیض سے زیادہ حصہ بھی عطا نہیں کیا جاتا اور نہ ہی انہیں طریقت کی ولایت ملی ہوتی ہے۔ انہیں طریقت کے فیض سے بہت کم حصہ ملا ہوتا ہے اسی لئے انہیں کبھی کبھار ہی حضور نبی کریم ﷺ، بزرگان دین اور پیر و مرشد کی زیارت ہوتی ہے۔

طریقت کی ولایت

شریعت کے بعد طریقت ہے اور طریقت کا مطلب ہے طریقہ جاننا، احکام شرعیہ کے باطن کو سمجھنا۔"

"اللہ و رسول ﷺ کے طریقہ (سچائی کے راستے) پر باطنی طور پر عمل پیرا ہونا ہی طریقت کہلاتا ہے"۔

جس نے شریعت کی روح کو صحیح طور پر سمجھ لیا وہی طریقت میں داخل ہوا اور جب شریعت کے انعامات کا نزول شروع ہو جائے تو یہ "طریقت کا فیض" کہلائے گا۔ ایسے اولیاء اللہ (پیر صاحبان

وسالکین) جنہیں شریعت کی ولایت عطا ہوا گر وہ اپنے ظاہر کی درستگی کیساتھ ساتھ باطن کو بھی درست رکھنے کی طرف توجہ دیں، ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے عقیدت ومحبت کو اپنا شعار بنائیں، عاجزی اختیار کریں، پر اعتراضات چھوڑ دیں، صرف اور صرف ظاہری آنکھ سے کام لینے کی بجائے باطن کی آنکھ سے بھی دیکھنا شروع کر دیں تو انہیں خود بخود ہی سچائی نظر آنا شروع ہو جاتی ہے اور طریقت کا فیض بھی زیادہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسکی نشانی یہ ہے کہ جو باتیں شریعت کی کتابوں میں پڑھی ہوتی ہیں وہ نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ سالک جب احکام شریعہ پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہو جائے تو سچائی کو دیکھ لیتا ہے۔ مشاہدات اور خوابات کے ذریعے بشارتیں شروع ہو جاتی ہیں، آخرت کی تسلی ہو جاتی ہے، اسکا یقین پختہ ہو جاتا ہے اور پھر اسکی عبادات کا انداز بھی بدل جاتا ہے وہ ذکر، فکر اور مراقبہ، محاسبہ کی طرف بہت توجہ دیتا ہے، اسکے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے، محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور عبادات میں لذت وحلاوت ملنا شروع ہو جاتی ہے، پھر اسکی عبادات اللہ کے خوف اور طلب آخرت (جنت وحور وقصور) کیلئے نہیں ہوتیں بلکہ وہ اللہ کی محبت میں اسکی عبادت کرتا ہے۔ اس کے فرائض میں اضافہ ہو جاتا ہے اسے باطن کو درست رکھنے کی زیادہ فکر رہنے لگتی ہے۔ اس مقام پر اسکی آزمائشوں کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے اور نہ صرف یہ کہ اسے طریقت کے فیض سے بہت سا حصہ عطا کیا جاتا ہے بلکہ طریقت کی ولایت سے بھی مکمل طور پر سرفراز بھی کر دیا جاتا ہے۔ یعنی جب اعتراضات ترک کر کے سچائی کو پالیں تو طریقت کے ولی بھی بن جاتے ہیں۔ جنہیں طریقت کی ولایت کا تاج پہنا دیا جائے انکے باطنی معاملات میں اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے انہیں حضور ﷺ، بزرگانِ دین اور پیر ومرشد کی کبھی کبھار نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً زیارت ہوتی رہتی ہے، یہاں حضور ﷺ، بزرگانِ دین اور پیر ومرشد مختلف معاملات میں دستگیری اور احکامات فرماتے رہتے ہیں اور ان سے باطنی فیض جاری ہو جاتا ہے، پھر وہ صرف طریقت کا فیض لینے والے ہی نہیں بلکہ طریقت کا

فیض دینے والے بھی بن جاتے ہیں۔ طریقت کے اولیاء کرام کے فیض کی نشانی یہ ہے کہ انکی (طریقت کے اولیاء کرام) دعاؤں سے لوگ دوزخی سے جنتی بن جاتے ہیں، انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور انکی توجہ سے انکے فیض یافتگان کو عبادت (ذکر، فکر) میں لذت وحلاوت ملنا شروع ہوجاتی ہے، مشاہدات ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور انہیں بھی حضور ﷺ، بزرگانِ دین اور پیرومرشد کی زیارتیں ہونا شروع ہوجاتی ہیں، طریقت کے اولیاء کرام نے چونکہ ابھی ''حقیقت'' کے مقام کو نہیں پایا ہوتا اور انہیں حقیقت کے فیض سے بھی تھوڑا بہت ہی حصہ ملا ہوتا ہے اس لئے ''حقیقت کے اولیاء کرام'' کی کچھ باتیں انکی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں اور اسی لاعلمی کی بناء پر وہ حقیقت کے اولیاء اللہ پر اعتراضات بھی کر سکتے ہیں۔

حقیقت کی ولایت

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شریعت میرے اقوال ہیں طریقت میرا راستہ، حقیقت میرے احوال اور معرفت میرے راز ہیں''

''شریعت اگر دودھ ہے تو طریقت ملائی اور ''حقیقت'' مکھن ہے''۔

طریقت کے اولیاء کرام اگر اس مقام پر بھی عشق کو اپنا راہبر بنا کر چلیں، اعتراضات نہ کریں تو ہر بات کو مسلسل عشق ومحبت کی نظر سے دیکھنے اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے انہیں خود بخود ہی حقیقت نظر آنا شروع ہوجاتی ہے اور جب حقیقت دیکھ لیتے ہیں تو چپ ہوجاتے ہیں، اعتراضات نہیں کرتے۔ حقیقت کہتی ہے چاہے جان پر کھیل جاؤ لیکن مرشد ومحبوب کی ذات پہ حرف نہ آئے۔ جب مرشد کیلئے عشق ومحبت اور ایثار ووفا سالک کی روح (باطنی) میں ایسی رچ بس جائے کہ مرشد کے قول وفعل پر اعتراض تو درکنار دل میں غلط خیال بھی نہ لائے اور جب اسکی محبت خالصتاً ذات (اللہ کی ذات) سے ہوجائے تو

اسے ''ذاتی فیض'' سے بھی زیادہ حصہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ (غارِ ثور میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا جان پر کھیل کر حضور ﷺ کی حفاظت کرنا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کا حضور ﷺ کے آرام میں خلل نہ ہونے کے باعث نمازِ عصر قضا کر دینا اسکی بہترین مثالیں ہیں۔)

یہاں اسکی محبت صفاتی نہیں ذاتی ہو جاتی ہے اور اس مقام پر حضور ﷺ اور مرشد کی محبت کے بعد اسکا رخ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے تب اس درویش کو نہ صرف حقیقت کے فیض سے وافر مقدار میں حصہ ملتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اسے حقیقت کے تاج ولایت سے بھی سرفراز فرماتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ خود اپنے دستِ عطا سے حقیقت کی ولایت کا تاج پہناتے ہیں اور بعض اوقات درویش (پیر صاحبان، سالکین) میرے آقا حضور پرنور رحمت اللعالمین ﷺ کے مبارک اور پرنور ہاتھوں سے وہ تاج پہنتا ہے۔ یہ درویش کی مرضی ہوتی ہے جہاں سے وہ چاہے اسکو یہ عطا کر دی جاتی ہے۔

جب ذاتی محبت کی وجہ سے ذاتی فیض ملنا شروع ہو جائے تو پھر صرف حضور ﷺ بزرگانِ دینؒ اور پیر و مرشد ہی نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ایسے اولیاء اللہ کی بذات خود براہِ راست دستگیری فرماتا ہے۔ اور ہر طرح کے احکامات و معاملات میں منجانب اللہ انکی دستگیری و راہنمائی ہوتی ہے، مسائل و نکات خواہ وہ شریعت، طریقت کے ہوں یا حقیقت کے انہیں براہِ راست سمجھائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقت کے درویشوں کو نکات یا مسائل کتابوں سے پڑھ کر سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حقیقت کے فیض کی نشانی یہ بھی ہے کہ ایسے اولیاء اللہ کو الہام ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ان سے کرامتوں کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ جو بھی حقیقت کے اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے اسے روحانی فیض شروع ہو جاتا ہے اس فیض کی بدولت فیض یافتگان کو بھی حضورؐ، پیر و مرشد اور بزرگان دینؒ کی زیارتیں ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور راہِ حق کی تصدیق بھی بہت جلد ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے اولیاء کرام جنہیں

حقیقت کی ولایت عطا ہوا نکے فیض یافتگان بہت جلد مقام مشاہدہ کو پا لیتے ہیں۔جن اولیاء اللہ سے حقیقت کا فیض جاری ہو جائے اسکی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ پھر ان سے گنہگار و بدکار بھی فیض لیتے ہیں اور انکے فیض کو تمام انسانی عقلیں سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں۔

حضرت سلطان باہوؒ نے اس کے متعلق فرمایا:

شریعت دے دروازے اچے راہ فقر دا موری ہو عالم فاضل لنگن نہ دیندے جو لنگیا سو چوری ہو

(تشریح): فقر ایسا مقام ہے کہ صرف شریعت کے مسائل جاننے والے اور ظاہر آنکھ سے دیکھنے والے اسے تسلیم نہیں کر سکتے اور ایسے اولیاء پر مسلسل اعتراضات کرتے ہیں اسی لئے راہ فقر پر جو بھی گامزن ہوا اس پر صرف ظاہری علم رکھنے والوں (علماء وفضلاء) نے اعتراضات کیے اور وقتی طور پر ان کے فیض و کرم کو تسلیم نہ کیا گیا۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی درویش کو شریعت، طریقت کی ولایت عطا نہیں ہوتی صرف ''حقیقت کی ولایت'' ہی ملی ہوتی ہے اور کچھ اولیاء اللہ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں شریعت، طریقت کی ولایت بھی عطا ہوتی ہے اور حقیقت کی ولایت سے بھی مکمل طور پر سرفراز کیا جاتا ہے۔

☆.....ایسے درویش جنہیں صرف حقیقت کی ولایت عطا ہو۔ان کی کیفیات واحوال کی وجہ سے احکام شریعہ ان پر لاگو نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ قوانین شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔یہ درویش مکمل طور پر عالم باطن میں مگن رہتے ہیں اتنے زیادہ مگن کہ ظاہر کی طرف تو انکی توجہ ہی نہیں جاتی۔اسکے برعکس

☆.....ایسے درویش جنہیں حقیقت کی ولایت کے ساتھ ساتھ شریعت اور طریقت کی ولایت بھی عطا ہو وہ احکام شریعہ پر عمل کرتے ہیں کیونکہ مکمل ہوش وحواس میں ہونے کی وجہ سے ان پر شریعت لاگو ہوتی ہے اور ایسے اولیاء اللہ سے مخلوق کی رشد وہدایت کا کام بھی لینا مقصود ہوتا ہے اس لیے انکے لئے

احکام شریعہ کی پابندی ضروری ہے۔ ایسے لوگ جو روحانیت اور راہ سلوک میں نہیں ہوتے انکی اکثریت ان مقامات (شریعت، طریقت، حقیقت) سے آگاہی نہ رکھنے کیوجہ سے ان تینوں مقامات (شریعت، طریقت، حقیقت) کے اولیاء اللہ کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتی اور احوال و کیفیات خواب و مشاہدات یعنی فیض کو کم علمی کی بناء پر غلط سمجھتے ہوئے جھوٹ سے تعبیر کرتی ہے۔

اولیاء اللہ

''ولی'' اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ دنیا میں دو لاکھ اڑتالیس ہزار اولیاء کرام ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ (ایک لاکھ چوبیس ہزار مرد اور ایک لاکھ چوبیس ہزار عورتیں اولیاء کرام ہوتی ہیں)۔ اولیاء کرام کئی طرح کے ہیں۔

پہلی قسم

جس طرح پیدائشی نبی ہوتے ہیں اسی طرح پیدائشی ولی بھی ہوتے ہیں۔

''ایسا ولی جسے شکم مادر میں ہی ولایت سے سرفراز فرما دیا جائے ''پیدائشی ولی'' کہلاتا ہے''۔

ایسی ولایت کسی عبادت و ریاضت سے حاصل نہیں کی جاسکتی بلکہ یہ محض فضل ربانی ہے۔

دوسری قسم

بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں جنہیں خود بھی اس بات کا علم (خبر) نہیں ہوتا کہ وہ ''ولی'' ہیں۔ انہیں زندگی میں کبھی حضورؐ، بزرگانِ دینؒ اور پیر و مرشد کی زیارت نہیں ہوئی ہوتی لیکن اسکے باوجود وہ ولی ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ انہیں اپنی ولایت کی خبر بھی ہو۔ ایسے اولیاء اللہ کو دنیا سے چلے جانے کے بعد

جب وقت نزع، عالمِ برزخ اور عالم آخرت میں انعام وکرام سے نوازا جائے گا تب ہی پتہ چلے گا کہ وہ ولی ہیں۔ اللہ جسے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے اسکی ذراسی بات یا عمل (کام) پسند فرما کر ہی اپنے دوستوں میں شامل فرمالیتا ہے۔ جو انسان پریشانیوں اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے، حالات کی سنگینی سے گھبرا کر کاہنوں اور جادوگروں کے پاس نہیں جاتا اور نہ ہی اللہ کی ذات سے مایوس اور ناامید ہو کر خودکشی کرتا ہے بلکہ مصائب وآلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سمجھ کر راضی بارضا رہنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مسلسل صبر کرنے کی وجہ سے اسے بھی اپنے دوستوں میں شامل فرمالیتا ہے۔ کسی احسن عمل کو تسلسل کے ساتھ کرنے پر ولی بنالیا جاتا ہے۔

جو انسان نعمتوں کی قدر کرتا ہے اور نعمتوں (مال ودولت اور صحت وتندرستی وغیرہ) کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہتا ہے وہ بھی ولی ہے اور جو محنت، مشقت کر کے رزق حلال کماتا ہے اور فقر وفاقہ اور تنگدستی سے مجبور ہو کر ناجائز ذرائع سے روزی (حرام رزق) نہیں کماتا اسکا شمار بھی اللہ کے ولیوں میں ہوگا۔ مشقت اور محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

تیسری قسم

یہ وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں (باطنی طور پر) خود بھی اپنی ولایت کا علم ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی بذریعہ خواب و مشاہدات وغیرہ اطلاع (تصدیق) ہوجاتی ہے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔ انکے روحانی معاملات چل رہے ہوتے ہیں اور یہ فیض لینے والے ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر مقامِ فنافی الشیخ میں ہوتے ہیں اس لئے ان کے معاملات (دینی، دنیاوی اور روحانی مسائل) کے لئے شیخ کی منظوری ہی کافی (ضروری) ہوتی ہے۔ یہ دلی طور پر مطمئن اور خوش ہوتے ہیں، انکی کیفیات میں بھی تبدیلی آتی ہے، عبادات (نماز

وذکر، فکر) میں لذت وحلاوت ملنا شروع ہو جاتی ہے اور ان پر انوار کی بارش بھی ہوتی ہے۔ انہیں وقتاً فوقتاً ،حضور ﷺ، بزرگانِ دین اور پیرومرشد کی زیارت اور مختلف روحانی معاملات کی اطلاع بھی ہوتی رہتی ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایسے اولیاء کرام کی منزل ''فنافی الشیخ'' مکمل ہو چکی ہو۔

چوتھی قسم

یہ اولیاء کرام کی وہ قسم ہے جنہیں پیرومرشد تربیت کر کے بارگاہِ رسالتؐ میں پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی منزل ''فنا فی الشیخ'' مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور یہ مقامِ فنافی الرسول ﷺ میں ہوتے ہیں۔ یہاں حضور ﷺ انکی تربیت فرمانے کے ساتھ ساتھ انہیں تصرفات کا اختیار بھی عطا فرماتے ہیں۔ یہ حضور ﷺ سے براہِ راست فیض حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ اور آپؐ انہیں خزانے عطا فرما کر بیعت کی اجازت بھی فرما دیتے ہیں۔ انتہائی مقام پر انکا اللہ تعالیٰ سے بھی براہِ راست تعلق ہو سکتا ہے۔ اللہ ورسول ﷺ کی بارگاہ سے انکی ایسی منظوری ہو جاتی ہے کہ ان پر احکامات کا نزول ہوتا ہے اور انہیں مشاہدات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جو بھی ان سے محبت کرتا ہے اللہ ورسول ﷺ اسے نواز دیتے ہیں پھر یہ خود بھی فیض دینے والے بن جاتے ہیں اور مقام ومرتبہ اور ولایت سے بھی نواز سکتے ہیں۔ چونکہ ان سے مخلوقِ خدا کو فیض یاب کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے لوگوں کو انکی طرف (باطنی طور پر) رجوع کرنے اور انکا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں انکی محبت القاء کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ ورسول ﷺ کی بارگاہ میں ان کی منظوری ومقبولیت اور مقام ومرتبہ کی تصدیق بھی کرا دی جاتی ہے۔ ایسے اولیاء کرام پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب ان پر ہر وقت (چوبیس گھنٹے) مختلف انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

صاحبِ ڈیوٹی اولیاء اللہ

یہ مختلف مقام و مرتبہ کے حامل اولیاء اللہ ہوتے ہیں جنہیں صاحبِ ڈیوٹی بنا کر مختلف مقامات پر بھیج دیا جاتا ہے، ڈیوٹی اسی کی لگائی جاتی ہے جو اس کا اہل ہو۔ اگر ان میں سے کوئی اپنے فرائضِ منصبی صحیح طرح انجام نہ دے سکے یا انتقال کر جائے تو اسکی جگہ دوسرے کو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ ہر دور میں مختلف ملکوں، شہروں، علاقوں اور محلوں کی سطح پر بھی صاحبِ ڈیوٹی اولیاء اللہ مقرر کیے جاتے ہیں۔ وقت اور حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہی انکے فرائض متعین کیے جاتے ہیں۔ انکے فرائض اور عہدہ کے مطابق انہیں مختلف معاملات میں تصرفات کا اختیار بھی دیا جاتا ہے۔ یہ کسی بھی روپ (ڈاکٹر، وکیل، سبزی فروش اور موچی وغیرہ) میں عام لوگوں کے درمیان رہ کر ہی اپنے فرائضِ منصبی ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ صاحب ڈیوٹی اولیاء کو صرف انکے ظاہری حلیہ یا شکل و شباہت کی بنا پر کوئی بھی شناخت نہیں کر سکتا۔ یہ اولیاء اللہ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔ ماسوا اسکے جسے اللہ و رسول ﷺ اپنی بارگاہ سے مطلع فرما دیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ بظاہر کوئی خواہ کسی بھی حلیہ میں ہو کبھی بھی کسی کو حقیر نہ سمجھیں اور ہر کسی سے خندہ پیشانی اور حسنِ اخلاق سے پیش آئیں نہ جانے کس روپ میں کون چھپا بیٹھا ہو۔

مست اولیاء اللہ

عام سالکین کے مقابلہ میں ان کی توجہ تیز ہوتی ہے۔ یہ اپنے حال میں مست (مگن) رہتے ہیں۔ کبھی یہ ہوش و حواس میں ہوتے ہیں اور کبھی ان پر مستی کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے وقتاً فوقتاً ان سے شرع کی

پابندی بھی اٹھتی رہتی ہے یعنی ان سے غیر شرعی کام بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زیارت کے لئے تو جایا سکتا ہے اور ان سے فیض بھی لیا جاسکتا ہے لیکن ان کی تقلید جائز نہیں اور ان سے بیعت کر کے انہیں پیرو مرشد بھی نہیں بنایا جاسکتا۔

مجذوب اولیاء اللہ

یہ وہ درویش ہیں جو ایک خاص مقام پر آ کر ٹھہر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے انکا تعلق بہت تیز ہو جاتا ہے۔ اتنا تیز کہ انوار کی بارش میں گم ہو کر ان کے ہوش وحواس بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اگر مکمل ہوش وحواس میں رہیں تو سالک بن جائیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے سو واٹ کے بلب میں ایک سو پچاس واٹ کی بجلی بھر دی جائے۔ یہ ایسے اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو باطن تو رکھتے ہیں لیکن ظاہر نہیں رکھتے۔ مکمل ہوش وحواس میں نہ ہونے کی وجہ سے ان پر بھی قوانین شریعت لاگو نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ مست اولیاء اللہ کی طرح یہ بھی باشرع نہیں ہوتے۔ چونکہ انکا زیادہ تر تعلق باطن سے ہوتا ہے اس لئے یہ ظاہر میں نہ تو نماز پڑھتے نظر آئیں گے اور نہ ہی روزے رکھتے ہوئے، ان سے بیعت نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ ہی تقلید جائز ہے۔ یہ بھی فیض سے تو نواز سکتے ہیں لیکن صاحبِ ارشاد نہیں ہوتے۔ انکی پیروی اس لئے بھی جائز نہیں کہ یہ تو اپنی کیفیات کی وجہ سے احکام شریعت پر عمل کرنے سے معذور ہوتے ہیں لیکن ایک مکمل ہوش حواس میں رہنے والا انسان (مرید) اگر احکام شریعت کی پابندی نہیں کرے گا تو گنہگار اور نافرمان ٹھہرایا جائے گا کیونکہ اسکی تو ایسی کیفیات (مجذوبیت کی کیفیت) نہیں۔ کوئی عام انسان انکی کیفیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ انکی نظر اتنی تیز ہوتی ہے کہ ایک نظر میں پلٹ کر رکھ سکتے ہیں چاہیں تو ایک ہی نظر میں اپنے جیسا بھی بنا سکتے ہیں۔

ابدال

یہ بھی ایک مقام ہے جو اللہ کے مقبول بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ ''ایسا ولی جس کی دعا کی برکت اور تصرف سے تقدیر بدل جائے ''ابدال'' کہلاتا ہے''۔ اللہ و رسول ﷺ نے ابدال کو مختلف معاملات میں تصرف کا اختیار عطا فرمایا ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مختلف ادوار میں مختلف تعداد میں اولیائے اللہ فائز ہوتے ہیں۔

قلندر

قلندر کا مقام و مرتبہ ابدال سے بہت بلند ہوتا ہے۔ قلندر ہر دور میں تین ہوتے ہیں، دو مرد اور ایک عورت (آدھی قلندر)۔ قلندر کو طریقت اور حقیقت کے فیض سے وافر مقدار میں حصہ ملا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قلندر پر مستی کا بہت زیادہ غلبہ رہتا ہے۔ اسی کیفیت (مستی کی کیفیت) کی وجہ سے ضروری نہیں کہ قلندر باشرع بھی ہو۔ عام درویشوں کی نسبت قلندر کی توجہ بہت تیز ہوتی ہے۔ ''قلندر'' ایسے اولیاء اللہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ سے خاص معاملات میں تصرف کا اختیار بھی عطا ہوتا ہے۔ انہی اختیار ات کی بدولت وہ آنِ واحد میں کسی کی بھی کایا پلٹ سکتے ہیں۔

قطبِ وقت

''قطب'' کا مقام و مرتبہ صرف غوث سے نیچے ہوتا ہے''۔ قطب کے فرائض اور اختیارات میں عالم کا نظام چلانا بھی شامل ہوتا ہے۔ مختلف ادوار میں اقطاب کی تعداد مختلف رہی ہے۔ سابقہ ادوار میں ضرورت و حالات کے پیشِ نظر اور روحانی نظام کی تبدیلی کے باعث ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ ملکوں، شہروں اور علاقوں کی سطح پر بھی قطب بنائے گئے جبکہ دورِ حاضر میں اقطاب کی تعداد صرف چار ہے۔ جن میں سے

تین سب سے خاص ہیں جو قطب کہلاتے ہیں اور ایک ان میں سے بھی خاص الخاص ہے وہ ان سب کا سردار ہے وہ بیک وقت قطب بھی ہے اور غوث بھی۔ ایسے قطب کے لئے مختلف ادوار میں صوفیائے کرام نے مختلف اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ کسی نے اسے ''قطب الاقطاب'' کا نام دیا ہے۔ تو کسی نے اس قسم کی قطبیت کو ''قطبیت کبریٰ'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور کبھی اسے ہی ''غوث'' کا نام بھی دیا گیا۔ یہ ضروری نہیں کہ وقت کا قطب ''مکمل محبوب سبحانی'' بھی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے ''محبوبیت'' سے ابھی صرف حصہ ہی عطا ہوا ہو۔

نوٹ:.....غلط فہمی کا ازالہ:

یہاں محبوبِ سبحانی کے ساتھ ''مکمل'' کا لفظ اس لئے لکھا گیا ہے کہ ہمارے بہت سے پیر صاحبان اور سالکین ایک بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں وہ یہ کہ ان میں سے جب کبھی کسی کو کوئی مقام و مرتبہ (قطبیت و غوثیت اور محبوبیت وغیرہ) عطا (منظور) ہونے کی بشارت ملے اور پھر اس مقام کا فیض بھی ملنا شروع ہو جائے تو وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ شاید انہیں اس مقام و مرتبہ پر فائز کر دیا گیا یا اور انہیں مکمل طور پر وہ مقام اور اسکے اختیارات مل گئے ہیں۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر وہ اپنے نام کے ساتھ یہ القابات بھی لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کو محبوبیت کے فیض سے کچھ حصہ مل رہا ہے تو وہ اپنے آپ کو ''محبوب سبحانی'' اور اگر کسی کو ''مقامِ قطبیت و غوثیت'' کا فیض عطا ہونا شروع ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو ''قطب یا غوث وقت'' کہنا اور لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا سمجھنے والے ایک بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ انہیں مکمل طور پر وہ مقام اور اسکے اختیارات نہیں ملے ہوتے بلکہ ابھی تو صرف اس مقامِ خاص کے لئے چناؤ ہو کر اس مقام کا فیض ملنا شروع ہوا ہوتا ہے پھر کافی عرصہ (مہینوں یا سالوں) معاملات چلتے ہیں۔ مختلف مراحل (آزمائش وغیرہ) سے گزارا جاتا ہے اور جب وہ ہر طرح سے کامیابی حاصل کر لے تو بالآخر تمام مراحل

کی تکمیل کے بعد اسے مکمل اختیارات سے بھی نواز دیا جاتا ہے اسکی مثال یوں سمجھ لیجیئے جیسے میڈیکل کے کسی طالب علم کا ''ڈاکٹر'' بننے کیلئے چناؤ بہت پہلے ہو جاتا ہے اور وہ ڈاکٹری کے شعبہ میں قدم بھی رکھ لیتا ہے۔ بغرضِ تربیت اس سے وقتاً فوقتاً کام (مریضوں کے علاج کا کام یعنی پریکٹیکل) بھی لیا جاتا ہے۔ لیکن مکمل ڈاکٹر تو وہ مزید تعلیم اور تجربہ حاصل کرنے کے بعد امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے ہی بنے گا اور تب ہی وہ ''ڈاکٹر'' کہلانے کا حقدار ہوگا۔ جب کسی درویش کو کوئی مقام مکمل طور پر عطا کر دیا جاتا ہے تو اسکے ساتھ ہی اسے خلعت بھی عطا کر دی جاتی ہے اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب وہ اس مقام پر فائز کر دیا گیا۔

غوثِ وقت

''ایک لاکھ چوبیس ہزار اولیاء کرام میں ''غوث'' کا مقام سب سے بلند ہوتا ہے۔

غوث صرف ایک ہوتا ہے۔ عام طور پر انہیں چار اقطاب میں سے ترقی پانے والا غوث بنتا ہے جو بیک وقت غوث بھی ہوتا ہے اور قطب بھی۔ جب کسی درویش کو مقامِ غوثیت پر فائز کیا جاتا ہے تو اسے بارگاہِ رسالت ﷺ سے خلعت عطا ہوتی ہے اور میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ (باطنی طور پر) اسے غوثیت کا تاج پہنا کر روئے زمین کے تمام بڑے اولیائے کرام میں اسکا اعلان بھی فرما دیتے ہیں۔ تمام اولیاء کرام اس اعلان کو تسلیم کرتے ہیں۔ غوث کا باطنی آستانہ سدرۃ المنتہیٰ (ساتواں آسمان) ہوتا ہے۔ مقامِ غوثیت عطا ہو جانے کے بعد غوث توجہ کرے یا نہ کرے روئے زمین کی ہر چیز (معاملات) خود بخود ہی اس کے حضور پیش ہوتی ہے۔ احکام الٰہی تمام اولیاء کرام میں سب سے پہلے غوث (ساتویں آسمان پر) اترتے ہیں پھر اس سے نیچے درجہ کے اولیاء کرام (چھٹا آسمان) پر پھر بالترتیب تمام آسمانوں سے ہوتے ہوئے روئے زمین پر نفاذ پاتے ہیں۔

غوث الاغیاث

ایسا غوث جسے چند دوسرے (گزرے ہوئے یا آئندہ آنے والے) اغیاث (غوث کی جمع) میں بزرگی و برتری حاصل ہو جائے تو وہ مقامِ غوثیت سے ترقی پا کر ''غوث الاغیاث'' کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر قطب وقت اور غوث کے چناؤ کیلئے اسکی نظر یا مشورہ بھی شامل ہوتا ہے۔

غوثِ اعظم

چند ''غوث الاغیاث'' میں سے جو زیادہ بزرگی و فضیلت حاصل کر لے وہ ''غوثِ اعظم'' بن جاتا ہے۔ اب تک صرف چند ہی ''غوثِ اعظم'' گزرے ہیں۔ حضور سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ تمام ''غوثِ اعظم'' کے سردار ہیں۔ اس سے پہلے میں بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ دنیا میں غوث اعظم بھی گزرے ہیں میرے علم میں بھی یہ بات اس وقت آئی جب ایک مرتبہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے باطنی طور پر اپنی زیارت بابرکت سے نوازتے ہوئے مجھے اسکی تفصیل سمجھائی اور ارشاد فرمایا:

''غوث ہوتا ہے، غوث الاغیاث ہوتا ہے اور ''غوثِ اعظم'' بھی ہوتا ہے۔''

میں نے حیرت سے عرض کی حضور! ''غوثِ اعظم'' تو صرف آپؒ کی ذات ہی ہے اور ہم نے تو آج تک کسی اور کیلئے یہ لقب نہیں سنا تو آپؒ نے فرمایا:

''میں ''غوث الاعظم'' (تمام غوث اعظم پر فوقیت رکھنے والا) ہوں اور غوثِ اعظم'' میری منظوری اور وسیلہ سے بنتا ہے''۔ اس کے بعد آپؒ نے مجھے اسکا مشاہدہ بھی کرایا۔

غوث الاعظم

''غوث الاعظم'' صرف سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات بابرکات ہی ہے۔ آپ سرکارؒ

کے علاوہ نہ کوئی ''غوث الاعظم'' ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا۔ خواہ کسی بھی سلسلہ سے تعلق رکھنے والا اور کسی بھی مقام و مرتبہ کا حامل درویش ہو۔ مقام فقر کی منظوری کے لئے حضور غوث الاعظم کی منظوری اور وسیلہ ضروری ہے۔ آپ سرکار تمام سلاسل کے فقراء کو کامل اور واصل کرنے والے ہیں۔

مرشد

مرشد اللہ و رسول ﷺ سے ملانے اور قریب کرنے والا ہوتا ہے اور اس کی باطنی حالت (کیفیت) یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہراً تو بشر ہی ہوتا ہے لیکن اس کی روح تمام آلائشوں سے پاک ہو کر مکمل نور بن چکی ہوتی ہے اور وہ عالم باطن میں نور (اللہ و رسول ﷺ) سے فیض وصول کر کے ظاہر میں انسانوں اور دوسری مخلوقات کو وہ نور تقسیم کرتا ہے مرشد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں

مرشد کامل

مرید کی انتہا جس جگہ پر ہے وہ مرشد کامل کا حجاب ہے۔ مرید چاہتا ہے کہ کرامات وغیرہ حاصل کرے جبکہ کامل چاہتا ہے کہ کرامات عطا کرنے والے کو پالے۔ مقام فنافی الشیخ میں ترقی کرتے کرتے سالک ایک خاص مقام پر پہنچ کر کاملیت حاصل کر لیتا ہے اور ''مرشد کامل'' بن جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شیخ (مرشد اکمل) خود ہی سالک کی فنافی الشیخ میں تربیت مکمل کر کے کاملیت عطا کر دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ مقام فنافی الشیخ میں سالک کی تربیت مکمل کر کے اسے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے پھر وہاں (مقام فنافی الرسول ﷺ میں) حضور ﷺ

کچھ عرصہ تربیت فرما کر اسے کاملیت بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ کاملیت عطا ہو جانے کی نشانی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ انکی بارگاہ میں جانے کی منظوری ہو جاتی ہے، دعائیں قبول ہونے لگتی ہیں، خانہ کعبہ شریف بھی باطنی طور پر آ کر مرشد کامل کا طواف کرتا ہے اور اس سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے۔ مرشد کامل کی ''ہو بہو شکل اور آواز'' میں شیطان نہیں آ سکتا۔ جو کوئی مرشد کامل کی عقیدت و محبت سے زیارت کرتا ہے اسکے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ باطنی طور پر بیعت کی اجازت بھی انہی اولیاء کاملین کو ہوتی ہے۔ پہلے تو وہ جس پر بھی توجہ کرے اسے فیض ملنا شروع ہو جاتا تھا لیکن اب کاملیت کی مہریں لگنے کے بعد ایسا کرم ہو جاتا ہے کہ اللہ و رسول ﷺ اس کی وجہ سے مخلوق کو خود بخود نواز نا شروع کر دیتے ہیں۔ جو بھی عقیدت و محبت سے کامل مرشد کی زیارت کرتا ہے اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے باطنی خزانوں میں سے حصہ عطا کر دیا جاتا ہے۔ اس بارگاہ سے منظوری کی نشانی یہ ہے کہ مرشد کامل اور اس سے عقیدت و محبت کرنے والے خواہ کہیں بھی ہوں اللہ و رسول ﷺ، بزرگان دین اور پیر و مرشدان کی خود دستگیری فرماتے ہیں۔ مرشد کامل سے خود بخود فیوض و برکات جاری ہو جاتے ہیں اور اس سے ایسی روشنی اور فیض جاری ہو جاتا ہے کہ خواہ وہ کسی کی طرف دیکھے یا نہ دیکھے، توجہ کرے یا نہ کرے، فیض خود بخود ہی عقیدت و محبت کرنے اور فیض لینے والے کی طرف جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مرشد کامل (اولیائے کاملین) کی استعمال شدہ چیزوں اور کپڑوں میں بھی یہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ کوئی عقیدت و محبت سے انہیں چومے اور سر آنکھوں سے لگائے تو فیض حاصل کر سکتا ہے اور اولیائے کاملین کے قدم جس زمین پر پڑ جائیں، اس جگہ میں بھی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جگہ بابرکت ہو جاتی ہے۔ مرشد کامل شریعت کی روح سے گزر کر طریقت کا فیض پا رہا ہوتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ''مرشد کامل'' کو شریعت کی مکمل ولایت عطا ہوتی ہے اور طریقت کے فیض سے بھی وافر مقدار میں حصہ مل رہا ہوتا ہے اور

کبھی طریقت کی تو مکمل ولایت عطا ہوتی اور شریعت کے فیض سے بھی وافر مقدار میں حصہ مل رہا ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرشد کامل کو شریعت اور طریقت کی مکمل ولائتیں بھی عطا ہو جاتی ہیں۔

مرشد مکمل

مرشد کامل اس مقام (راستے) پر ترقی کرتے کرتے جب انتہا کو پہنچتا ہے تو ''مرشد مکمل'' بن جاتا ہے۔ جس مرشد کامل کو ایک ولایت مکمل عطا ہوتی ہے اور دوسری سے حصہ مل رہا ہوتا ہے اس مقام پر پہنچ کر اس کو دونوں ولائتیں (شریعت وطریقت کی) مکمل طور پر عطا ہو جاتی ہیں اور جس ''مرشد کامل'' کو پہلے ہی شریعت وطریقت کی (دونوں) ولائتیں عطا ہوں اسے حقیقت کے فیض سے بھی حصہ ملنا شروع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ''مرشد مکمل'' کو تینوں ولائتیں بھی عطا کر دی جاتی ہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے یہاں وہ مقام فنافی اللہ میں ہوتا ہے۔ مرشد مکمل کے فیض کی نوعیت یہ ہو جاتی ہے کہ پہلے تو اسکے فیض کا دائرہ کار صرف اپنے سلسلہ کے عقیدتمند و مریدین تک ہی محدود ہوتا ہے اور جو کوئی بھی عقیدتمند اس سے محبت کرتا ہے فیض خود بخود اس کو ملنا شروع ہو جاتا ہے لیکن اب مقام ''فنافی اللہ'' میں ہونے (مرشد مکمل بن جانے) کیوجہ سے اسے اللہ کی صفات میں سے بھی فیض ملتا ہے، اللہ اسکے ذریعے اپنی صفات کا اظہار فرماتا ہے، اس سے اللہ کی شان ظاہر ہوتی ہے اور اسکا فیض تمام انسانیت کیلئے عام ہو جاتا ہے اور وہ تمام سلاسل کے عقیدتمند اور سالکین کو بھی نواز سکتا ہے، ان کی بھی ترقی کر سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب ومخلوق بھی اس سے فیض یاب ہوتی ہے۔

مرشد اکمل

''مرشد مکمل'' پر دن رات اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ مقامات

میں ترقی اور باطنی خزانوں میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب مرشد مکمل ترقی کرتے کرتے ''مرشد اکمل'' بن جاتا ہے ''مرشد اکمل'' بن کر نہ صرف یہ کہ اسے تینوں ولائتیں بھی مکمل طور پر عطا ہو جاتی ہیں بلکہ اب وہ خود جسے چاہے یہ تینوں ولائتیں عطا کر سکتا ہے۔ یوں وہ ''مرشد کامل'' بنانے والا بھی بن جاتا ہے۔ اور ایسے درویش جنہیں پہلے سے کاملیت عطا ہو مرشد اکمل انکی بھی دستگیری و راہنمائی کر سکتا ہے۔ صرف عام مخلوق ہی نہیں بلکہ تمام سلاسل کے اولیاء اللہ (پیر صاحبان و مشائخ عظام) خواہ وہ شریعت و طریقت کے اولیاء اللہ ہوں، یا حقیقت (مقامِ فنافی اللہ) کے مرشد اکمل سب کی راہنمائی و دستگیری کرتا ہے، سب کو فیض سے نوازتا ہے، اور مرشد کامل و مکمل کی بھی راہنمائی و دستگیری کر سکتا ہے اسی لئے اسے ''مرشد اکمل'' کہا جاتا ہے۔

عالم (جاننے والا)

عالم کا مطلب ہے ''جاننے والا اور صحیح جاننے والا وہ ہے جو اللہ و رسول ﷺ سے علوم (باطنی علوم) جان چکا ہو یا جسے اپنے ظاہری طور پر پڑھے ہوئے علم کی اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ سے باطنی طور پر تصدیق بھی ہو چکی ہو۔ عالم صرف باطنی علوم کا جاننے والا ہی نہیں ہوتا بلکہ اسے ذات الٰہی کا عرفان بھی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وہ رحمٰن ہے پس اس کے بارے میں کسی باخبر سے ہی پوچھو۔'' حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ایک عالم کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی''۔

عالم کی ذات کائنات کی زینت اور قوم کی بصیرت ہوتی ہے۔ حضور ﷺ بھی معلم انسانیت بنا کر بھیجے گئے۔ جو عالم اپنے علم کے ذریعہ سے تفرقہ بازی کو ختم کر کے درس انسانیت دے وہ یقیناً

علمائے خیر کے گروہ سے ہے اور ہر عالم کا یہ فرض ہے کہ وہ سید المرسلینؐ کی تعلیمات لوگوں تک پہنچائے۔ وہ شخص قابل صد احترام ہے جس کے علم کے ذریعے تاریک سینے روشن ہو جائیں۔ حدیث شریف میں ہے

''میں علم کا شہر ہوں تو علیؓ اسکا دروازہ ہے''۔ (حدیث)

''فقراء کے نزدیک عالم وہ ہے جو شہر علم (حضور ﷺ) سے علم یافتہ ہو''۔

شہر علم کے دروازے (حضرت علی المرتضیٰؓ) تک پہنچے بغیر شہر علم (حضورؐ) تک رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں اور دروازے سے گزرنے کے بعد بھی جب تک شہر تک جانے والے شاراعوں (راستوں) سے نہ گزرا جائے شہر تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور شہر علم کے یہ راستے ☆ حضرت سیدنا عثمان غنیؓ ☆ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں۔ یعنی جب تک حضورؐ کے ان قریب ترین صحابہ کرامؓ سے عقیدت و محبت نہ ہو، انکی فضیلت کو تسلیم نہ کیا جائے حضور ﷺ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا۔ آپ تک پہنچنے کیلئے آپکے صحابہ کرامؓ سے محبت کرنا اور انکی رضا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ احادیث میں بھی جا بجا صحابہ کرام سے محبت رکھنے اور ان سے بغض و عداوت سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ حضور ﷺ کے خلفاء نے بظاہر کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی لیکن بارگاہِ رسالت ﷺ سے ایسا علم حاصل کیا جسکی بدولت وہ سب کے رہبر و راہنما بن گئے اور حضور ﷺ نے بھی انکی اس انداز میں تعریف فرمائی!

''میرے صحابہؓ چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند ہیں تم جسکی بھی پیروی کرو گے روشنی اور ہدایت پاؤ گے'' (حدیث)۔ نیز فرمایا!

☆..... میرے سینہ میں جو کچھ تھا میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں انڈیل دیا۔

☆..... اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

☆..... ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوگا اور میرے رفیق جنت میں عثمانؓ ہونگے۔

☆.....میں علم کا شہر ہوں تو علی اسکا دروازہ ہیں۔

جس نے علم کے صرف ظاہر کو دیکھا (پڑھا) اور باطن کو نہ سمجھا وہ ہرگز عالم نہیں ہوسکتا۔ یہ سچ ہے کہ چند کتابیں پڑھ لینے سے انسان عالم نہیں بن جاتا اصل علم تو علم لدنی (علم باطن ہے) جو فقراء کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ علمائے کرام جنہوں نے دینی مدارس سے ظاہری تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم باطن کے حصول کیلئے فقراء کی صحبت اختیار کی اور ان سے فیض (علم باطن) بھی حاصل کیا وہ بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس ایسے لوگ جو عالم ہونے کا دعویٰ تو کریں لیکن اللہ رسول ؐ کی محبت کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین، فقراء اور اولیاء کرامؒ سے محبت نہ کریں بلکہ انکی مخالفت (اعتراض) کرتے رہیں تو اس وقت انکا علم فتنہ فساد کا باعث بن جاتا ہے۔ وہ عالم ہی کیا جو اللہ و رسول ﷺ کا حکم سن کر اس پر عمل نہ کرے اور انکے حکم کے مطابق اللہ کے دوستوں سے پیار نہ کرے اور نہ ہی انکی صحبت اختیار کرے، یعنی جو اللہ و رسول ﷺ کے احکامات پڑھ تو لے لیکن اس پر عمل نہ کرے اور اپنے علم کے نشہ (غرور) میں ہی مست رہے تو ایسے بے عمل عالم کا علم ایسے ہی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لاد دی گئی ہوں ایسے ہی عالم کیلئے حضور ﷺ نے فرمایا:

''جاہل عالم سے ڈرو''۔

عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جاہل عالم کون ہے؟ فرمایا

''جو زبان کا تو عالم ہو لیکن دل کا جاہل ہو''

یعنی باطن میں بغض اور حسد رکھنے کی وجہ سے احکاماتِ خداوندی پر عمل پیرا نہ ہو۔

دینی مدارس سے تعلیم یافتہ علماء کے اساتذہ صرف ظاہری علوم کے حامل ہی ہوتے ہیں اسلیئے انکا علم بھی محض کتابوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ جبکہ باطنی مدارس (درسگاہِ رسالت ﷺ) سے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء (فقراء) کے استاد خود حضور نبی کریم ﷺ ہوتے ہیں اسی وجہ سے انکا علم بھی لامحدود

اور سچائی پر مبنی ہوتا ہے۔ علمائے ظاہر تو کتابوں سے دیکھ اور پڑھ کر بتاتے ہیں جو کہ غلط بھی ہو سکتا ہے جبکہ فقراء کتابوں سے نہیں آنکھوں سے دیکھ کر بتاتے ہیں اور چونکہ وہ یہ سب کچھ بارگاہِ رسالت ﷺ سے دیکھ اور سیکھ کر بتاتے ہیں اس لئے انکے علم میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ فقراء باطنی طور پر حضور ﷺ سے وقتاً فوقتاً یہ احادیث مبارکہ سن چکے ہوتے ہیں اور صحبت رسول کی وجہ سے احادیث مبارکہ کی روح کو بھی درست طور پر جانتے اور سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی حدیث مبارکہ انکے سامنے لائی جاتی ہے تو انہیں فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ وہ صحیح ہے یا غلط (یعنی وہ احادیث کی کتابوں میں صحیح لکھی گئی یا غلط)۔

دینی مدارس میں ایک طالبعلم کو عالم بننے کیلئے صرف سات سال محنت (سات سالہ کورس) کرنا پڑتی ہے جبکہ بارگاہِ رسالت ﷺ سے "عالم" کی سند پانے کیلئے عام طور پر بارہ سال یا اس سے بھی زیادہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ تب کہیں جا کر ایک فقیر "عالم" بنتا ہے یہی نہیں بلکہ درسگاہ رسالت ﷺ سے فقیر کے علم حاصل کرنے (تربیت پانے) کا یہ سلسلہ تو ساری عمر ہی جاری رہتا ہے۔

ایسا عالم جس نے علم کی روح (حقیقت) کو صحیح طور پر سمجھا اور باطنی طور پر حضور ﷺ سے براہِ راست علم حاصل کیا وہ علماء ظاہر کی نسبت آیات قرآنی کا مطلب بھی بہتر طور پر سمجھا سکتا ہے۔ اس لئے اگر کسی فقیر نے بظاہر کسی دینی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہ بھی کی ہو تو پھر بھی ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ وہ "جاہل" ہے بلکہ جاہل تو وہ ہیں جنہوں نے صرف اپنے ظاہری علم وعقل کی بناء پر آیات قرآنی کے اپنی مرضی اور عقیدہ (مسلک) کے مطابق مختلف معانی اخذ کر لئے اور سب نے ایک دوسرے سے مختلف ترجمے اور تفاسیر بیان کیں۔ انہی اختلافات اور علم ظاہر کی وجہ سے آج امت مسلمہ بہت سے فرقوں میں بٹ چکی ہے، ناحق ایک دوسرے مسلمان پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں، قرآن کریم کی آیات کو ہی آلہ کار بنا کر

اشتعال انگیز تقاریر کے ذریعے سادہ لوح عوام کو قتل و غارت گری پر اکسایا جا رہا ہے، حد تو یہ ہے کہ مختلف فرقوں (مسالک) کے یہی شر پسند پیشوا اور ظاہری علوم کے حامل راہنما یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ ''عالم' اور ''وارث انبیاء'' ہیں۔ قرآن کریم ارشاد ربانی ہے۔

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور فرقہ، فرقہ نہ ہو جاؤ''۔ (القرآن)

حضور ﷺ نے فرمایا:

''عالم میرے سینہ سے پیدا ہوئے'' (حدیث)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیئے کہ کیا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فرقہ پرستی کو رواج دینے والے مسلمانوں میں نفرت و عداوت کا بیج بونے اور اسلام کے نام پر قتل و غارت گری کروانے والے ''عالم'' کہلانے کے حقدار ہیں؟ کیا انہیں ''وارثِ انبیاء'' کہا جا سکتا ہے؟ کیا حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے پیدا ہونے والے فتنہ پرور اور شر انگیز ہو سکتے ہیں؟۔

ہرگز نہیں! جس کو حضور ﷺ کی زیارت نہ ہوئی ہو، جسے حضور ﷺ اپنا امتی تسلیم نہ کرتے ہوں، جسے بارگاہِ رسالت ﷺ میں آنے جانے کی اجازت تک نہ ہو، حضور ﷺ نے باطنی طور پر اپنی تعلیمات (علم) سے نہ نوازا ہو اور جسے اللہ و رسول ﷺ نے خزانے (اختیارات) بھی عطا نہ فرمائے ہوں وہ عالم اور وارث انبیاء کیسے ہو سکتا ہے؟۔

ایسے لوگوں کو تو اپنے نام کیساتھ ''عالم'' کا لفظ بھی نہیں لگانا چاہیئے کیونکہ وہ عالم اور وارث انبیاء نہیں۔ وارث تو وہ ہوتا ہے جیسے حضور ﷺ وراثت عطا فرمائیں۔ جب اسے وراثت سے حصہ (جتنا آپ چاہیں) سونپ دیا جائے تو وہ وارث بن جاتا ہے، انبیاء کرام کے حقیقی وارث فقراء ہیں۔ فقیر (طالب علم) پر حضور ﷺ کی خصوصی نظرِ عنایت دیکھ کر انبیاء کرام بھی ان سے محبت کرنے لگتے ہیں

اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ اسے (فقیر کو) اپنا ورثہ (علم) عطا فرما کر ''حقیقی عالم'' بنا چکے ہیں تو وہ بھی حضور ﷺ کی تقلید میں اسے اپنی وراثت سے نوازتے ہیں۔ یوں تمام انبیاء کرام کے نوازنے کیوجہ سے وہ ''وارث الانبیاء'' بھی بن جاتا ہے۔

اور جو حقیقی عالم اور وارث الانبیاء بن جائے پھر وہ کسی ایک مذہب و مسلک کی نہیں پوری انسانیت کی بات کرتا ہے بلکہ ایسے فقیر کے پاس آ کر تو تمام مسالک (فرقے) ایک ہو جاتے ہیں کیونکہ اسکا علم، پیغام اور فیض تمام انسانوں کیلئے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات کیلئے ہوتا ہے۔ ظاہری عالم تو صرف راستہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ کا فقیر جو حقیقی عالم اور وارث انبیاء بھی ہو وہ صرف حق کا راستہ بتاتا ہی نہیں بلکہ دکھاتا بھی ہے۔ اور طالبین حق کو اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں لے جاتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام فرقوں (مسالک) کے پیروکار فرقہ پرستی کو چھوڑ کر راہِ حق کی تلاش میں ایسے علماء (فقراء) سے راہنمائی حاصل کریں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حق ادا کر دیں۔

صدیق

صادق جب حق و صداقت کے راستے پر استقامت کے ساتھ گامزن رہے تو ''صدیق'' بن جاتا ہے۔ سالک پہلے ''صادق'' بنے گا پھر ''صدیق'' یہ مقام ولایت کا انتہائی درجہ ہے جو کہ نبوت کے زیر قدم ہوتا ہے کیونکہ نبوت کے بعد مقام صدیقت ہے۔ قرآن پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں ''صدیق'' تو کئی ہیں لیکن ان کے سردار صرف ایک یعنی میرے آقا و مولا امیر المومنین حضرت سیدنا ''صدیق اکبرؓ'' ہیں جو کہ اپنے بعد قیامت تک آنے والے تمام ''صدیقین کے سردار'' ہیں۔ اور صدیق کی شان یہ ہے کہ وہ کسی سالک کو جیسا (اچھا یا برا) سمجھتا ہے، اللہ رسول ﷺ کی نظر میں بھی وہ ویسا ہی ہوتا ہے

اور وہی اسکا روحانی معاملہ ہوتا ہے۔

القابات کا غلط استعمال اور اسکے نقصانات

لاعلمی اور جہالت کی بناء پر بعض نام نہاد پیر حضرات خود ہی یا انکے مریدین وعقیدتمند انکی پیری چمکانے کیلئے ان کے نام کے ساتھ ایسے بڑے بڑے القابات لکھ دیتے ہیں جن کے وہ قطعاً اہل نہیں ہوتے۔

افسوس صد افسوس! کہ ایک مرید نے تو جہالت کی انتہا کر دی اور بغیر سوچے سمجھے اپنے پیر کے نام کیساتھ ''غوث الاعظم'' کا لقب لکھ دیا۔ خود مجھے ایسے کئی پیر صاحبان سے ملنے کا اتفاق ہوا جنکے نام کے ساتھ بڑے بڑے القابات لکھے ہوئے تھے اور جب میں نے ان سے پوچھا کہ انہیں یہ القابات کس بارگاہ سے عطا ہوئے یا کسی ہستی نے انہیں ان القابات سے نوازا تو کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ انہیں یہ القابات بزرگان دین اور اللہ ورسول ﷺ کی بارگاہ سے عطا ہوئے بلکہ میرے سوالات کے جواب میں حیرت اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات کیساتھ مختلف جواز پیش کئے۔ کسی نے تو جواب دیا کہ انکے کسی ''مرید خاص'' نے محبت کے جذبہ سے مغلوب ہو کر انہیں ان القابات سے نواز دیا اس لیے وہ یہ سب القابات اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں۔ اور کسی کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنے کسی مرید کو خواب یا مشاہدہ میں اپنے لیے ایسا کہتے سنا تو گویا اب ان پر واجب ہو گیا کہ وہ اپنے نام کیساتھ یہ القابات بھی لکھیں۔

انہی ظاہری واقعات پر ہی اکتفا نہیں بلکہ ایک دفعہ اس فقیر کو باطنی طور پر اشارہ ہوا کہ

''کچھ پیر صاحبان اپنے نام کیساتھ مختلف قسم کے ایسے القابات لکھ رہے ہیں جنکے وہ اہل نہیں''۔

پھر فرمان ہوا!

''تمہارے ساتھ دو تین پیر صاحبان ایسے بھی ہونے چاہئیں جو انہیں ظاہری طور پر بھی جا کر سمجھائیں''

خبردار!.....ہوشیار!

کہ یہ تمام القابات تو محض عنایات ونوازشات ربانی سے ہی ملتے ہیں۔ جب تک اس بارگاہ سے منظوری نہ ہوجائے اور وہ حکم نہ فرمادیں پیر صاحبان ہرگز ہرگز اپنے نام کے ساتھ یہ القابات لکھنے کی غلطی نہ کریں اور اگر کبھی کوئی مرید یا عقیدتمند بھی ایسی فاش غلطی کی جسارت کرے تو اسے بھی سخت تنبیہ کی جائے ورنہ ظاہری وباطنی (دینی ودنیاوی) طور پر ایسے نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ روحانی دنیا کے تمام معاملات روحانی (باطنی) عدالت میں پیش ہوتے ہیں اور اگر کسی ''پیر'' نے خود یا پھر اسکے کسی ''مرید'' نے ایسی غلطی کی تو پکڑ ہوجائے گی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ عرصہ تو معاملات یونہی چلتے رہیں اور وہ (جاہل پیر ومرید) اس غلط فہمی میں ہی مبتلا رہیں کہ ان سے پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں لیکن جلد یا بدیر (مہینوں یا سالوں بعد بھی) جب کبھی کسی فقیر یا صاحب ڈبوٹی درویش کی نظروں میں وہ معاملہ آ گیا تو اس بارگاہ (روحانی عدالت) میں پوچھ گچھ ہوسکتی ہے کہ اگر وہ ان القابات کا اہل نہیں اور نہ ہی بزرگان دین اور اللہ ورسول ﷺ کی بارگاہ سے اسے یہ القابات ملے تو اس نے یہ القابات اپنے نام کے ساتھ کیوں لکھے؟۔

اگر مرید نے ایسا لکھا ہوگا تو مرید کے ساتھ ساتھ ''پیر'' کی بھی پکڑ ہوگی اس لئے کہ اس نے اسے ایسا کرنے یا کہنے سے منع کیوں نہیں کیا۔ جرم ثابت ہونے پر سزا کے طور پر باطنی وروحانی مقام ومرتبہ سے گرادیا جاتا ہے (تنزلی ہوجاتی ہے) حتیٰ کہ مقامِ ولایت بھی سلب کرلیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ظاہری طور پر بھی شدید قسم کے مالی ودنیاوی نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

ایک مرتبہ باطنی طور پر پیر صاحبان کے متعلق یہ دکھایا گیا کہ انہوں نے اپنے نام کیساتھ ایسے القابات لگائے جس کے وہ اہل نہیں تھے اس وجہ سے انکا مقام ولایت بھی سلب کرلیا گیا۔

یوں بعض اوقات مرید کی جہالت اور غلطی پیر کو بھی لے ڈوبتی ہے اور پیر اور مرید دونوں کی پکڑ ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی پیر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے عقیدتمند و مریدین ان کے مزار (قبر کا کتبہ) پر ایسے القابات لکھوا دیتے ہیں یا پھر ان سے متعلق کلام و کتاب تحریر کرتے وقت ان القابات کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ان القابات و مقام و مرتبہ سے انکا (پیر صاحبان کا) دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ ایسے میں اگر معاملہ باطنی عدالت میں (اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں) پیش ہو کر پوچھ گچھ شروع ہو جائے تو پیر و مرید دونوں کی شامت آ جاتی ہے۔ انکے سارے سابقہ کھاتے (معاملات) بھی کھل جاتے ہیں (چیک ہوتے ہیں)۔

☆ اگر "پیر کی غلطی" ہو تو وہ سابقہ مقام و مرتبہ پر بھی فائز نہیں رہتا، ہاں اگر وہ اپنی غلطی کی معافی مانگ لے تو اسکی بچت ہو جاتی ہے۔

☆ اور اگر معاملہ اسکے برعکس ہو یعنی "مرید کی کی غلطی" ہو تو اسکی پکڑ ہو جاتی ہے اور وہ ظاہری و باطنی اور دینی و دنیاوی نقصانات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بہت سے پیر صاحبان ایسے بھی جن کے برسوں پیری مریدی کے سلسلے چلتے ہیں لیکن پھر اچانک ایسا ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ انکا فیض یا تو بہت کم رہ جاتا ہے یا پھر بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔ فیض ہوتا نہ دیکھ کر تھوڑے ہی عرصہ میں مریدین بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے لنگر خانے بند اور پر رونق آستانے ویران ہو جاتے ہیں۔ اس پر شامتِ اعمال یہ کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا بلکہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کسی نے عملیات و تصرفات کے ذریعے انکا خانہ خراب کر دیا ہے تبھی ان پر یہ اچانک افتاد آن پڑی۔ اپنی غلطی کی طرف تو انکا دھیان تک نہیں جاتا اور نہ ہی انہیں کوئی سمجھانے یا بتانے والا ہوتا ہے۔ اس فقیر کو باطنی طور پر جو احکامات ہوئے وہ آپ تک پہنچا دیئے ہیں تا کہ ایسی صورتحال سے پریشان سالکین پیر صاحبان بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

حضور ﷺ نے اس فقیر کو کئی مرتبہ ''لاثانی سرکار'' کے لقب سے نوازا اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے بھی ''صدیقی'' لکھنے کا حکم فرمایا۔

سوالات اور انکے جوابات

سوال:۔ کیا سالک کو کسی مقام (قطبیت، غوثیت وغیرہ) کی منظوری اور اختیارات اسکی تربیت کے بعد عطا کیے جاتے ہیں یا مقام کی منظوری کے بعد تربیت کی جاتی ہے؟

جواب:۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ شیخ کسی سالک کی باقاعدہ تربیت کے بعد ان مقامات پر فائز کرتا ہے اور کبھی اسکے برعکس ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے مقامات عطا کر دیئے جاتے ہیں اسکے بعد تربیت کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ اختیارات سے نواز کر اس سے کام بھی لیا جاتا رہتا ہے۔ مختصر یہ کہ سالک خواہ کسی بھی مقام پر ہو اگر شیخ اسکی منظوری فرمادے تو اسکو وہ مقام عطا ہو جاتا ہے تربیت خواہ بعد میں ہو یا پہلے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم سرکار نے چور کو پل میں قطب بنا دیا تھا یعنی مقام تو پہلے عطا کر دیا گیا اور تربیت بعد میں ہوئی۔

سوال:۔ حضرت غوث الاعظم سرکار عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان مبارک ہے ''میرا قدم اولیاء کرام کے کندھوں پر ہے'' آپ کا یہ فرمان مبارک کس مقام و مرتبہ اور کس زمانہ کے اولیاء کرام کیلئے تھا۔

جواب: آپکا یہ فرمان مبارک عام اولیاء اللہ کیلئے نہیں بلکہ یہاں اولیاء سے مراد ''فقراء'' ہیں

جنکے لیے حضور غوث الاعظم کے قدموں (حاکمیت) کو اپنے کندھوں پر تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ فقیر کے لئے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے کے لئے حضور غوث الاعظم سرکارؒ کی منظوری اور وسیلہ بہت ضروری ہے جو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا وہ راہِ فقر میں ترقی نہیں کرسکتا۔ اور آپکا یہ فرمان مبارک حضرت امام مہدیؒ تک کے زمانہ کے فقراء کیلئے ہے۔

سوال:۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بعض علماء و مشائخ فرماتے ہیں کہ بڑے مقامات تو صرف قادری سلسلہ کے درویشوں کے پاس ہیں اور دوسرے سلاسل کے مشائخ و سالکین کو وہ مقامات حاصل نہیں ہوسکتے اور حضرت سلطان باہوؒ کا فرمان مبارک بھی ہے کہ ''جو مقامات فقیر اور (حضرت سلطان باہوؒ) کو حاصل ہوئے ہیں یہ تو قادری فقیر کے ہیں نقشبندی، چشتی اور سہروردی کیا جانیں'' آپ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ اولیاء اللہ کے مقامات و اختیارات کا انکار درحقیقت اللہ و رسول ﷺ کے فضل و کرم اور عطا کا انکار ہے اور کسی بھی سالک کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی بھی سلسلہ کے مشائخ کرام کے مقامات و اختیارات کا انکار کرے یا انکی مخالفت کرے۔ تمام سلاسل کے درویش و مشائخ عظام کا ادب و احترام کرنا اور انہیں تسلیم کرنا ہر کسی کیلئے ضروری ہے اگر کسی سالک کو مقام ولایت حاصل ہو تو اللہ کے کسی بھی ولی کی مخالفت کیوجہ سے اسکا مقام ولایت بھی سلب ہوسکتا ہے جہاں تک سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے اس فرمان کا تعلق ہے تو آپکا یہ فرمان مبارک بالکل درست ہے لیکن اس فرمان مبارک کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جو مقامات قادری سلسلہ کو حاصل ہیں وہ کسی سلسلہ کے درویش کو حاصل نہیں ہوسکتے اور جو ایسا سمجھتے ہیں وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے اس فرمان کے حقیقی مفہوم کو نہیں سمجھا آپ نے تو

ایسا اس لیے فرمایا تھا کہ آپ قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے دور کے ''شہنشاہِ فقر'' تھے اور جس دور میں جس سلسلہ کا بھی ''شہنشاہ فقر'' ہوتا ہے اس دور کے جو تمام بڑے اختیارات (خزانے) اسے حاصل ہوتے ہیں وہ اس کے ہم عصر کسی دوسرے فقیر کو بھی حاصل نہیں ہوتے اسی لئے اسکے مقام و مرتبہ کو دیگر فقراء بھی سمجھنے سے قاصر

ہوتے ہیں، اسی بنا پر وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جو مقامات اسے حاصل ہیں دوسرے اسے کیا جانیں؟ حضرت سلطان باہو کا یہ فرمان بھی صرف انکے زمانہ کیلئے ہی تھا آئندہ یا گزشتہ زمانوں کیلئے نہیں۔

سوال:۔ خلافت اور وراثت میں کیا فرق ہے۔؟

جواب:۔ ویسے تو خلافت بھی وراثت ہی کی ایک قسم ہے لیکن چند ایک وجوہات کی بناء پر وراثت کو خلافت سے الگ بیان کیا گیا ہے۔

☆ خلافت تو عام طور پر بہت سے سالکین کو عطا کر دی جاتی ہے لیکن وراثت سے بہت کم سالکین کو سرفراز کیا جاتا ہے

☆ وارث کو خلیفہ کی نسبت ظاہری فیض (شریعت، ظاہری شان و شوکت) کے ساتھ ساتھ باطنی فیض (قرب و وصل) سے بھی وافر مقدار میں حصہ ملتا ہے۔

☆ خلیفہ کو تو کچھ اجازتیں ہی عطا ہوتی ہیں جبکہ وارث کو سینہ بسینہ خاص فیض بھی (معرفت کا فیض) عطا کیا جاتا ہے۔

فقر مجھ سے ہے، میں فقر سے ہوں، فقر میرا فخر ہے (الحدیث)

باب پنجم

اللہ کے فقیر

فقراء سے حضور ﷺ کا اظہار محبت اور شان

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو دوران تعلیم فرمایا ''اے ابوذرؓ! جس طرح تم زمین پر اکیلے چلتے ہو، فرد ہوتے ہو، اسی طرح ذات باری تعالیٰ بھی اپنی ذات میں فرد ہے اور صاف ستھری اشیاء کو پسند کرتا ہے۔ اے تو میرے غم وفکر سے واقف ہے کہ میں کس چیز کا مشتاق ہوں۔'' صحابہ کرام نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی حضور ﷺ! آپ ہی فرمادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''آہ آہ'' میں اپنے رفقاء کی ملاقات کا بہت مشتاق ہوں۔ جو میرے بعد ہوں گے اور جن کی شان مثل انبیاء ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہدا کا مرتبہ پائیں گے، یہ لوگ اپنے پدر مادر اور بھائی بہنوں اور اپنی اولاد سے دور بھاگیں گے اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ قائم کرلیں گے یہ لوگ اپنے مال ومتاع سے لاپرواہ ہوں گے اور اسے بھی چھوڑ دیں گے اور اپنے سرکش نفوس کو عاجزی سے بدل دیں گے پہلے وہ مجذوب ہوں گے اور انکے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے پُر ہونگے اور انکا طعام اللہ کا ذکر ہوگا اور انکا کام اللہ تعالیٰ خود ہی کرتا جائے گا، جب کوئی ان میں سے مرض میں مبتلا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا بیمار ہونا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہوگا۔ اے بوذرؓ! تم چاہتے ہو تو اور بیان کروں؟۔ انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کی کیوں نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا!

''ان میں سے ایک کی موت اللہ کے نزدیک ایسی ہوگی جس طرح آسمان والوں میں سے کوئی مرگیا ہو''۔

پھر فرمایا! اے ابوذرؓ! اگر تم چاہتے ہو تو اور بیان کروں۔ انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کیا۔ ہاں یارسول اللہ! اور بیان فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے کپڑوں کی جوں مارے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسا ہوگا گویا اس نے ستر حج اور عمرے کیے اور ان کے لیے ایسا ثواب ہوگا کہ انہوں نے گویا چالیس غلام آزاد کیے اور فرض کرو کہ وہ غلام بھی حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے

ہیں اور ہر غلام کی قیمت بارہ ہزار دینار ہو۔ پھر فرمایا! اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو اور بیان کروں۔ انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کی ہاں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے جب کوئی اہل محبت ذکر کرے گا اور سانس لے گا تو ہر سانس کے بدلہ میں ان کے کھاتہ میں ہزار ہزار درجات لکھیں جائیں گے پھر فرمایا اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو اور بیان کروں تو انہوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی ان میں سے جبل نبات کے نیچے دو رکعت نماز پڑھے گا تو اسے حضرت نوحؑ کی ہزار سال زندگی کا ثواب عطا ہوگا۔ پھر فرمایا اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو اور زیادہ بیان کروں؟

انہوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر ان میں سے کوئی ایک تسبیح کرے گا تو وہ بروز حشر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر ہوگا کہ اسکے بدلہ میں اس کے ہمراہ دنیا کے پہاڑ سونے اور چاندی کے بن کر پھرا کریں گے پھر فرمایا اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو اور زیادہ بیان کروں تو انہوں نے عرض کی۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی ان میں سے ایک دوسرے پر نظر ڈالے گا گویا اس نے اللہ کو دیکھا اور جو انہیں خوش کرے گا گویا اس نے اپنے رب کو خوش کیا اور جو انہیں کھانا کھلائے گا، گویا اس نے اپنے رب کو کھانا کھلایا پھر فرمایا اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو اور زیادہ بیان کروں انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! تو آپ نے فرمایا جو گنہگار اپنے گناہوں پر اصرار بھی کرتے ہوں گے جب انکے پاس بیٹھ کر اٹھیں گے تو وہ بھی اپنے گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔ (عین الفقر)

مقامِ فقر کیلئے سالک کی منظوری

مرشد اکمل کے در سے بلا تفریق مذہب وملت اور رنگ ونسل ہر قسم کے انسان ہی نہیں

تمام مخلوقات بھی فیضیاب ہوتی ہیں۔کوئی مقام ومرتبہ کی چاہ دل میں لئے آتا ہے، کسی کو جنت کے محلات (مقامات) اور حوروغلماں سے غرض ہوتی ہے، کوئی مال ودولت کی خواہش کرتا ہے تو کوئی عذاب جہنم وآخرت (وقت نزع، قبر اور روزِ حشر کا عذاب) سے نجات پانے کیلئے پیر کامل کے دامن سے وابستہ ہوجاتا ہے۔ یوں تو لاکھوں لوگ مریدین وعقیدتمند بن کر روحانی وجسمانی فیض حاصل کررہے ہوتے ہیں اور سینکڑوں سالکین بھی روحانی تربیت پارہے ہوتے ہیں لیکن کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ذات حق کا طالب مرشد کامل واکمل کے در پر آجائے اور جب کبھی اس دربار میں کوئی ایسا سائل آجائے جو نہ تو دنیا وآخرت کا طلبگار ہو اور نہ ہی کسی بھی قسم کے مقام ومرتبہ کی چاہ دل میں رکھتا ہو بلکہ صرف طالبِ حق ہو تو مرشد اسے کچھ عرصہ اپنی زیرِ نگرانی (تربیت میں) رکھ کر آزماتا ہے اور جب وہ ہر طرح سے آزمانے کے بعد یہ دیکھ لے کہ یہ طالبِ حق راہِ مولا میں آنے والی کسی بھی قسم کی آزمائشوں اور قربانیوں سے دریغ کرنے والا نہیں بلکہ یہ تو مصائب وآلام کو قربِ حق کا ذریعہ سمجھ کر شکر ادا کررہا ہے اور نہ ہی بڑے سے بڑے انعام واکرام (دینی و دنیاوی) کا لالچ اور فقر وفاقہ یا ذلت ورسوائی کا خوف اسے اپنے مقصد (ذاتِ حق) سے ہٹا سکتا ہے (اس کے برعکس وہ تو دین ودنیا کو مرشد کے قدموں میں قربان کرکے صرف اس کے در کی گدائی چاہتا ہے) تو پھر مرشد بھی اس کے عشق ومحبت اور عزم واستقلال کو دیکھتے ہوئے اس پر خصوصی نظر کرم فرماتا ہے اور اسے فقراء میں شامل کرنے کیلئے منظور فرمالیتا ہے۔ یوں وہ ''مقامِ فقر کیلئے منظور'' ہوجاتا ہے اور مرشد کامل اسکی خصوصی تربیت فرماتا ہے اور اسے تمام سلاسل کے بڑے مشائخ کرام سے منظور کرواتا ہے۔ حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضور سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ بھی اس پر خصوصی نظرِ رحمت فرماتے ہیں اور اسے منظور فرما کر اپنی مہر مبارک ثبت فرماتے ہیں اور پھر اس کے بعد بالترتیب امام الفقراء حضور سیدنا علی المرتضیٰؓ، حضرت سیدنا عثمان غنیؓ، حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور پھر امام العاشقین حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی سالک

کوقبول فرما کر مہر مبارک لگاتے ہیں۔اب اس سالک کی خاص تربیت شروع ہوجاتی ہے کیونکہ اسے ''اللہ کا فقیر'' بنانا ہوتا ہے۔

سالک فقیر کی تربیت

تربیت بذریعہ مرشد اکمل (فنافی الشیخ)

یہاں سے طالبِ حق کا راستہ دیگر سالکین سے مختلف ہوجاتا ہے اور بذریعہ پیرومرشد اسکی تربیت شروع ہوجاتی ہے۔ مرشد نے اسکی روح کو مکمل نور بنانا ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ فقیر بنا کر اسے خاص خزانوں (اختیارات) اور قرب خاص سے بھی نوازنا ہوتا ہے، اس لئے دوسرے سالکین سے مختلف اور خاص انداز میں اسکی تربیت کی جاتی ہے، تاکہ وہ بارگاہِ خاص الخاص میں جانے کے قابل ہوسکے اور وہاں انعامات خاص کا حقدار بھی بن سکے۔ کامل مرشد ایسے سالک کی قدم قدم پر دستگیری وراہنمائی فرماتا ہے اور اسے اپنے قرب خاص سے بھی حصہ عطا فرماتا ہے، اپنے شیخ میں جیسی فنائیت اسے حاصل ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے سالک کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھی اپنے مرشد سے دیگر سالکین کی نسبت سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اور مرشد بھی تمام مریدین وسالکین میں اسے ہی سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے

''مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا مسکن ہے''۔ (الحدیث)

چونکہ مومن کے دل کو اللہ تعالیٰ کا مسکن کہا گیا ہے اس لئے اس جگہ (مومن کے دل کو) اللہ تعالیٰ کے شایانشان ہونا چاہیئے اور چاہیئے کہ وہاں کسی قسم کی کوئی گندگی نہ ہو بلکہ وہ جگہ مشک وعنبر (محبت الٰہی) سے معطر ہو۔ کامل مرشد بھی سالک کو اللہ کا فقیر (محبوب) بنانے کیلئے اسکے دل کو ہر قسم کی آلائشوں (حبِ جاہ، مال واولاد وغیرہ) سے پاک کر کے عشق الٰہی سے مہکا دیتا ہے۔ اہل بیت سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا!

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند (محبت) فرماتا ہے تو اس کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور

جب بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اسے مکمل طور پر چن لیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ! مکمل طور پر چن لینے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا!

''پھر نہ اسکے اہل وعیال کو چھوڑتا ہے نہ ہی مال و دولت کو''

طالبِ حق پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب اس سے تمام چیزیں دور کردی جاتی ہیں اور اسکا گھر بار اجڑ جاتا ہے اور وہ بھی اپنا سب کچھ حتیٰ کہ محبوب ترین رشتے، مال و جان وغیرہ بھی اس ذات کی محبت میں قربان کر دیتا ہے اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتا بلکہ سچا طالب تو بن کہے پہلے قدم پر ہی یہ سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ سالک کی آزمائشوں کا یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے عزت وغیرت کی قربانی لی جاتی ہے (مصائب و مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے) اور اسے ایسے ایسے الزامات، تہمتوں اور بہتان بازی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔ ظاہری و دنیاوی رشتوں کی حقیقت اس پر عیاں ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنے کا دعویٰ کرنے والے بھی ایسے وقت میں ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور وہ تنہا رہ جاتا ہے۔ یہاں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ہر چیز چھن جانے کے بعد بھی اسے اپنے مالک سے محبت ہے یا نہیں یعنی ایسی قربانیوں کے بعد کہیں اسکے دل میں کوئی شکوہ یا ناشکری تو پیدا نہیں ہو رہی اور اب اسکی محبت کی نوعیت کیا ہے؟

مرشد اکمل سالک کی مختلف طریقوں سے آزمائش کرتا ہے، کبھی تو وہ محبت و قربت اور انعامات عطا کر کے اسکے ظرف کو آزماتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کہیں محبوبیت کے نشہ نے اسکا دماغ تو خراب نہیں کر دیا اور کبھی بہت سی قربانیوں کے بعد بھی اس سے ایسی بے نیازی کا مظاہرہ کرتا ہے گویا اس (سالک) سے کبھی کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو۔ مرشد و محبوب کی یہ آزمائشی بے نیازیاں کبھی تو اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ سالک کو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا شدتِ غم سے اسکا دل پھٹ کر موت واقع ہو جائے گی۔

حد تو یہ ہے کہ بعض اوقات اس دوران اسے باطنی طور پر کوئی اشارہ یا تسلی (دستگیری) بھی ہوتی محسوس نہیں ہوتی۔ ایسے میں مرشد کی بے نیازی طالب کو گھائل کر رہی ہوتی ہے، اسکی قوتِ برداشت جواب دے رہی ہوتی ہے اور وہ دل برداشتہ ہو کر اس دارِ فانی سے کوچ کر جانا چاہتا ہے۔ لیکن پھر اللہ اور رسول ﷺ کا حکم یاد آتا ہے کہ خودکشی حرام ہے اور وہ یہ قدم نہیں اٹھاتا اور سسک سسک کر یہ لمحات گزارتا ہے۔ ایسا وقت سالک کیلئے نہایت مشکل ہوتا ہے یہ سب حالات (آزمائش) سالک کی بہتری اور باطنی آلائشوں کو صاف کرنے کے لئے ہوتے ہیں تاکہ اس میں غرور و تکبر کی معمولی سی رمق بھی باقی نہ رہے اور اگر ہو بھی تو ان آزمائشوں کے ذریعے ان روحانی بیماریوں کا فوری علاج کر دیا جاتا ہے۔

سالک کے ساتھ یہ معاملات و واقعات (کوئی دستگیری یا اشارہ محسوس نہ ہونا) آزمائش کیلئے ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں تو سالک کی مقام فقر میں منظوری کے بعد کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی اس پر سے اللہ و رسول ﷺ اور پیر و مرشد کی نظر رحمت نہیں ہٹتی۔ اسی نظر کرم کی بدولت ہی تو وہ ان مشکل حالات اور آزمائشوں سے بخیر و خوبی گزر جاتا ہے اور اپنے محبوب کی رضا کیلئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ اس دوران وہ اپنی کوتاہیوں پر گہری نظر رکھتے ہوئے نہایت عاجزی اختیار کرتا ہے۔

اس طرح فقیر محبت میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ پھر اسکی نظر میں مرشد و محبوب اور اللہ و رسول ﷺ کے علاوہ کسی شے کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی اس پر ہر وقت اس ذات کی محبت اور یاد کا ایسا غلبہ رہتا ہے کہ ہر قسم کے دینی و دنیاوی علوم (خواہ وہ ان میں ماہر ہو) اس کے ذہن سے محو ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ معمولی سے معمولی چیز اور چھوٹی سے چھوٹی بات یاد کرنے کیلئے بھی اسے سوچ بچار کرنا پڑتا ہے۔ اس پر ہمہ وقت نیم مجذوبانہ کیفیت طاری رہتی ہے۔ جسکی وجہ سے اسکے معمولاتِ زندگی بھی بہت حد تک متاثر ہوتے ہیں، ذلت و رسوائی، بھوک، پیاس، گرمی، سردی غرضیکہ کسی چیز کا بھی اسکو کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا۔

ایسے عالم میں کچھ تو ''دیوانہ'' کہہ کر اسے اسکے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ ''اللہ والا'' سمجھ کر اس سے اپنے مسائل کے حل کیلئے دعائیں کرواتے ہیں۔ وہ چونکہ ہمہ وقت یادِ محبوب (ذکر الٰہی) میں مست رہتا ہے اس لئے مخلوق کو اپنے اور محبوب حقیقی کے درمیان رکاوٹ سمجھتے ہوئے ان سے دور بھاگتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ذریعے مخلوق کو فیضیاب بھی کرنا ہوتا ہے اسلئے اسکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تقدیر الٰہی بن جاتے ہیں۔ اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور یوں وہ خالق و مخلوق کے درمیان ''وسیلہ'' بن جاتا ہے۔ یہاں اہم اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایسی بے خودی اور نیم مجذوبانہ حالت میں بھی وہ تقویٰ و پرہیزگاری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور مرشد نے چونکہ اسے شریعت کی روح سے بھی گذارنا ہوتا ہے اس لئے احکام شریعہ (نماز روزہ، پردہ وغیرہ) پر عمل کرنا اسکے لئے ضروری ہوتا ہے اور جہاں کہیں بھی اس سے ان احکامات کی بجا آوری میں کوتاہی کا خدشہ ہو تو سخت تنبیہہ کی جاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سرکش نفس بھی اسکا غلام ہو جاتا ہے اور اسکی ہر لحہ یہ عاجزی وانکساری، ایثار و وفا اور شکر گزاری دیکھ کر شیطان بھی اس سے عاجز آ جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا اس پر کسی طرح بھی زور نہیں چلتا ایسے ہی مومنین (فقراء) کیلئے شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا

''مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے مخلص بندوں کے سوا باقی لوگوں کو گمراہ کرونگا''۔ (القرآن)۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان بندوں کیلئے ہی فرمایا تھا کہ جو میرے مخلص بندے ہوں گے ان پر شیطان کا زور نہیں چل سکے گا۔ یوں مرشد کی نظرِ کرم سے ریاضت و مجاہدات کی بدولت سرکش نفس بھی اسکا غلام بن جاتا ہے پھر اسکا اپنا آپ (نفس) بالکل ختم ہو جاتا ہے اور پھر وہ جو کام بھی کرتا ہے اپنے نفس کیلئے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کیلئے کرتا ہے۔ اسکا سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، حتیٰ کہ کھانا، پینا بھی محبوب کی رضا کے مطابق ہوتا ہے اور جب اس طرح سالک شیخ کی ذات میں ''مکمل فنا'' ہو جاتا ہے تو وہ ''مرنے سے پہلے مر جاؤ'' کی

مکمل تفسیر بن جاتا ہے۔ یوں سالک فقیر مشکلات اور آزمائشوں سے گزرتا ہوا جب ''کاملیت'' حاصل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے شراب طہور کے خزانے عطا فرماتا ہے جس سے وہ تسکین حاصل کرتا ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمرؓ نے کعبہ شریف کی طرف دیکھا اور فرمایا!

''تیری بڑی شان ہے اور تیری بڑی حرمت ہے لیکن مومن اللہ کے نزدیک حرمت میں تجھ سے بھی زیادہ ہے''۔ (ترمذی)۔

فقیر کی کاملیت کی ابتدائی نشانی یہ ہے کہ کعبہ شریف بھی آ کر اس سے فیض حاصل کرتا ہے۔ اس دوران طالب حق کو وقتاً فوقتاً ایسی مئے الفت پلائی جاتی رہتی ہے جس کے نشے میں مست و بے خود ہو کر وہ ہر غم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ مرنے کے بعد پھر وہ باطنی طور پر دوبارہ نئی زندگی پاتا ہے یہ زندگی پہلے والی زندگی سے مختلف ہوتی ہے جسکی ابتداء ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کے نور سے تخلیق پاتا ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا!

''فقراء اللہ کے نور سے پیدا ہوئے''۔

طالب حق کی زندگی کا (عالم باطن میں) نئے سرے سے آغاز ہوتا ہے۔ ظاہر میں اسکی عمر خواہ کتنی ہی ہو باطن میں وہ ایک ''معصوم نوری بچہ'' ہی ہوتا ہے۔ اسے مکمل نور اس لئے بھی بنایا جاتا ہے کہ آئندہ (عالم باطن میں) اس نے نور (اللہ رسول ﷺ) کے ساتھ رہنا ہوتا ہے اور نور (اللہ و رسول ﷺ) کے ہاں کسی بھی قسم کی آلائش یا کثافت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

تربیت بذریعہ حضور اکرم ﷺ اور امہات المومنینؓ

(فنافی الرسول ﷺ)

مرشد اکمل ''معصوم نوری بچہ'' کو (جسکی عمر ابھی صرف چند دن ہوتی ہے) تربیت کیلئے

حضورؐ کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیتا ہے۔ اب اس مقام پر حضور ﷺ بطور مرشد طالبِ حق کی تربیت فرماتے ہیں اور اسے قبول فرما کر پرورش کیلئے امہات المومنینؓ میں سے کسی ایک کے سپرد فرما دیتے ہیں ۔حضور ﷺ کی ازواج مبارکہؓ کو ''امہات المومنین'' بھی اسی نسبت سے کہا جاتا ہے کہ عالمِ باطن میں وہ تمام فقراء یعنی ''مومنین کی مائیں'' ہیں۔ جس طرح عالم ظاہر (دنیا) میں پیدائش کے بعد ماں باپ بچے کا نام رکھتے ہیں اسی طرح عالم باطن یعنی روحانی دنیا میں بھی حضور ﷺ اس ''معصوم نوری بچہ'' کو اپنی جناب سے ایک نام عطا فرماتے ہیں پھر وہ روحانی دنیا میں اپنے ''باطنی نام'' سے ہی پکارا جاتا ہے۔ طالبِ حق برسوں (کئی سال) حضور ﷺ اور امہات المومنینؓ کی صحبت میں پرورش پاتا رہتا ہے یہاں ہمہ وقت انکی قربت اور حضوری میں رہنے کی وجہ سے پھر وہ ''معصوم نوری بچہ'' ''نوری حضوری بچہ'' بن جاتا ہے اور اسے حضور ﷺ کی جو قربت اور محبت نصیب ہوتی ہے وہ کسی دوسرے ولی کو حاصل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ اس کے مقام کو ولایت کبریٰ کے اولیاء کرام بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ اور امہات المومنین کی گود (بارگاہ) میں پرورش پانے کی بدولت باطنی طور پر وہ اہل بیت میں شامل ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لئے فقیر کو ''سید'' بھی کہا جا سکتا ہے۔

فقیر کی پرواز کی ابتداء عام طور پر چھٹے یا ساتویں آسمان سے شروع ہوتی ہے اور مرشد تربیت کیلئے ساتویں آسمان پر یا اس سے بھی اوپر موجود ہوتا ہے۔ جس مقام پر دیگر اولیاء کرام (قطب وغوث وغیرہ) کے مقام و مرتبہ کی انتہا ہوتی ہے، وہاں سے فقیر کی پرواز شروع (ابتداء) ہوتی ہے۔ پھر اسکو ترقی کر کے ساتویں آسمان پر لے جایا جاتا ہے۔

اس مقام پر اسے قطبیت وغوثیت سے نواز کر سدرہ المنتہیٰ کو اس کا ''باطنی آستانہ'' بنا دیا جاتا ہے اگر حضور ﷺ چاہیں تو سالک کو کچھ عرصہ ان مقامات (قلندر، قطب وغوث وغیرہ) پر رکھ کر

اسکی تربیت فرماتے ہیں، اسے مختلف معاملات میں تصرف کا اختیار عطا فرما کر اس سے کام بھی لیتے ہیں تا کہ وہ ان مقامات کے تجربات بھی حاصل کر لے اور اگر وہ نہ چاہیں تو ایسا نہیں ہوتا۔ سالک ان مقامات (مختلف آسمانوں) پر مختلف انبیاء کرام سے بھی ملاقاتیں کرتا ہے اور فرشتوں سے بھی ملاقاتیں کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا فخر کے ساتھ انبیاء کرام اور فرشتوں سے سالک کا تعارف کرانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ سب بھی جان لیں کہ اس وقت گہوارۂ رسول ﷺ میں کون نوری حضوری بچہ پرورش پا رہا ہے۔ یہاں یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہوتا ہے کہ اسوقت روئے زمین پر اللہ و رسول ﷺ کا سب سے زیادہ محبوب نظر کون ہے اور آنے والا دور کس کا ہوگا؟ فقر کے اس مقام کی خبر حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو ان الفاظ میں دی ہے

''فقر مجھ سے ہے، میں فقر سے ہوں اور فقر میرا فخر ہے''۔

جب انبیاء کرام طالب حق پر اللہ و رسول ﷺ کی ایسی نظر عنایت اور محبوبیت دیکھتے ہیں تو حضور ﷺ کی سنت مبارکہ کی تقلید میں وہ بھی اسے اپنے فیض خاص سے نوازتے ہیں۔

انبیائے کرام کا فیض سے نوازنا

حضرت آدم علیہ السلام کی ولایت:

حضرت آدم علیہ السلام جب فقیر کو ولایت عالیہ سے سرفراز فرماتے ہیں تو اسے مخلوق میں خاص بزرگی حاصل ہو جاتی ہے۔

ولایت ابراہیمی علیہ السلام:

جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام فقیر کی بہت زیادہ عاجزی و فرمانبرداری کو دیکھتے ہیں (ایسی فرمانبرداری کہ اللہ کی رضا (حجت) کیلئے وہ بار بار اپنی جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے) تو بہت خوشی

کا اظہار فرماتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے اسے قبول فرمالیتے ہیں اور اسکی شان و مرتبہ کو بڑھانے کیلئے اسے اپنی ولایت سے بھی سرفراز فرماتے ہیں۔

ولایت موسوی علیہ السلام:

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہؑ کی عطا کردہ ولایت کو ولایت موسویؑ کہا جاتا ہے۔ آپ سالک پر اپنی نظر کرم فرماتے ہوئے اپنی ولایت عطا فرماتے ہیں۔ جب سالک کو ولایت موسویؑ بھی عطا ہوجاتی ہے تو اسکا اللہ تعالیٰ سے تعلق میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے اور وہ پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرلیتا ہے یعنی اسکا رب سے کلام میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

ولایت عیسوی علیہ السلام:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی سالک کو اپنے فیض خاص سے نوازتے ہوئے ولایت عیسویؑ عطا فرماتے ہیں۔ فیض عیسویؑ عطا ہوجانے کی نشانی یہ ہے کہ پھر اس کے دم اور دعا سے مخلوق خدا بہت زیادہ تعداد میں جسمانی بیماریوں سے شفاء پاتی ہے، حتیٰ کہ لاعلاج مریضوں کیلئے شفاء کا فیض بھی تیز ہوجاتا ہے۔ یوں جب انبیاء کرامؑ بھی سالک فقیر کو اپنی وراثت سے نواز دیں تو وہ ''وارث الانبیاء'' بھی بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے یہ بے پایاں احسانات اور بے بہا کرم نوازیاں دیکھ کر سالک کی محبت اور بھی زیادہ شدت اختیار کرجاتی ہے اور وہ ہر وقت اسکی محبت میں بے چین و بے قرار رہتا ہے۔ طالب حق انعامات کی بجائے انعامات دینے والے سے شدید محبت کرتا ہے اس لیے جب بھی اسے یہ انعامات و مقامات عطا کئے جاتے ہیں تو وہ نہایت شکر گزار ہوتے ہوئے عاجزانہ انداز میں عرض کرتا ہے۔

''یارب العالمین! میں تو ہرگز اس قابل نہ تھا بے شک تو نے مجھے بے شمار انعامات سے نوازا میں تو صرف تیری دید کا پیاسا اور تیری ذات کا طالب ہوں''۔

اور وہ اپنی تمام تر قوتیں (مال، جان، زندگی) ہر لحہ اپنے مالک و معبود کی مزید رضا و قرب حاصل کرنے کے لئے صرف کر دیتا ہے۔ اس مقام پر بھی مسلسل عاجز و شکر گزار رہنے کیوجہ سے امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ اپنی خاص نظر عنایت سے مزید مقامات و اختیارات (خزانے) سے نوازتے ہیں۔ اس دوران سالک بلوغت کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے۔ اسکی آزمائش و تربیت کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔ حضور ﷺ بطور مرشد قدم قدم پر اسکی راہنمائی اور دستگیری بھی فرما رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ ''نوبالغ'' ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد حضور نبی کریم ﷺ سالک فقیر کو امام الفقراء حضور سیدنا غوث الاعظم سرکارؒ اور اسکے پیرو مرشد کے وسیلہ اور منظوری سے ترقی دے کر پرواز کرواتے ہوئے ہوئے مزید بلندیوں پر لے جاتے ہیں اور زمان و مکاں سے نکال کر لامکان (بارگاہِ رب العزت) میں پہنچا دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت بھی سالک فقیر کی شدید محبت اور اس پر حضور ﷺ کی خصوصی نظر کرم کو دیکھتے ہوئے قرب خاص کیلئے منظور فرما لیتے ہیں۔ اور اپنے در کا ''فقیر'' بنا کر ''ابدی قرب'' کیلئے بھی خاص فرما لیتے ہیں۔ اسی دائمی قرب کی بدولت وہ محفوظ پناہ گاہ میں آ جاتا ہے پھر اسے نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی غم (دنیا و آخرت میں) کیونکہ وہ تو معرفت خداوندی میں مست ہو جاتا ہے۔ استغراق اور قرب الٰہی کی وجہ سے اس کا دل ایسے ہو جاتا ہے کہ اس میں خوف و حزن کیلئے کوئی جگہ ہی باقی نہیں رہتی۔ پھر اس پر کیسے ہی مصائب اور سختیاں آئیں اس کو ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی وہ تو معرفت خداوندی میں محو اور مست ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

''آگاہ رہو جو خاصان خدا ہیں ان کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے''۔ (القرآن)

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ وہ کون سی چیز ہے جو علماء کے دلوں سے علم کو نکال پھینکے گی؟
حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ (دنیا) کی لالچ (مشکوٰۃ)

فقیر بارگاہ رب العزت میں (فنافی اللہ)

حضور نبی کریم ﷺ فقیر کو اللہ رب العزت کی بارگاہ خاص الخاص میں پہنچانے کے بعد بھی اسکی مسلسل دستگیری فرماتے رہتے ہیں اور اسے بار بار اپنے ہمراہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ خاص میں لے کر جاتے ہیں تا کہ وہاں اسکی جان پہچان ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے خاص انوار وتجلیات (ہیبت اور رعب ودبدبہ) کو برداشت کرنے کے قابل ہو سکے۔ اس مقام پر اللہ رب العزت اسکے مرشد ہوتے ہیں۔ یہاں کچھ عرصہ اس کی تربیت اور آزمائشیں جاری رہتی ہیں، یہاں پر بھی سالک مسلسل عاجز، نیاز مند اور ذات حق کا شکر گزار رہتا ہے۔ ہر آزمائش میں پورا اترتا ہے یہاں تک کہ اس کے عشق ووفا اور جانثاری کو دیکھتے ہوئے اللہ رب العزت بھی اس سے محبت خاص فرمانے لگتے ہیں اور یوں وہ ''محبوبِ سبحانی'' بھی بن جاتا ہے۔ محبوب بنا لینے کے بعد اللہ تعالیٰ فقیر سے اپنی محبت کا اعلان آسمانوں اور زمین پر فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ پاک کو کسی بندہ سے محبت ہو جاتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو اپنی بارگاہ میں بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں مجھے فلاں بندے سے محبت ہو گئی ہے ارشاد ہوتا ہے اے جبرائیل علیہ السلام تو بھی اس سے محبت کر پھر جبرائیل علیہ السلام بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمانی مخلوق میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر تمام آسمانی مخلوق اس بندے کو محبوب بنا لیتی ہے فرمایا پھر اس بندے کی مقبولیت اور محبت کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری)

اور اللہ تعالیٰ کی فقیر سے محبت کا اعلان فرشتوں میں ہی نہیں، انسانوں میں بھی کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اس کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو انعامات دے کر بھی دیکھے اور چھین کر بھی لیکن یہ ہر حال میں میرا ہی رہا اور مجھ سے ایسی شدید محبت کی کہ اب یہ مجھے بھی محبوب ہو گیا۔ محبوب بن جانے کے بعد سالک کو اللہ جل شانہ کی خاص الخاص محبت اور قربت حاصل رہتی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہِ خاص الخاص میں مسلسل حضوری اور تربیت کے بعد وہ مکمل طور پر ''بالغ'' ہو چکا ہوتا ہے، اسی لئے اب وہ بارگاہ رب العزت میں اکیلا بھی حاضر ہو سکتا ہے اور اللہ رب العزت بھی اسے اپنی بارگاہ میں اکیلا آنے جانے کی اجازت عطا فرما دیتے ہیں۔ اس وقت اسکی روحانی طاقت و پرواز کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ وہ جب چاہے پل میں لامکاں میں پہنچ سکتا ہے، اس مقام کے فقیر کو ''شہباز لامکانی'' بھی کہا جاتا ہے۔

وہی سدرہ المنتہیٰ (ساتواں آسمان) جو مقام قطبیت و غوثیت میں اسکا ٹھکانہ (آستانہ) تھے اب ''محبوب سبحانی'' اور ''شہباز لامکانی'' بن جانے کے بعد اس کا راستہ بن جاتے ہیں اور وہی مقام قطبیت و غوثیت جو کبھی اسکے سر کی زینت (تاج) بنائے گئے تھے اب اس کی نظر کرم کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم کا عالم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ ذات حق کی خاطر ان مقامات کو ترک کر کے اللہ کے در کا فقیر بن جاتا ہے تو پھر وہ خود قطب اور غوث بنانے والا بن جاتا ہے۔ اسے اللہ رب العزت کی ہر لحہ دستگیری حاصل رہتی ہے اور وہ ''رب سے براہِ راست ہمکلام'' ہوتا ہے۔ اسے اللہ و رسول ﷺ کی ایسی خاص الخاص محبت اور قربت حاصل رہتی ہے جسکی وجہ سے کوئی بھی اسکے مقام و مرتبہ کو نہیں پہچان سکتا۔ حتیٰ کہ قطب اور غوث بھی اسکے مقام اور شان کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ خود اللہ رب العزت کا فرمان بھی ہے کہ

''فقراء میری قباء تلے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا''۔ (حدیث قدسی)

یہاں (مقام فنافی اللہ میں) حضور ﷺ بھی وقتاً فوقتاً فقیر کی دستگیری فرماتے رہتے ہیں لیکن چونکہ اس مقام پر اللہ رب العزت فقیر کے مرشد ہوتے ہیں اس لئے اسکی زیادہ تر تربیت اللہ جل شانہ خود ہی فرماتے ہیں یہاں تک کہ فقیر اپنے محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی ذات میں بھی ''مکمل فنائیت'' (مقام فنافی اللہ) حاصل کر لیتا ہے اور اللہ جل شانہ بھی اسے اپنے خاص خزانوں (اختیارات) سے نواز دیتے ہیں۔ ان خزانوں کا تذکرہ حدیث مبارکہ میں بھی ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھو (محبت کرو) انکے پاس خزانے ہیں''۔ (حدیث)

''فنافی اللہ'' مکمل ہو جانے کے بعد فقیر مقام ''بقاباللہ'' میں چلا جاتا ہے۔ یہ انتہائی خاص مقام ہے یہاں وہ اللہ کا قرب خاص حاصل کرتا ہے۔ اگر کسی فقیر کو مقام بقاء باللہ بھی مکمل طور پر حاصل ہو جائے تو پھر اسے ''مقام بقاء البقاء'' میں لے جایا جاتا ہے جو کہ انتہائی خاص الخاص مقام ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اسے ''انتہائی خاص الخاص قرب'' سے بھی نوازتے ہیں۔ اور وہ اللہ کا حبیب بھی بن جاتا ہے۔ فقیر کو عشق اور محبوبیت دونوں ہی عطا ہوتے ہیں یعنی وہ خود ہی ذات حق کا عاشق (طالب) اور خود ہی معشوق (مطلوب) بھی ہوتا ہے

نوٹ:

عام طور پر تو فقراء مقام فنافی اللہ میں ہی رہتے ہیں لیکن جب بھی ان میں سے کسی فقیر کو فقراء کی سرداری و عظمت عطا کرنی ہو تو اسے مقام بقاء میں لے جایا جاتا ہے۔ اور جب امام الفقراء کو انتہائی خاص الخاص مقام عطا کرنا ہو تو اسے مقام بقاء البقاء میں لے جایا جاتا ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ کوئی فقیر مقام بقاء اور مقامِ بقاء البقاء بھی حاصل کر لے۔

☆.....بعض فقراء کو اللہ رب العزت نے ساری عمر اپنے پاس رکھنا ہوتا ہے

☆.....بعض فقراء کے ذریعے مخلوق کو ہدایت پہچانی ہوتی ہے۔

جو فقراء جو ہمیشہ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں رہنا چاہیں وہ دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں، ویرانوں یعنی دور دراز علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔

☆.....جن فقراء سے اللہ تعالیٰ کام لینا چاہیں یعنی جن فقراء سے دوسرے اولیاء کرام و سالکین کی تربیت اور مخلوقِ خدا کو فیض پہنچانا مقصود ہو تو انہیں یا فرائض سونپ کر دوبارہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں بھیج دیا جاتا ہے یا وہ خود بارگاہِ رسالت ﷺ میں دوبارہ قیام کی اجازت لے لیتے ہیں تاکہ ایک تو حضور ﷺ کی بار بار زیارت نصیب ہوتی رہے اور دوسرا یہ کہ حضور ﷺ درویشوں کے باطنی فرائض سے متعلق جو بھی فیصلہ فرمائیں وہ اس سے آگاہ رہیں۔ یہاں وہ شریعت میں رہتے ہوئے رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، دنیا انکے در سے ہر طرح کا فیض پاتی ہے، پھر انکا فیض پوری انسانیت ہی نہیں ہر طرح کی مخلوق کیلئے بھی عام ہو جاتا ہے۔

ایسے فقراء مضبوط قلعوں کی مانند ہوتے ہیں اور چونکہ وہ ہر حال میں ثابت قدم رہنے والے ہوتے ہیں اس لئے مخلوق کو ان سے وابستہ کر دیا جاتا ہے اور جو قلعہ جتنا زیادہ مضبوط اور وسیع ہوتا ہے اس میں اتنی ہی زیادہ مخلوق پناہ لیتی ہے۔ اللہ خود لوگوں کے دلوں میں اپنے فقراء کی محبت ڈال کر ان سے رجوع کرنے، محبت کرنے اور فیض حاصل کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

فقیر کی صفات

حدیث قدسی ہے! ''جب بندہ نوافل (اعمال صالحہ) کے ذریعہ میرا قرب حاصل

کرلے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے، میں (اللہ) اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑے، میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولے"۔ حدیث شریف میں ہے

"مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ (ترمذی شریف)

"تحقیق اللہ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ جب وہ کسی کو محبوب بنالیتا ہے تو اسکی سمع وبصر بن جاتا ہے" (الحدیث)

فقراء چونکہ اللہ کے نور سے پیدا ہوتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی کئی صفات سے بھی نوازتا ہے۔ اور ہر فقیر کو کسی نہ کسی صفت میں خاص کر دیا جاتا ہے۔

☆..... فقیر اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کا مظہر بھی ہوتا ہے اس لئے اس سے مختلف مذہب وملت، رنگ ونسل کے لوگ ہی نہیں دیگر تمام مخلوقات بھی فیضیاب ہوتی ہے۔

☆..... فقیر "قادر" (قدرت رکھنے والا، بااختیار ولی) ہوتا ہے۔

☆..... فقیر کو مقامِ صدیقیت بھی عطا ہوتا ہے۔ یعنی فقیر "صدیق" بھی ہوتا ہے۔

☆..... فقیر کو ہر طرح کے فیض (شریعت، طریقت، حقیقت، مستی، مجذوبیت، محبوبیت وغیرہ) سے بھی حصہ ملتا ہے جس طرح ہر پھول اپنا ایک الگ ہی رنگ اور خوشبو لئے ہوتا ہے اور جب یہ رنگا رنگ پھول جمع ہوجائیں تو گلدستہ بن جاتا ہے اسی طرح فقیر بھی ہر طرح کے رنگ وخوشبو (فیض) کا مجموعہ ہوتا ہے۔

☆..... فقیر کو چونکہ باطنی علوم (علم معرفت وعلم لدنی وغیرہ) عطا ہوتے ہیں اسلئے حقیقت میں تو صحیح عالم بھی فقیر ہی ہوتا ہے خواہ وہ کسی دنیاوی مکتب سے نہ بھی پڑھا ہو۔

☆..... فقیر سخاوت میں بے مثل ہوتا ہے کیونکہ اس کا ہاتھ اللہ کے خزانوں میں ہوتا ہے۔

☆.....فقیر اعلیٰ ظرف ہوتا ہے۔ظاہر میں تو سمندر کی طرح خاموش اور پرسکون لیکن باطن میں کسی کو اسکا حال معلوم نہیں ہوتا۔

☆.....ظلم برداشت کر کے بھی حق بات کہنا فقیر کا شیوہ ہوتا ہے۔

☆.....فقیر پردہ پوش بھی ہوتا ہے۔

☆.....عاجزی فقیر کا زیور ہوتی ہے۔

☆.....فقیر تو سادگی کو اختیار کرتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی فقیر کیلئے شان وشوکت کو پسند فرمائے تو وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے اختیار کرلیتا ہے۔

☆.....فقیر کو ظاہری موت سے پہلے ہی ابدی اور حقیقی زندگی عطا ہو جاتی ہے۔

☆.....فقیر اس ذات (اللہ) کا ذاتی خادم ہوتا ہے وہ مقام ومرتبہ کو نہیں ذات کو چاہتا ہے۔

☆.....فقیر ہی حقیقت میں تارکِ دنیا وآخرت، تارک جنت اور تارک مقام ومرتبہ ہوتا ہے اور یہ سب کچھ وہ قرب حق کی خاطر قربان کرتا ہے۔

☆.....مصائب وآلام میں صبر اور نعمتوں کے ملنے پر شکر کا حکم ہے لیکن فقیر نفع ونقصان سے بے نیاز ہر وقت شکر کرنے میں لگا رہتا ہے۔

☆.....فقیر کو غصہ نہیں جلال آتا ہے، غصہ تو نفس اور شیطان کی طرف سے ہے جبکہ جلال اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

☆.....فقیر کے در سے اللہ کی مخلوق بلاتفریق فیض یاب ہوتی ہے۔

اے اللہ! جس طرح میرے جسم کی ساخت اچھی بنائی
پس اسی طرح میرا اخلاق بھی اچھا بنادے (حدیث)

فقیر کے اختیارات

اگر روحانی حالات درست نہ ہوں تو ضرورت کے تحت فقیر قطبیت وغوثیت کے اختیارات دوبارہ اپنے ہاتھوں میں بھی لے سکتا ہے اور کسی بھی معاملہ میں ردوبدل کا اختیار بھی رکھتا ہے۔

☆.....فقیر کی منظوری اور اجازت سے فیض جاری ہوجاتا ہے وہ جس کو فرمادے یا جس طرف بھی اشارہ کردے وہاں سے فیوض وبرکات ملنا شروع ہوجاتے ہیں۔

☆.....فقیر جسے چاہے ایک نظر سے ولی بنادے (خواہ وہ دوزخی ہو) اور جسے چاہے ولایت سے معزول کردے اور جسکا چاہے مقامِ ولایت بھی سلب کرسکتا ہے۔

☆.....کسی صاحبِ خلافت درویش کو بیعت کرنا بھی فقیر کے اختیار میں ہوتا ہے۔

☆.....ولی تو صرف تقدیر معلق کو بدل سکتا ہے جبکہ فقیر اللہ کے عطا کردہ اختیارات سے تقدیر مبرم کو بھی بدل سکتا ہے۔

☆.....جس طرح فقیر ایک نگاہ سے ولی بنا سکتا ہے اسی طرح وہ چاہے تو ایک ہی نظر سے کاملیت بھی عطا کردے۔

☆.....اگر کوئی عذاب قبر میں مبتلا ہے تو فقیر اسکی بھی بخشش کروا کر جنتی بنا سکتا ہے اور قبر میں بھی ولی بنا سکتا ہے

☆.....اگر کسی فقیر کی کوئی چیز (بال، ناخن، کپڑا وغیرہ) کسی عذاب میں مبتلا مردے کی قبر پر رکھ دیا جائے تو اسکی بھی بخشش ہوجاتی ہے۔

☆.....ایسے پیر صاحبان اور سالکین جن کے معاملات، پندرہ بیس، سال چلنے کے بعد پھر

کسی روحانی غلطی کی بنا پر رک جائیں (فیض ملنا بند ہو جائے)، غلطی کا بھی پتہ نہ چلتا ہو اور اسکے پیر و مرشد بھی پردہ فرما چکے ہوں، ظاہری تربیت کا کوئی ذریعہ بھی نظر نہ آتا ہو، غرضیکہ جب ہر طرح سے مایوسی اور ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑ رہا ہو تو ایسی بے بسی کے عالم میں مایوس و ناامید ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے بلکہ کسی فقیر کامل و اکمل سے رابطہ کرنا چاہیئے کیونکہ صرف فقیر ہی ایسی ہستی ہے جو اس بند فیض اور رکے ہوئے معاملات کو دوبارہ کھول سکتا ہے، فیض جاری کرواسکتا ہے بلکہ فقیر کو اختیار ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسکے معاملات میں ترقی بھی کر سکتا ہے

☆.....فقیر دنیا میں موجود سالکین و پیر صاحبان کے معاملات میں ہی نہیں دنیا سے چلے جانے والے سالکین و مشائخ کے معاملات میں بھی تصرف فرما کر ترقی و تنزلی فرما سکتا ہے۔ دنیا سے چلے جانے والے ایسے پیرانِ عظام اور سالکین جن کی قبروں سے پہلے تو بہت فیض جاری ہو اور دنیا بھی فیضیاب ہو رہی ہو لیکن پھر اچانک کبھی بھی (خواہ برسوں بعد) چیکنگ ہونے پر کسی روحانی غلطی کی پکڑ ہو جانے سے اس صاحبِ مزار (دربار) سے فیض ملنا بہت کم یا بالکل ختم ہو جائے تو فقیر اسکی معافی کروا کر وہاں سے بھی دوبارہ فیض جاری کرواسکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ فقیر تو اپنی نظر، توجہ اور اختیارات کی بدولت اسے جو چاہے مقام (مقام غوثیت، قطبیت، قلندر، ابدال، وغیرہ) پر فائز کر کے اس سے اس مقام خاص کا فیض بھی جاری کرواسکتا ہے۔

☆.....فقیر اپنی نظرِ کرم سے قطب و غوث اور شہبازِ لامکانی بھی بنا سکتا ہے۔

☆.....فقیر کو روحانی دنیا (باطنی نظام) کے قوانین میں ردبدل کرنے کا اختیار بھی ہوتا ہے۔

☆.....فقیر اگر کسی جانور پر بھی نظر فرما دے تو اسے بھی جنت میں داخل کر سکتا ہے (اصحاب کہف کے کتے کی مثال سامنے ہے)

☆.....فقیر کا کام دم کرنا یا تعویز دھاگہ دینا نہیں ہوتا بلکہ منظوری کرنا ہوتا ہے۔ فقیر کی نیت اور ارادے سے کام ہوتے ہیں۔

☆.....جب فقیر کی اپنی مرضی اور ارادہ ہوتا ہے تب وہ انتقال کرتا ہے۔

☆.....جو عطائیں فقیر پر ظاہری حیات میں نہ کھلیں، پردہ فرمانے کے بعد وہ بھی کھل جاتی ہیں۔

فقیر کی شان (مقام و مرتبہ)

فقیر کو روحانی معراج اور وصل الٰہی حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر وقت مقامِ قرب میں رہتا ہے جسکی کوئی انتہا نہیں اسی وجہ سے فقراء کے معاملات کو عام اولیائے کرام تو کیا قطب و غوث بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

☆.....فقیر رب سے بغیر کسی واسطہ کے کلام کرتا ہے۔ ہر لمحہ اسکی یاد میں مگن اور مست رہتا ہے اور انکا محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) انکا ذکر فرشتوں میں فرماتا رہتا ہے۔

☆.....عام فقراء عام فرشتوں سے اور خاص فقراء خاص فرشتوں سے بھی افضل ہو جاتے ہیں۔

☆.....عام فقراء کی زیارت کیلئے عام فرشتے اور خاص فقراء کی زیارت کیلئے خاص (مقرب) فرشتے آتے ہیں

☆.....جنت کے محلات فقراء کے وسیلہ سے تعمیر ہوتے ہیں جو انکے فیض یافتگان (مریدین و عقیدت مند) کیلئے ہوتے ہیں۔

☆.....بعض فقراء کو اٹھارہ ہزار عالمین کی بادشاہت عطا ہوتی ہے اور بعض فقراء کو اٹھارہ ہزار سے زیادہ عالمین کی بادشاہت بھی عطا ہوتی ہے (فقراء پر یہ عطا انکے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے)۔

☆.....حوریں اور فرشتے بھی انبیاء کرامؑ، اہل بیتؓ، صحابہ کرامؓ اور فقراء کا یوم ولادت یا عرس مناتے ہیں۔

☆.....جب فقیر کی اپنی مرضی اور ارادہ ہوتا ہے تب وہ انتقال کرتا ہے۔

☆.....عام ولی کی تو فرشتے روح قبض کرتے ہیں لیکن جب فقیر پردہ فرماتا ہے تو فرشتے اس کے استقبال کو آتے ہیں۔

☆.....فقیر کے پردہ فرمانے پر غسل و کفن اور جنت میں استقبال وغیرہ کا انتظام روحانی طور پر جنت کی حوریں اور فرشتے کرتے ہیں۔

☆.....زمین و آسمان کی سیر کرنا، فرشتوں سے ملاقاتیں یا جنات کو مسخر کرنا سالکین یا مقامِ ولایت کے درویش کا کام تو ہو سکتا ہے فقیر کا نہیں۔

☆.....فقیر مرشد اکمل بھی ہوتا ہے۔

☆.....فقیر ہر لحہ عروج کی جانب گامزن ہوتا ہے۔

☆.....پردہ فرماتے (دنیا سے جاتے) وقت فقیر کو جو مقام حاصل ہوتا ہے، دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے، جتنی مخلوق بھی اسکی وجہ سے راہِ ہدایت پر گامزن ہو کر فیض پا رہی ہوتی ہے اسکا اجر بھی فقیر کو ملتا ہے

☆.....فقیر جس مقام میں ہوتا ہے وہاں کسی دوسرے کے عمل دخل یا اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی اسلئے حکم ہے کہ فقیر کے معاملہ میں بحث نہ کرو ورنہ اعمال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

☆.....میرے پیر و مرشد حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ کا فرمان مبارک ہے

''اگر بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ''جنتی دروازہ'' کی حقیقت کھل جائے تو لوگ سواری کا انتظار کئے بغیر ہی اس طرف دوڑ پڑیں دیکھو جی! اگر فقیر کے دروازے کی یہ شان ہے تو فقیر کی شان کیا ہوگی''۔

فقیر کے جسم کی برکت (ظاہری وجود کا فیض)

☆.....فقراء کے اجسام دنیا والوں کیلئے نعمت اور باعث خیر و برکت ہوتے ہیں۔ جو بھی عقیدت و محبت سے فقیر کی دست بوسی و قدم بوسی کرتا ہے اسے اسی وقت روحانی فیض ملنا شروع ہو جاتا ہے کیونکہ فقیر کے جسم کو نورانیت حاصل ہوتی ہے اور عقیدت و محبت سے دست بوسی، قدم بوسی اور خدمت کرنے والے کے ہاتھ بھی نور میں ہوتے ہیں اور وہ نور فقیر کے جسم سے اس کے جسم میں داخل ہو کر اسکی روح کو بھی فیضیاب کر دیتا ہے

☆.....فقیر کے ظاہری وجود (جسم) میں بھی اللہ پاک نے ایسا فیض رکھا ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس سے مصافحہ کرے یا اسکے جسم سے جسم مس ہو جائے تو خواہ فقیر کا اسے نوازنے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو پھر بھی اسکے جسم کی برکت سے ہی آفات و بلیات اور عذاب میں کمی آ جاتی ہے۔

☆.....جس جگہ اللہ کے فقیر کے قدم پڑ جائیں وہاں سے بھی آفات و بلیات اور عذاب الٰہی کو دور کر دیا جاتا ہے اور وہ جگہ بھی دوسری جگہوں سے افضل اور بابرکت ہو جاتی ہے۔

☆.....اللہ کے فقیر کی برکت سے زمین سے نباتات اگتی ہیں، جس جگہ اللہ کا فقیر کبھی کبھار جا کر رہے (عارضی قیام فرمائے) تو اسکے جسم کی برکت سے وہاں سے بھی فیوض و برکات جاری ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ کا فقیر فرمادے تو وہاں کے کھانے، پانی میں بھی شفاء ہو جاتی ہے۔

فقیر کا کلام

"تحقیق اللہ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ جب وہ کسی کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اسکی

سمع وبصر بن جاتا ہے"۔(الحدیث)

☆.....فقیر کا کلام دیکھنے میں سادہ لیکن حقیقت میں قرآن واحادیث کی تشریح ہوتا ہے اور جس طرح قرآن کریم سے بہت سے لوگ راہِ ہدایت پاتے ہیں اور بہت سے ناسمجھی کی بناء پر گمراہ ہو جاتے ہیں اسی طرح درویش کے کلام کو بھی ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔اور اگر کوئی فقیر کے قول وفعل کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگے یا فقیر کے قول کے مقابلہ میں کسی مولوی وغیرہ سے دلیل یا حجت لائے تو یہ عمل اسکے لئے تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔

☆.....فقیر اگر کسی بدکار کو بھی نیک کہہ دے تو فقیر کے کہنے کی وجہ سے اللہ اسے بھی ہدایت عطا فرما کر نیک بنا دیتا ہے۔

☆.....اگر کسی کو روحانی و باطنی طور پر کوئی ایسی اطلاع ملے جس میں کسی بھی قسم (دنیاوی وروحانی) کے نقصان (حادثہ یا اموات وغیرہ) کی طرف اشارہ ہو لیکن اللہ کا فقیر سن کر یہ فرمادے کہ "فکر کی کوئی بات نہیں اللہ کرم کرے گا صدقہ وغیرہ دے دینا"۔تو ہرگز یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ

☆.....فقیر نے چونکہ کسی مدرسہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کی اس لئے اسے خوابوں کی تعبیر سے متعلق بھی کوئی علم نہیں اور کم علمی کی بناء پر اس نے ایسی بات کہہ دی۔

☆.....دیگر ماہرین تعبیر الرویاء تو اسکے بالکل برعکس تعبیر بتاتے ہیں لیکن فقیر نے ایسی بات شاید بے خیالی میں کہہ دی یا پھر انہوں نے خواب (بات) ہی غور سے نہیں سنا۔ایسی تمام سوچیں بالکل غلط ہیں کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کبھی اللہ کا فقیر کسی سے اس قسم کی نقصان دہ بات یا خواب وغیرہ (روحانی اطلاع) سنتا ہے تو اسی وقت سمجھ جاتا ہے کہ کس قسم کے نقصان کی طرف اشارہ ہے اور وہ اسی وقت باطنی

طور پر توجہ کر کے (تصرف فرما کر) اس پریشانی، حادثہ یا موت وغیرہ کو ٹال دیتا ہے اور پھر باطنی طور پر یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ وہ بلا (مصیبت یا پریشانی) ٹل گئی ہے اسی لئے تسلی دے دیتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس قسم کی پریشان کن بات (روحانی اطلاع) سن کر فقیر اپنی زبان سے اچھی بات ہی نکالتا ہے تا کہ اسکا اچھا اثر ہو اور پھر اللہ بھی اپنے فرمان (عہد) کے مطابق فقیر کی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں کی لاج رکھنے کیلئے اس مصیبت کو واقعتاً ٹال دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے "اگر میرے مقبول اور مقرب بندے (فقراء) مجھ سے کوئی سوال کریں تو میں انکو وہ چیز ضرور عطا کرتا ہوں"۔

فقیر کی توجہ (سوچ) کا اثر

فقیر کا کسی کو صرف خیال میں لے آنا ہی اسے نواز دیتا ہے۔ اسی لئے فقیر کو حکم ہوتا ہے کہ اگر کچھ سوچنا ہے تو بھی سوچ سمجھ کر سوچے (یعنی فقیر کے واہمات اور ذہن سے گزرنے والی سوچ بھی اثر رکھتی ہے اور جو خیالات انہیں اچانک آجاتے ہیں وہ بھی اثر انداز ہوتے ہیں)

☆ دوران ذکر فقیر کی توجہ جسکی طرف بھی چلی جائے (چونکہ اس وقت کرم کی لہر آئی ہوتی ہے) فیض بھی خود بخود ہی اسکی طرف چلا جاتا ہے اور وہ نوازا جاتا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت اگر کسی دشمن یا مخالف کا خیال بھی آجائے تو اسے بھی فیض مل جاتا ہے۔ خواہ وہ فیض کا طالب نہ بھی ہو اور فقیر کا بھی اسے نوازنے کا کوئی ارادہ نہ ہو لیکن فقیر کا اسکے بارے میں صرف ایک لمحہ کیلئے سوچنا اور خیال میں لے آنا ہی اسے فیض سے نواز دیتا ہے خواہ وہ فقیر سے کتنی ہی دور (اپنے گھر میں یا کہیں بھی) کیوں نہ ہو۔ اس فیض کا فائدہ اسے یہ ہوگا کہ اسکی بخشش ہو جائے گی۔ پھر اگر وہ دوبارہ (جب بھی) فقیر کی مخالفت

کرے گا پھر دوبارہ اسکی پکڑ ہو جائیگی اور اگر پھر فقیر اسے دوبارہ سوچ لے تو اسکی دوبارہ بھی بخشش ہو جائے گی اور اسے پتہ بھی نہیں ہوگا کہ یہ سب کرم کس کی وجہ سے ہوا ہے وہ اس کا سبب کچھ اور ہی سمجھتا رہے گا۔

☆ محافل میں ذکر کے دوران فقیر کرم کی ایک نظر (توجہ) تمام حاضرین محفل پر کرتا ہے اس وقت اس محفل میں اگر کوئی مخالف یا بدعقیدہ شخص یا ایسا مرید بیٹھا ہو جسکا معاملہ خراب (تنزلی) ہو چکا ہو اور اسکی اپنی ہی کسی غلطی کی وجہ سے فیض بھی بند ہو چکا ہو تو اگر اس وقت (دوران ذکر) فقیر ان پر نظر کرم نہ بھی کرنا چاہے تو یہ سوچ کر آگے گزر جاتا ہے۔ (نظر کرم کر دیتا ہے) کہ اب اس بات پر کیا سوچنا کہ اسے نوازا جائے یا نہ نوازا جائے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ چلو جو بھی توجہ میں آرہا ہے آنے دو۔ یوں فقیر کی محفل میں جو بھی آتا ہے فیضیاب ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان عالیشان بھی ہے کہ

''وہ (ذاکرین، فقراء) ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ انکا ہم نشین خواہ وہ دوزخی بھی ہو تو بد بخت نہیں رہتا''

☆ آفات و بلیات اور اثرات بد کیلئے فقیر کی ایک لمحہ کی توجہ ہی کافی ہوتی ہے۔

☆ جس مقام و مرتبہ کا درویش ہوتا ہے اس کی توجہ بھی اسی نوعیت کی ہوتی ہے۔

☆ کوئی بھی عامل خواہ کتنی ہی روحانی طاقت رکھتا ہو، فقیر کی توجہ کے مقابلہ میں اسکی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

☆ عامل جس روحانی طاقت اور کمالات کو برسوں کے چلے، وظیفے اور مجاہدات کے بعد حاصل کرتا ہے، فقیر اپنی توجہ سے اسے پل میں ختم (سلب) کر سکتا ہے۔

☆ جہاں لاکھوں لوگوں کا (مردوں کے ایصال ثواب کی غرض سے) پڑھا ہوا کلمہ و ذکر (کلام الٰہی) نا منظور ہو جائے وہاں فقیر اپنی صرف ایک توجہ سے اس کو منظور و مقبول کروا دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ فقیر تو بغیر کچھ پڑھے بھی صرف اپنی ایک نظر (توجہ) سے ہی پکڑ میں آئے ہوئے (مردوں) کی بخشش بھی کروا سکتا ہے۔

فقیر کی اولاد

☆فقیر کی اولاد پیدائشی ولی ہوتی ہے۔فقیر کی اولاد میں کئی نسلوں تک ولایت کے اثرات موجود رہتے ہیں اگر کوئی چاہے تو ان سے بھی فیض حاصل کر سکتا ہے۔

☆درویش کی اولاد کے وسیلہ (واسطہ) سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔اگر کوئی غلطی یا گستاخی کی وجہ سے اللہ و رسول ﷺ کے غضب (پکڑ) میں ہو اور فقیر کی اولاد کا واسطہ دے کر معافی طلب کرے تو اللہ رب العزت اسے بھی معاف فرما دیتے ہیں۔

فقیر کے فیض یافتگان

☆.....فقیر کے فیض یافتگان بھی دیگر اولیاء کرام کے فیض یافتگان کی نسبت ممتاز ہوتے ہیں۔

☆.....فقیر سے تمام سلاسل کے سالکین و مشائخ کرام فیض حاصل کرتے ہیں کیونکہ فقیر سب کا منظورِ نظر ہوتا ہے

☆.....عام آدمی کا تو قبر میں جاتے ہی حال خراب ہو جاتا ہے لیکن جس کی نسبت کسی فقیر سے ہو جائے اسکا بیڑہ پار ہے

☆.....فقیر جب کسی کو اپنا، مرید، ولی، خلیفہ یا وارث بناتا ہے تو اللہ اس بندے کو نہیں دیکھتا کہ وہ کیسا ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ اسے پیش کس نے کیا ہے۔یعنی اللہ اپنے فقیر کو دیکھتا ہے۔

☆.....اگر فقیر قبول کر لے تو اللہ کا غضب بھی رحمت میں بدل جاتا ہے۔

☆.....جب کسی ''گنہگار اور عام سے انسان'' کی نسبت بھی فقیر سے ہو جائے تو وہ بھی فضیلت پا جاتا ہے۔غلافِ کعبہ کی عظمت کعبہ شریف کی وجہ سے ہے ورنہ وہ تو ایک عام سا کپڑا ہے۔

☆..... جب کوئی فقیر کا ''مرید'' بنتا ہے تو ساری عمر کے گناہ (کفر و شرک، بدکاری و زنا، شراب خوری وغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر محبت برقرار رہے تو مقام ولایت بھی مل جاتا ہے۔

☆..... فقیر سے کسی عمل (تسبیح، وظائف) کا مل جانا بڑا اکرم ہوتا ہے۔

☆..... فقیر کے وسیلہ سے اس کے ماننے والوں، اس سے تعلق رکھنے والوں اور ان کے اگلے پچھلوں (گزشتہ و آئندہ نسلیں) کے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

☆..... فقیر جب کسی کو ولایت عطا کر دے تو اسکی عطا کردہ (منظور کردہ) ولایت حضور ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور روئے زمین کے تمام بڑے اولیاء کرامؒ کو بھی منظور ہوتی ہے اور کسی عام پیر کی عطا کردہ ولایت کو تو کوئی بھی سلب کر سکتا ہے لیکن کسی فقیر کی عطا کردہ ولایت کو کوئی سلب نہیں کر سکتا اور نہ ہی فقیر کے علاوہ کوئی اسے اسکے مقام سے گرا سکتا ہے۔

☆..... فقراء جب کسی کو اپنا ''وارث'' بناتے ہیں تو وہ فیض خاص الخاص منتقل فرماتے ہیں جو حضور ﷺ نے انہیں سینہ بہ سینہ عطا فرمایا ہوتا ہے۔

☆..... جس کو اللہ کا فقیر ''خادم'' قبول کر لے تو پھر اسکا مقام و مرتبہ عام اولیائے کرام سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور فقیر کے منظور نظر ''خدمت گزار'' (خدام) سے بھی اگر کوئی عقیدت محبت سے مصافحہ کر لے تو اسکی بھی بخشش ہو جاتی ہے۔

☆..... فقیر کا خادم اس جگہ بھی جا سکتا ہے جہاں کوئی دوسرا ولی نہیں پہنچ سکتا۔

☆..... فقیر کی خدمت کے صلہ میں ''خدمت گزار کی نسلیں'' بھی فیضیاب ہوتی ہیں۔ کیونکہ فقیر کی توجہ کا اثر نسلوں کو بھی نواز دیتا ہے۔ اور فقیر کا یہ فیض ہر زمانے میں جاری و ساری رہتا ہے۔

☆..... فقیر کو چاروں سلاسل سے فیض اور خلافت عطا ہوتی ہے۔ اس لئے فقیر کے فیض یافتگان تو کسی

دوسرے کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ البتہ دیگر سالکین و پیر صاحبان خواہ کسی بھی سلسلہ یا درویش سے بیعت ہوں وہ فقیر سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

فقیر سے نسبت رکھنے والی چیزیں (استعمال شدہ چیزیں)

جس طرح جب کپڑے کی نسبت کعبہ شریف، پتھر کی نسبت گنبدی خضریٰ اور کاغذ کی نسبت قرآن سے ہو جائے تو وہ بھی عظمت و بزرگی والا بن جاتا ہے اسی طرح جسکی (فقیر) نسبت خود صاحب قرآن (حضور ﷺ) سے ہو تو اس سے بھی جب کسی چیز کی نسبت ہو جائے تو وہ چیز بھی برکت والی بن جاتی ہے۔

☆ فقیر کی استعمال شدہ چیزوں (کپڑا، جوتا، رومال، ٹوپی وغیرہ) میں بھی یہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص عقیدت و محبت سے اسے چومے اور سر آنکھوں سے لگائے تو ان چیزوں سے بھی فیض حاصل کر سکتا ہے اور جتنی مرتبہ یہ عمل کرتا ہے ہر دفعہ اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ اس کا اجر و ثواب مخصوص نہیں، فقیر اپنے اختیار (تصرفات) کی بدولت جتنا چاہے بڑھا کر فیض عطا کر سکتا ہے، جسکی محبت جتنی زیادہ ہوگی اجر بھی اسی حساب سے ہوگا۔

فقیر کے پس خوردہ کی فضیلت

اگر فقیر کبھی کسی کو کوئی چیز عنایت فرمائے تو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ فقیر کے آگے کا بچا ہوا کھا لینے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ اس میں کئی قسم کی برکتیں ہیں۔ ایک تو فقیر کے در کا لنگر، دوسرا انکا مبارک ہاتھ لگا ہوا اور تیسرا اور سب سے بڑا فائدہ یہ کہ اگر کبھی وہ خود اپنا پس خوردہ (آگے کا بچا ہوا) عنایت فرمائیں تو اکثر اس میں کوئی خاص عطا بھی شامل ہوتی ہے۔

فقیر کا آستانہ

فقیر کا آستانہ (گھر) اللہ و رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دینؒ کا دربار ہوتا ہے۔
اسی لئے فقیر کی رہائش گاہ یا دربار زیارت گاہ بھی ہوتی ہے اور پریشانیوں اور مشکلات کے حل کا وسیلہ بھی۔ اگر کوئی فقیر کے آستانہ کی زیارت کر کے بھی چلا جائے تو جیسا گمان رکھے گا ویسا ہی پائے گا۔

فقیر سے محبت کے احکامات

فقراء سے محبت گنہگاروں کیلئے بخشش اور اولیاء اللہ کے لئے ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ حقیقت میں تو محبت کے قابل فقراء ہی ہوتے ہیں جو بے غرض اور بے لوث ہوتے ہیں۔ فقراء سے محبت حقیقت میں اللہ ہی سے محبت ہے۔ قرآن کریم نے فقراء سے محبت کا درس دیا ہے۔
حضور ﷺ بھی اصحاب صفہؓ (فقراء) سے محبت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!
''ہر شے کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی مساکین، فقراء، صادقین اور صابرین کی محبت ہے، وہ قیامت کے دن اللہ کے ہم نشیں ہوں گے''۔
ایسی بے شمار احادیث ہیں جن میں فقراء سے محبت کی فضیلت بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ جن کے دلوں میں فقراء کی محبت عطا فرماتا ہے وہ بڑے خوش نصیب اور سعادت مند ہیں کیونکہ فقراء کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت ملتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔
''جس طرح تو اس (فقیر) سے محبت رکھتا ہے اسی طرح اللہ تجھ سے محبت رکھتا ہے''۔ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ اللہ رب العزت کی طرف سے فرمان ہوا!

''جس دل میں فقیر کی محبت اور رغبت ہوتی ہے تو یہ ہماری نظر عنایت ہوتی ہے اور جب ہم کسی پر اپنا کرم خاص فرماتے ہیں تو اسکے دل میں اپنے فقیر کی محبت ڈال دیتے ہیں''۔

گویا فقراء سے محبت اللہ تعالیٰ کے کرمِ خاص کی نشانی ہے۔ ایک مرتبہ فرمان ہوا

''میرے فقیر سے محبت رکھنے والا اور میرا ذکر کرنے والا ہی فقیر بنے گا''۔

یعنی جس دل میں فقیر کی محبت اور زبان پر اللہ کا ذکر ہوگا وہی اللہ کو مقام فقر کیلئے منظور ہے۔

☆ فقیر کی عقیدت و محبت سے زیارت اور مصافحہ کرنے پر گنہگاروں کے لئے بھی بخشش اور جنت کا وعدہ ہے۔ جس دل میں فقیر کی محبت ہے خواہ اس نے ظاہراً زیارت بھی نہ کی ہو (کسی مجبوری کی وجہ سے مل نہ سکا ہو) اسکی بھی بخشش ہو جائے گی۔ (انشاء اللہ)

☆ جس نے کسی فقیر سے دنیا میں صحیح عقیدت، محبت رکھی تو فرشتوں کو جرات نہ ہوگی کہ اس سے قبر اور روزِ حشر میں حساب کتاب لیں۔ دنیا میں جو کوئی فقیر سے جیسی محبت رکھتا ہوگا اور اس محبت کی وجہ سے اسے جتنا قرب حاصل ہوگا اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور آخرت میں بھی ویسا ہی قرب اور صحبت نصیب ہوگی۔

☆ فقیر کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی مرنے کے بعد عالم برزخ میں بھی اسکی شان دیکھنے کے بعد عقیدت و محبت کرلے (اسکی روح تسلیم کرلے) تو اسکی بھی بخشش ہو جائے گی اور درجات بڑھ جائیں گے۔

☆ فقیر کی عقیدت و محبت سے زیارت کرنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں خواہ ہر روز زیارت کریں، خواہ مہینہ یا سال بعد اور جو جتنی زیادہ محبت سے فقیر کی زیارت کرتا ہے اسکو اتنا ہی زیادہ فیض عطا ہوتا ہے۔

☆ بغیر محبت کے کوئی بھی زیادہ عرصہ فقیر کے قریب نہیں رہ سکتا یا تو وہ محبت کرنے لگے گا

یا پھر محبت نہ ہوئی تو دور کر دیا جائے گا۔

☆ جو بھی فقیر سے محبت کرتا ہے (مریدین وعقیدتمند) اسکے اہل خانہ میں ہی شمار ہوگا۔

☆ جو بھی فقیر کی محبت سے زیارت کرتا ہے اور پھر اس عقیدہ پر قائم رہتا ہے اسکا مقام و مرتبہ بھی عام لوگوں سے بلند ہوتا ہے۔

فقیر سے صحبت کا فیض

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

''اے (محمد ﷺ) اپنی جان ان سے مانوس رکھیں جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسکی رضا مندی چاہتے ہیں''۔ (سورہ کہف ۲۸)

اس آیت کریمہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ گھر سے ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا (اصحاب صفہؓ) اور انکے پاس بیٹھ گئے۔ پھر ارشاد فرمایا ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جس کے پاس بیٹھنے (صحبت اختیار کرنے) کا خود مجھے حکم ہے''۔

☆ جو کوئی فقیر کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ ورسول ﷺ ہی کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

☆ فقیر سے محبت کی وجہ سے گنہگار سے گنہگار بھی پارسا بن جاتا ہے

☆ اگر کوئی بد بخت بھی فقیر کی صحبت میں بیٹھ کر چلا جائے تو اسکی بد بختی بھی خوش بختی میں بدل جاتی ہے۔ اور جب کوئی بد بخت فقیر کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو اس سے بھی ظلمت کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ بد بخت نہیں رہتا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے

''وہ ایسے ہم نشیں ہیں کہ انکے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا''۔

حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(ترجمہ) ولی کی ایک لحہ کی صحبت سو سالہ بے ریا عبادت سے بڑھ کر ہے۔

یہاں ''ولی'' سے مراد کوئی عام مقام و مرتبہ کا ولی نہیں بلکہ مقام فقر کا ولی یعنی فقیر ہے۔ جسکی صحبت کا اجر صرف سو سالہ بے ریا عبادت کے اجر و ثواب پر ہی موقوف نہیں بلکہ کبھی تو یہ اجر اس سے بھی بڑھ جاتا ہے، اسکا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ کس مقام و مرتبہ کا ''فقیر'' ہے۔ فقیر کا مقام و مرتبہ (قرب خداوندی) جتنا زیادہ ہوگا اجر و ثواب بھی اسی حساب سے عطا ہوگا۔ اسکے ساتھ ساتھ اجر کا تعلق اس بات سے بھی ہے کہ بیٹھنے والا کتنی عقیدت و محبت سے اس فقیر کی صحبت میں بیٹھتا ہے، جو جتنی زیادہ عقیدت و محبت لیکر بیٹھتا ہے اسکو اتنے ہی زیادہ اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ بیٹھنا فقیر کی مرضی سے ہو، اسکے برعکس اگر اس بیٹھنے میں ''فقیر کی رضا'' شامل نہ ہو یا وہ (فقیر) کسی کے بیٹھنے (غلط حرکات) کیوجہ سے طبیعت میں بیزاری اور جلالت محسوس کرنے لگے تو ایسا بیٹھنا بجائے فائدہ کہ نقصان کا باعث بن جائے گا اور بجائے ترقی کے تنزلی کا خطرہ ہے۔

فقیر کی صحبت کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ چونکہ اس منزل پر کامیابی کے ساتھ پہنچ چکے ہوتے ہیں، اس راہ کی ایک ایک بات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، انکی صحبت میں بیٹھنے سے ایسا علم (انکی زندگی کے تجربات پر مبنی ایسا گوہر نایاب نکتہ) مل جاتا ہے جو برسوں کی عبادت و ریاضت سے بھی ہاتھ نہیں آتا۔

☆ فقیر کی صحبت میں بیٹھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

☆ فقراء کی صحبت سرمایہ آخرت بھی ہے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوتے ہیں اسی لئے انکا ہم نشین بھی بد بخت نہیں رہتا۔

☆ بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے وہ کچھ حاصل نہیں ہوسکتا جو فقیر کی ایک لحہ کی صحبت سے ہی حاصل ہوجاتا ہے۔ حضور ﷺ کے اصحاب صحبت ہی کی وجہ سے انبیاء کرامؑ کے سوا سب پر سبقت لے گئے

فقیر کی خدمت کا اجر

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھا کرو اور انکے ساتھ سلوک (محبت وخدمت) کیا کرو کیونکہ انکے لئے بڑی دولت ہے''۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ دولت کیا ہے؟ فرمایا ''جب قیامت کا دن ہوگا ان سے کہہ دیا جائے گا کہ جس نے تمہیں روٹی کا ٹکڑا کھلایا ہو، کپڑا پہنایا ہو یا ایک گھونٹ پانی پلایا ہو اگر چاہو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ خواہ اس پر دوزخ واجب ہی کیوں نہ ہوچکی ہو''۔

☆ اللہ کے فقیر کی ایک دن خلوص نیت سے خدمت تمام عمر نفع دیتی ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی اسکا فائدہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔

☆ فقراء کسی کی تھوڑی سی خدمت سے خوش ہوکر بڑے بڑے مقامات دلوادیتے ہیں۔

☆ فقیر کی خدمت کا اجر اسکے مقام ومرتبہ اور خدمت کرنے والے کی محبت کو دیکھ کر عطا کیا جاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فقیر کا کھانا میرا کھانا اور فقیر کا پہننا میرا پہننا ہے۔

فقیر سے بغض وعداوت کی سزا

حدیث قدسی ہے

''اور جو اللہ کے ولی کے ساتھ دشمنی کرے وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لیے آ گیا''۔(ابن ماجہ)

فقیر کی گستاخی کی وجہ سے بدبختی شروع ہو جاتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ جسے تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے اسے فقراء کا مخالف (طعن کرنے والا) بنا دیتا ہے۔

☆ جو اللہ کے فقیر کا گستاخ ہے وہ چاہے کتنی ہی عبادت و ریاضت کرتا رہے اس کا خاتمہ کفر پر ہی ہوگا۔

☆ بدعقیدہ کو اللہ تعالیٰ خود ہی فقراء کی صحبت سے دور کر دیتا ہے یوں وہ فقراء کے فیض سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

☆ جس طرح فقیر کی نظر کرم کا اثر نسلوں کو نواز دیتا ہے۔ اسی طرح فقیر کی گستاخی و دشمنی کی وجہ سے ہونے والی بدبختی سے بھی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

☆ جو بھی اللہ کے فقیر کی مخالفت کرتا ہے اسکے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور وہ مردود ہو کر مرتا ہے۔

☆ جس قدر کوئی کسی فقیر کا منکر ہے وہ اتنا ہی نقصان میں ہے۔

سوالات اور انکے جوابات

سوال:.....فقر کیا ہے؟

جواب: حدیث نبوی ﷺ ہے

''فقر مجھ سے ہے، میں فقر سے ہوں اور فقر میرا فخر ہے۔'' (حدیث مبارکہ)

فقر ''فقیری'' بھی ہے اور ابدی بادشاہت'' بھی اور جسے فقیری حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب و حبیب (فقیر) بنا کر خاص خزانے عطا فرما دیتا ہے۔

سوال:.....فقیر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: اگر ہم تاریخ تصوف پر نظر دوڑائیں تو مختلف درویش ''فقیر'' کی تعریف مختلف انداز میں کرتے نظر آئیں گے، کسی نے پانی پر سے گذر جانے یا دریا و سمندر کو تسخیر کرنے والے کو فقیر کہا تو کسی نے عرش معلیٰ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے والے کو فقیر گردانا، کسی کے نزدیک فقیر وہ ہے جو جب بھی نماز پڑھے تو خانہ کعبہ کو (باطنی طور پر) اپنے سامنے پائے اور کسی نے شریعت پر عمل پیرا ہونے والے کو فقیر کہا ہے اور کوئی ایسے درویش کو فقیر سمجھتا ہے جس سے کرامت کا بہت زیادہ ظہور ہو۔ گویا جس کا جو تجربہ اور مشاہدہ تھا اس نے ویسی بات کی۔

ایسی بہت سے باتیں پڑھ کر ایک مرتبہ اس فقیر نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی ''یارب العزت! بے شک آپ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر کسی نے مجھ سے پوچھا کہ فقیر کی تعریف کیا ہے؟۔ تو میں کیا جواب دونگا؟۔ اس لیے آپ خود ہی مجھے فقیر کی مختصر اور جامع تعریف ارشاد فرما دیجئے تا کہ میں سوال کرنے والوں کو بھی بتا سکوں۔

فرمان ہوا!

''فقیر وہ ہے کہ اگر کوئی شخص میرے غضب میں ہو اور فقیر اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر بخشش کی نیت کرلے تو میرا غضب بھی میری رحمت میں تبدیل ہو جائے اور اگر وہ (فقیر) چاہے تو اسے ولیوں میں بھی شامل کر دے''

یعنی ایسا درویش جسے بارگاہ خداوندی سے ایسی خاص الخاص محبوبیت عطا ہو کہ اسکی نیت

(ارادہ) اور دعا سے اللہ کا غضب بھی رحمت میں بدل جائے۔ یہی نہیں بلکہ اگر فقیر چاہے تو اللہ اسے اپنے ولیوں میں بھی شامل فرمالے وہی فقیر کہلائے گا۔

☆ اسی طرح ایک مرتبہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی یارب العزت! دنیا میں رہ کر آپکا بڑا انعام اور سب سے فائدہ مند چیز کیا ہے؟ آپکی بارگاہ سے کیا چیز مانگنی چاہیے اور جب کبھی فقراء بھی کسی کو نوازنا چاہیں تو ان سے کیا مانگا جائے؟۔ فرمان ہوا!

''دنیا میں میرا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ میرے فقیر کی نظر رحمت کسی پر ہو جائے باقی انعامات تو دنیا تک کے ہیں لیکن اسکا فائدہ کبھی ختم نہ ہوگا'' یعنی اگر کسی پر فقیر کی نظرِ رحمت ہو جائے تو اسکا فائدہ وقت نزع، قبر، حشر میں اور اسکے بعد بھی ہوگا۔

سوال:.....فقراء کی تعداد کتنی ہوتی ہے؟

جواب: ہر دور میں فقراء مختلف تعداد میں ہوتے ہیں گذشتہ پندرہ بیس سالوں کے دوران فقراء کی تعداد سات آٹھ، یا نو ہی رہی ہے اس دوران کبھی فقراء کی تعداد دس نہیں ہوئی، دورِ حاضر میں فقراء کی تعداد 8 ہے۔

سوال:.....کیا فقراء کی بھی اقسام ہوتی ہیں؟

جواب:۔ فقراء کی بھی مختلف اقسام ہیں

☆.....جسطرح پیدائشی ولی ہوتے ہیں اسی طرح کچھ ''پیدائشی فقیر'' بھی ہوتے ہیں اور انکے لئے فقیری بھی خاص ہی ہوتی ہے۔

☆.....ایک ''فقیر گدڑی پوش'' ہوتا ہے جو کہ ظاہری طور پر بھی نہایت سادگی میں زندگی گزارتا ہے۔

☆.....ایک ''فقیر بادشاہ'' ہوتا ہے جسے باطنی خزانوں کے ساتھ ساتھ ظاہری خزانے بھی عطا ہوتے ہیں اور اسے شاہانہ زندگی گزارنے، اچھا لباس زیب تن کرنے اور ظاہری شان وشوکت اپنانے کا حکم ہوتا ہے اسکی بہترین مثالیں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ غوث الاعظم سرکار ہیں جو نہایت شان وشوکت کی زندگی گزارتے اور بادشاہِ وقت سے بھی اچھا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت امام جعفر صادق، حضرت جنید بغدادیؒ حضرت سلطان باہو سرکارؒ، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اور حضرت امیر ملت سرکار پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

سوال:.....فقیر ''امام الفقراء'' کس مقام پر بنتا ہے؟

جواب:.....عام طور پر تو فقراء ''مقام فنافی اللہ'' میں ہی ہوتے ہیں لیکن ان فقراء میں سے جو ''مقام بقاء'' تک پہنچ جائے میرے آقا حضور ﷺ اسے تمام فقراء کا سردار یعنی ''امام الفقراء'' بنا دیتے ہیں اسے ''شہنشاہِ فقر'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ تمام روحانی دنیا میں اسکا اعلان بھی فرماتے ہیں یوں اسکا مقام ومرتبہ بھی دیگر فقراء سے بلند ہو جاتا ہے۔ شہنشاہِ فقر ہر دور میں ہوتا ہے۔

سوال.....''فقیر حبیب'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر شہنشاہِ فقر مقام بقاء سے ترقی پا کر مقام بقاء البقاء میں پہنچ جائے تو پھر وہ محبوب کے بعد ''حبیب'' بھی بن جاتا ہے اور اسے ''فقیر حبیب'' کہا جاتا ہے۔ ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے ضروری نہیں کہ فقیر حبیب ہر دور میں ہو۔ سو یا ڈیڑھ سو سال بعد بھی فقیر حبیب ہوا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ پوری صدی فقیر حبیب سے خالی گذری ہے۔ فقیر حبیب کے مقام کو دیگر فقراء بھی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

سوال.....دائمی حضوری سے کیا مراد ہے؟

جواب۔بچپن سے لیکر بلوغت تک کا وہ عرصہ جس میں سالک فقیر کو ہمہ وقت حضور ﷺ اور امہات المومنین کی قرب اور حضوری حاصل رہتی ہے ''دائمی حضوری'' کہلاتا ہے۔دائمی حضوری حاصل ہونے کے بعد فقیر کو یہ اجازت بھی حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ بعد میں بھی جب چاہے حضور ﷺ کی بارگاہِ خاص میں حاضر ہوسکتا ہے

سوال.....بیعت رسولیہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حضور ﷺ کی طرف سے فقراء پر ایک خاص کرم یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض فقراء کو حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس سے ''بیعت رسولیہ'' کی اجازت بھی حاصل ہوجاتی ہے اور حضور جس فقیر کو بیعت رسولیہ سے نوازتے ہیں انہیں یہ اختیار عطا فرمادیتے ہیں کہ وہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں موجود درویشوں کے معاملات میں بھی تصرف فرماسکتے ہیں اسکے ساتھ ساتھ انہیں یہ اختیار بھی عطا ہوتا ہے کہ وہ جسے چاہیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔

سوال:۔عاشق (فقیر) کے مقامات اور احوال وکیفیات وغیرہ کے متعلق بتائیں ؟

جواب: عاشق صرف ذات کا طالب ہوتا ہے اگر اسکی راہ میں مقام ومرتبہ آتے ہیں تو وہ انکی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتا کیونکہ اس پر مسلسل اللہ کی محبت کا غلبہ رہتا ہے۔اسکے برعکس دوسرا سالک جب ان مقامات (منازل) سے گزرتا ہے تو وہاں موجود ہر چیز کو نہ صرف دیکھتا ہے بلکہ ان پر غور بھی کرتا ہے، پھر جب سلوک کا راستہ مکمل ہوجانے پر یا اس دوران ہی (جبکہ ابھی راستہ میں ہی ہو) سالک تو لوگوں کے سوال کرنے پر ان کو ہر بات کے متعلق بتادیتا ہے (تقاریر یا کتابوں کی صورت میں) یہ سالک جب

ہر جگہ پر رک کر دیکھتا ہے، مقام و مرتبہ میں غور کرنا اور توجہ دینا شروع کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے اسکا ذات کی طرف سے دھیان بھی کم ہو جاتا ہے جبکہ عاشق ان چیزوں کی طرف دھیان نہیں دیتا اگر کوئی مقام و مرتبہ اسکی راہ میں آئے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ میں نے کونسا یہاں قیام کرنا ہے۔ اسلئے مجھے ان مقام و مرتبہ میں الجھنے اور غور و فکر یا دھیان دینے کی کیا ضرورت ہے یہ تو رستے کی چیزیں ہیں منزل نہیں ہے اس لئے وہ انکی طرف توجہ کئے بغیر گزر جاتا ہے کیونکہ اسکی نظریں تو اپنی منزل کی طرف لگی ہوتی ہیں۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کی عاشق اپنی کیفیات کی وجہ سے بھی ماسوا کی طرف توجہ نہیں کر سکتا کیونکہ اسکی توجہ اور نظریں کبھی بھی ذات سے نہیں ہٹتیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ ذات کی محبت اور دیدار کا شوق اسے کسی اور طرف توجہ مبذول کرنے نہیں دیتا۔ جب عاشق یا فقیر سے لوگ ان مقامات سے متعلقہ سوالات کرتے ہیں تو اللہ جل شانہ اپنے اس فقیر کے سامنے وہ سارا منظر عیاں کر دیتے ہیں جب وہ فقیر اس مقام سے گزرا تھا پھر وہ وہاں سے دیکھ دیکھ کر لوگوں کو بتاتا ہے۔ اسکی مثال ایسے ہی ہے کہ جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ تو مشتاق دید کی وجہ سے ان مقامات پر دھیان نہیں دیا لیکن کفار مکہ نے جب سوالات کئے تو اللہ رب العزت نے وہ تمام منظر (مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام) آپکے سامنے کر دیا اور آپ ﷺ وہاں سے دیکھ دیکھ کر ہر سوال کے جواب دیتے رہے اس طرح اللہ اپنے فقراء اور عاشق کے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہ بھی وہاں سے دیکھ دیکھ کر وہ سب کچھ بتا دیتے ہیں جسکے متعلق لوگ ان سے سوالات کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ جب سلوک کا راستہ طے ہو جائے اور ایسی ضرورت پیش آئے کہ فقراء خود ہی لوگوں کی فلاح اور تعلیم و تربیت کی غرض سے نشر و اشاعت یا کسی بھی ذریعہ سے ان مقامات کی کیفیت و حالات سے متعلق سالکین کو علم پہنچانا چاہیں تو بھی اللہ تعالیٰ صرف انہیں دکھانے کی غرض سے دوبارہ اسی مقام پر لے جا کر وہ تمام چیزیں دکھا دیتے ہیں جس سے وہ گزر کر آ چکے ہوتے ہیں اس طرح لوگوں تک وہ علم پہنچتا ہے اور مخلوق فیضیاب ہوتی ہے۔

باب ششم

روحانی نکات

سالکین کے معاملات اللہ و رسول ﷺ کی نظر میں

سالک (مرد و خواتین) کی زندگی کا ہر معاملہ اللہ و رسول ﷺ کی خصوصی نظر میں ہوتا ہے اس کا اپنے اہل خانہ، عزیز و اقارب اور ہمسایوں سے حسن سلوک، رزق حلال کمانا، اپنے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرنا اور بیوی سے مسکرا کر بات کرنا بھی صدقہ ہے۔ عورت کا نماز اور پردے کی پابندی کے بعد خاوند کو خوش رکھنے کی کوشش، بچوں کی اچھی تربیت، گھریلو پریشانیوں پر صبر اور مہمان نوازی جہاد ہے۔ وہ سالکین (مرد و عورت) جو عقیدہ درست رکھنے اور مرشد سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ چوری، حسد، بغض، کینہ و تکبر، ریاکاری اور دیگر برائیوں سے بچے رہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال بھی رکھتے ہوں، انکی روحانی ترقی بہت جلد ہو جاتی ہے لیکن وہ سالکین جو ان احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتے وہ بہت سے مقامات میں پیچھے رہ جاتے ہیں (ترقی نہیں کر پاتے)۔ اس لیے ان پر ضرور عمل کرنا چاہیئے۔

''یار'' کی بجائے ''سرکار''

عام طور پر نعتیہ کلام اور منقبت شریف میں حضور ﷺ اور مرشد کیلئے ''یار'' کا لفظ لکھا اور پڑھا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں۔ ''یار'' کی بجائے ''سرکار'' کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔ مجھے کئی بار روحانی طور پر یہ اطلاع ہوئی کہ ایسا کہنے کی وجہ سے اکثر مریدین و سالکین کی تنزلی ہوگئی۔

عقیدہ کی درستگی

عقیدہ بنیادی چیز ہے اس لئے عقیدہ مضبوط رکھنا چاہیئے۔ عقیدہ صحیح نہ ہو تو کوئی بھی

عبادت قابل قبول نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ ایک عورت جو کہ سلسلہ میں داخل تھی آستانہ عالیہ پر آئی اور کہنے لگی میں نماز بھی پڑھتی ہوں اور ذکر بھی کرتی ہوں لیکن ایک رات خواب میں دیکھا کہ پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور فرمان ہوا!

''تمہاری عبادت پتھروں کے ڈھیر کی مانند ہے''۔

میں نے اسے بتایا کہ ایسا نظر آنا عقیدہ میں خرابی کی نشانی ہے، عقیدہ کمزور ہے یا عقیدہ میں کسی بھی قسم کا شک ہے یہی وجہ ہے کہ تمہاری عبادات بھی شرف قبولیت حاصل نہ کر سکیں۔

شرطوں پر کھیلنا

ایک مرتبہ ایک عقیدت مند آستانہ عالیہ پر آیا جس پر اللہ و رسول ﷺ اور مشائخ کی کرم نوازی بھی تھی۔ اس نے بتایا کہ ''مجھے کچھ دنوں سے پریشان کن خواب آ رہے ہیں لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ سب کیا ہے اور میری کس غلطی کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے ایک رات مجھے خواب میں کہا گیا۔

''یہ راستہ چھوڑ دو ورنہ تمہارا کچھ نہیں بچے گا''۔

دوسرا خواب آیا۔ ''تمہارا نام رجسٹر میں تو ہے لیکن تمہارے نام کا کارڈ نہیں ہے''۔

اور چند دن بعد تیسرے خواب میں بتایا گیا۔

''نہ ہی تمہارا کارڈ ہے اور نہ ہی تمہارا نام رجسٹر میں ہے''۔

میں نے پوچھا کہ کہیں عقیدہ میں تو شک نہیں یا حرام رزق تو نہیں ہے۔ کہنے لگا میں اپنے دل میں عقیدت محبت بھی پاتا ہوں اور رزق بھی حلال آ رہا ہے۔ یعنی حرام کمائی نہیں میں نے کہا غور کرو! کہیں

تم سے کوئی قابلِ اعتراض (غیر شرعی) کام تو سرزد نہیں ہو رہا۔ وہ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں کبھی کبھار دوسروں میں بیٹھ کر شرط کے ساتھ کارڈ کھیل لیتا ہوں''۔

میں نے کہا یہی ساری خرابی ہے اور تمہیں بار بار اسی عمل غلط کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ تم فوراً یہ کام چھوڑ دو کیونکہ یہ بھی حرام کمائی کی ایک شکل ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا پھر اسے تسلی بخش زیارتیں ہونے لگیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم ہے کہ شرطوں پر کھیلنا، جوا، پانسے وغیرہ سب حرام اور شیطانی کام ہیں

مسئلہ جلد حل نہ ہونے کی وجہ

بعض اوقات کوئی سالک سوچتا ہے کہ شاید اس کی دعا قبول نہیں ہو رہی اور اس بات سے وہ دلبرداشتہ ہو جاتا ہے اور بعض سالکین تو عقیدہ خراب کر بیٹھتے ہیں لیکن جب کبھی ایسا معاملہ پیش آئے کہ دعا کی قبولیت میں دیر ہو رہی ہو تو اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جو اس وقت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ جہاں اللہ و رسول ﷺ کی محبت اور نسبت حاصل ہو جائے وہاں اگر ظاہری طور پر کسی کام میں دیر بھی ہو جائے تو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

☆ ایک مرتبہ فیصل آباد کے ایک پیر بھائی کے تبادلے کے آرڈر آ گئے۔ کئی مرتبہ دعائیں کیں لیکن تبادلہ پھر بھی ہو گیا۔ وہ بہت مایوس ہوا۔ میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ فکر نہ کرو شائد اسی میں کوئی بہتری ہو۔ پھر وہ دوسرے شہر چلا گیا۔

وہاں وہ اپنے دفتر میں ہی نماز پڑھتا اور فارغ اوقات میں وظائف کرتا اور اپنے اوپر ہونیوالے فیض و کرم کے واقعات سناتا۔ اس کی سیرت و کردار بھی اچھا تھا اس وجہ اس سے متاثر ہو کر چند ہی دنوں میں اسکے بہت سے ساتھی آستانہ عالیہ آ کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے، وہاں بھی باقاعدہ ذکر کی محافل ہونے لگیں اور لوگ تیزی سے فیض یاب ہونے لگے۔ جب یہ سلسلہ چل نکلا تو چند ہی دنوں میں اس کا تبادلہ دوبارہ فیصل آباد ہو گیا

تب اسے سمجھ آئی کہ اس معاملہ میں دیر ہونے کی کیا مصلحت تھی۔

☆ اسی طرح ایک مرتبہ دو آدمی آستانہ عالیہ آئے انہوں نے اپنے مسئلہ کیلئے دعا کرائی لیکن ظاہر میں مسئلہ حل نہ ہوا۔ وہ پھر آئے دعا کروائی لیکن ابھی بھی کام نہ ہوا۔ وہ مایوس نہ ہوئے اور دو تین مرتبہ پھر آئے تو میں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی۔

''یارب العزت! اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے کہ انکا مسئلہ ابھی حل نہیں ہو رہا جبکہ اس در پر آنے والوں کی دستگیری کا تو نے خود وعدہ فرمایا ہے''۔ میں عرض کر کے سو گیا۔ عالم رویاء میں فرمان ہوا!

''فکر نہ کرو کہ تمہاری دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ ہم نہیں چاہتے کہ اس در (آستانہ) پر آنے والا بدبخت رہے۔ دیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم انہیں دین و دنیا (دونوں) سے نوازنا چاہتے ہیں۔

پھر مجھے دکھایا گیا کہ دونوں شخص لوحِ محفوظ پر جہنمی تھے اور جہنمی ہونے کی وجہ بھی اولیاء اللہ کی گستاخی تھی۔ اگر انکا مسئلہ جلد حل ہو جاتا تو وہ بھول جاتے اور گمراہ ہی رہتے۔ مسئلہ دیر سے حل ہونے میں حکمت یہ تھی کہ وہ بار بار آستانہ پر آئیں اور یہاں اللہ و رسول ﷺ کا ذکر سنیں تا کہ عقیدہ درست ہو جائے۔ یعنی یہاں آنے والوں سے فیض و کرم سن کر اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انہیں فیض کی تصدیق ہو جائے اور کچھ عقیدت و محبت بھی ہو جائے۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو اللہ کے ولی سے محبت کرے گا اسے بخش دیا جائے گا ۔ جب چند مرتبہ آنے پر انہوں نے فیض و کرم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو بیعت ہو گئے اور مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ بیعت کے بعد فرمان ہوا

''ہم نے ان کی تقدیر کو بدل دیا اب یہ بدبخت نہیں رہے''۔

روحانی ترقی کی وجہ

ایک مرید پر بہت تیزی سے کرم ہوا اور مقامِ ولایت بھی عطا ہوا۔ میں بہت حیران ہوا

اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کی یارب العالمین! اس شخص کی کونسی بات (عمل) اچھا لگا کہ اس پر اتنی تیزی سے کرم ہوا؟ مجھے بھی پتہ چلے تا کہ میں بھی وہی عمل کروں اور زیادہ سے زیادہ رضا حاصل کروں۔ ارشاد ہوا!

''اس نے بہت عقیدت و محبت کیساتھ اپنے مرشد کی قدم بوسی کی ہمیں اسکا یہ عمل پسند آیا''۔

مال میں برکت کا ذریعہ

بہت سے لوگ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو پیسوں کا ضیاع سمجھتے ہیں یا پھر انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ اس طرح انکا مال کم ہو جائے گا اور پھر وہ اپنی ضروریات زندگی کیسے پوری کریں گے حالانکہ ایسی سوچ محض شیطانی وسوسہ ہے کیونکہ راہِ خدا میں دینے سے تو مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔

☆ فیصل آباد کا ایک پیر بھائی جو کہ نہ صرف یہ کہ محافل میں حاضری دیتا بلکہ محافل کے انتظامات بھی کرواتا تھا لیکن اسکے حالات خراب تھے۔ اس نے کئی دفعہ دعا کیلئے کہا لیکن حالات بہتر نہ ہوئے تو میں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی۔ ایک رات میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا!

''یہ محفلوں میں حاضری دیتا ہے ہم نے اسے جنت عطا کر دی، تم سے عقیدت رکھتا ہے اس وجہ سے اسے مقامِ ولایت بھی عطا کر دیا لیکن کیا اس نے کبھی کوئی مالی خدمت کی، کیا کبھی آستانہ کے لنگر میں حصہ ڈالا؟ اگر نہیں تو پھر اسکی تقدیر کسی طرح بدلے گی اور مال میں اضافہ کیوں کر ممکن ہے''؟۔

آپکے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جیسی خدمت کرتا ہے اللہ بھی اس کے لئے ویسے ہی خزانے کھول دیتا ہے، جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اللہ بھی اسکے مال میں برکت (اضافہ) فرماتا ہے اور جو جتنا زیادہ خرچ کرتا ہے غیبی خزانوں کا رخ بھی اسکی طرف اتنا ہی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت میں نے اس (پیر بھائی) کو بھی اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

''تم اس کے لئے عرضیں کرتے ہو اور پریشان ہوتے ہو اگر تم اس کے مالی حالات کی بہتری چاہتے ہو تو اس سے کہو کہ اسکی جیب میں اسوقت جو پچاس روپے ہیں اس میں سے کم از کم 5 روپے آستانہ عالیہ کے لنگر میں ضرور ڈال دے تا کہ اسکے مال میں بھی اضافہ ہو۔

☆ اسی طرح ایک پیر بھائی محافل میں حاضری دیتا تھا اس کا سارا خاندان ہی بیعت تھا اور فیض حاصل کر رہا تھا، معاشی حالات بھی ٹھیک تھے کچھ عرصہ وہ آستانہ عالیہ پر نہیں آیا لیکن پھر کچھ عرصہ بعد جب وہ آیا تو اس نے ایک رقعہ مجھے دیا اسکی تحریر کا مفہوم یہ تھا کہ ''پیر و مرشد! پہلے تو میرے معاشی حالات ٹھیک تھے پھر اچانک ہی خراب ہو گئے اتنے زیادہ کہ کھانے پینے تک کی پریشانی ہونے لگی اسی پریشانی کے باعث آستانہ عالیہ بھی حاضر نہ ہو سکا۔ خود ہی رو رو کر دعا کرتا رہتا تھا کہ اے اللہ! میرے پیر و مرشد کے صدقے میں مجھے اس معاشی بدحالی سے نجات عطا فرما۔ ایک رات حضرت خضرؑ کی زیارت ہوئی آپؑ نے فرمایا!

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری بربادی کی وجہ کیا ہے؟''۔

پھر خود ہی فرمایا!

''تمہارے مالی حالات اس لئے خراب ہوئے کہ تم نے دین اسلام کا ایک رکن چھوڑ دیا۔ تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالی جبکہ تمہارے پاس مال بھی تھا اور نقد رقم بھی۔ تم محافل میں جاتے رہے لیکن تم نے کبھی لنگر میں حصہ نہیں ڈالا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آستانہ کے لنگر میں حصہ ڈالنے کی کتنی فضیلت ہے؟۔ اب تو تمہیں تمہارے مرشد کے صدقے بچا لیا گیا ورنہ حالات اس سے بھی زیادہ خراب ہوتے۔ یہاں تک کہ تمہاری جان کو بھی خطرہ تھا''

پھر آپ نے نصیحت کی اور فرمایا! ''فوراً توبہ کرو اور تجارت شروع کر دو تمہیں نفع ہوگا اور یہ نیت کر لو کہ اللہ جو نفع دے گا اس کا کم از کم پانچ فیصد آستانہ کے لنگر (راہِ خدا) میں خرچ کرو گے اور جب اللہ مال زیادہ دے تو تم بھی راہ خداہ میں زیادہ خرچ کرنا کیونکہ جو بھی آستانہ کے لنگر میں حصہ شامل (خرچ) کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ظاہری و باطنی انعامات سے نوازتا ہے''۔ پھر اس نے خود کھڑے ہو کر یہ تمام واقعہ حاضرین محفل کو بھی سنایا۔

صلوٰۃ والسلام کا مختلف اجر

خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ آستانہ عالیہ پر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں اور فرشتے ان تمام لوگوں کا اجر وثواب لکھ رہے ہیں۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوتی ہے کہ فرشتے سب کیلئے ایک دوسرے سے مختلف اجر وثواب لکھ رہے ہیں۔ میں حیرت سے وجہ پوچھتا ہوں تو فرشتے فرماتے ہیں۔

☆ ''ان میں سے کچھ لوگوں کیلئے عام لوگوں سے بڑھ کر اجر وثواب ہے۔ انہیں زیادہ اجر سے اس لئے نوازا گیا کہ وہ اس مقدس آستانہ (جسے اللہ ورسول ﷺ نے اپنا دربار فرمایا) پر آ کر درود وسلام پڑھ رہے ہیں

☆ دوسرا گروہ (جن کو پہلے گروہ سے زیادہ اجر وثواب سے نوازہ گیا) وہ ہے جو اس آستانہ پر اپنے پیرومرشد کی محبت میں انکا حکم سمجھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں۔

☆ اور تیسرا گروہ وہ ہے جسے ان سب سے بڑھ کر اجر وثواب ملا۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ والسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور اپنے پیرومرشد کو فنافی الرسول ﷺ سمجھتے ہوئے ان کا تصور رکھتے ہیں، انکی محبت زیادہ ہے''۔

انفاق فی سبیل اللہ کا مختلف اجر

درویش کی خدمت کا اجر بھی اسکے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کون کتنی محبت سے وہ خدمت (کسی بھی قسم کی خدمت) سرانجام دے رہا ہے اور وہ قرب الٰہی کے کس درجہ پر فائز ہے۔ جو باطنی طور پر اللہ و رسول ﷺ اور پیر و مرشد کے جتنا قریب ہوتا ہے اسے اسی حساب سے ہی اجر سے نوازا جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے۔

"میرے صحابہ کا ایک مٹھی بھر جو اللہ کی راہ میں دینا کسی دوسرے کا احد پہاڑ سونے کا اللہ کی راہ میں دینے سے بڑھ کر ہے"

☆ ایک مرتبہ چار پیر بھائیوں نے یکے بعد دیگرے (کچھ دنوں کے وقفہ سے) اللہ کی راہ میں مالی خدمت کی لیکن ان چاروں کو مختلف اجر و ثواب سے نوازا گیا۔ میں حیران ہوا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی یارب العزت! بظاہر تو چاروں نے عقیدت و محبت سے خدمت کی لیکن سب کو ایک دوسرے سے مختلف اجر ملا۔ ایک کو دنیا میں بیس گنا اور آخرت میں ایک سو چالیس گنا، دوسرے کو دنیا میں پچاس گنا اور آخرت میں تین سو پچاس گنا، تیسرے کو دنیا میں ستر گنا اور آخرت میں چار سو نوے گنا اور چوتھے کو دنیا میں ایک سو بیس گنا اور آخرت میں 8400 گنا اجر کی بشارت سنائی گئی۔ میرے عرض کرنے پر فرمان ہوا!

"جس کو تم سے جتنی زیادہ محبت ہے اسکو اسی حساب سے زیادہ اجر دیا گیا یعنی چاروں کو انکی محبت کے تناسب سے اجر دیا گیا۔ جس کو اپنے شیخ سے زیادہ محبت تھی اس کو زیادہ اجر اور جس کی محبت نسبتاً کم تھی اس کو اجر بھی کم دیا گیا۔

باطنی (روحانی) عدالتیں

جس طرح اس (ظاہری) دنیا میں عدالتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح باطنی و روحانی دنیا میں بھی عدالتیں ہوتی ہیں اور جس طرح ملک کی اسمبلی ہوتی ہے اور کسی بڑے اور اہم فیصلہ کیلئے ارکان اسمبلی سے اظہار رائے کیلئے ووٹ لئے جاتے ہیں اور جس فیصلہ کے حق میں ووٹ زیادہ ہوں وہی فیصلہ حتمی فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام اور فقراء کو بھی اپنی اپنی عدالتوں میں اظہارِ رائے کا پورا پورا حق ہوتا ہے اور جس فیصلہ کے حق میں اولیائے کرام یا فقراء کی اکثریت متفق ہو جائے وہی فیصلہ منظور ہو جاتا ہے۔ یہ عدالتیں کئی اقسام کی ہوتی ہیں۔

1.....مقامی عدالت 2.....ہائی کورٹ 3.....سپریم کورٹ

مقامی عدالت (اولیائے کرام کے فیصلے)

عام طور پر ان عدالتوں میں اولیاء کرام ہی فیصلے فرماتے ہیں اور جب بھی کوئی درویش کسی بھی سلسلہ یا علاقہ کے معاملات (روحانی و دنیاوی معاملات) میں کوئی فیصلہ صادر فرما دے تو اسکے احکامات (اثرات) جاری ہو جاتے ہیں لیکن اگر کوئی دوسرا درویش (اسی وقت یا بعد میں بھی) اس فیصلہ سے متعلق کسی بھی قسم کے اختلاف رائے کا اظہار کرے اور اپنے اختیارات کی بدولت اس سے متضاد (کوئی دوسرا) فیصلہ صادر فرمانا چاہے تو پہلے تو اس مسئلہ کو یہیں پر (مقامی عدالت میں) دیگر اولیاء کرام کے باہم مشورہ (رائے) سے حل کر لیا جاتا ہے لیکن اگر پھر بھی اختلاف برقرار رہے اور مسئلہ حل نہ ہو تو فیصلہ ہائی کورٹ یعنی فقراء کی عدالت میں لے جایا جاتا ہے۔

ہائی کورٹ (فقراء کے فیصلے کی عدالت)

اگر کوئی مسئلہ اولیاء کرام کی عدالت (مقامی عدالت) میں حل نہ ہو سکے تو اسے فقراء کی عدالت (ہائی کورٹ) میں لایا جاتا ہے اور پھر یہاں فقراء کے باہم مشورہ اور رائے سے اس مسئلہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مقامی عدالتوں کی طرح اس عدالت میں بھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی فقیر کوئی فیصلہ فرمادے اور دوسرے فقراء بھی اسکی تائید کردیں یعنی اختلاف نہ کریں تو وہی حتمی فیصلہ قرار پاتا ہے۔ لیکن اگر کبھی کسی مسئلہ پر فقراء میں بھی اختلاف رائے ہوجائے تو پھر وہ فیصلہ بارگاہِ رسالت ﷺ (سپریم کورٹ) میں لے جایا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ (حضور ﷺ کی عدالت)

اگر کبھی کوئی مسئلہ فقراء کی بارگاہ میں بھی حل نہ ہو سکے تو اسے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے یہاں فقراء اپنی رائے کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں اور میرے آقا حضور ﷺ سب کے دلائل سماعت فرماتے ہیں اور اس کے بعد آپ ﷺ جو چاہیں فیصلہ صادر فرمادیتے ہیں، یہی حتمی اور آخری فیصلہ ہوتا ہے، آپکے اس فیصلہ سے انکار کی نہ تو کسی کو جرات ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی گنجائش۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں مختلف نوعیت کے معاملات (مسائل) پیش ہوتے رہتے ہیں اور یہاں وکلاء کے فرائض بھی مختلف مقام و مرتبہ کے بزرگان دینؒ (خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، فقراءؒ اور اولیائے کرامؒ) سر انجام دیتے ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ (عدالت) میں ایسا مسئلہ لایا جاتا ہے جس میں خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ کی گستاخی کا پہلو نکلتا ہے تو اس مسئلہ کی سماعت میرے آقا

حضور ﷺ اپنے خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے روبرو ہی حل فرماتے ہیں۔

☆ اگر کبھی روحانی دنیا کے بڑے فیصلے مثلاً باطنی دنیا کی حکومت تبدیل کرنا اور کسی کو بڑے مقامات پر فائز کرنا (قطب وغوث وغیرہ بنانا) مقصود ہو تو میرے آقا حضور ﷺ فقراء، درویش اور تمام سلاسل کے ان سالکین (جنہیں انکے مرشد نے تربیت کے بعد اس وقت خاص مقام (قطب، غوث وغیرہ پر فائز کرنے کیلئے پیش کرنا ہو) کی موجودگی میں فیصلہ فرماتے ہیں۔ یہاں سب درویش اپنے اپنے امیدواران (سالک ومرید خاص) کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں، میرے آقا حضور ﷺ سب کے دلائل سماعت فرماتے ہیں اور اسکے بعد جس کے حق میں چاہیں فیصلہ (منظوری) فرمادیتے ہیں۔

☆ اگر کبھی ظاہری دنیا کے بڑے فیصلے مثلاً کسی ملک کی حکومت (بادشاہ یا وزیر اعظم وغیرہ) کو تبدیل کرنا مقصود ہو تو پھر ایسے معاملات کا فیصلہ میرے آقا حضور ﷺ فقراء کی موجودگی میں فرماتے ہیں۔

منظوری کے بعد نامنظوری

عام طور پر کسی سالک یا درویش کو کوئی مقام ومرتبہ عطا کرنے کے بعد وہ مقامات یا عطائیں واپس نہیں لی جاتیں۔ یہ اسی طرح ہے کہ کوئی وکیل کسی عدالت میں مقدمہ جیت لے یا کوئی حکومت اکثریت رائے سے اسمبلی میں کوئی بل پاس (منظور) کروادے اور پھر بعد میں خود ہی اسکے خلاف مقدمہ لڑے تو یہ اس کے لیے شرمندگی کی بات ہوگی اسی طرح فقراء بھی باطنی عدالت میں حضور ﷺ سے سالک کیلئے کوئی مقام ومرتبہ کو منظور کروالیں تو پھر اسکو واپس نہیں لیتے یا اسکی مخالفت نہیں کرتے لیکن ایسا کرنے کا اختیار ضرور رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت ایسا کر بھی سکتے ہیں۔

دعا کے آداب

صاحب اختیار درویشوں کو چاہیئے کہ اگر کبھی کسی مسئلہ کیلئے دعا کریں تو کہیں کہ دعا کر دی ہے ''انشاء اللہ'' کرم ہوگا کیونکہ درویش کا کام تو اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرنا ہوتا ہے اب یہ ان کی مرضی ہے کہ وہ جب چاہیں اسے پورا فرما دیں۔ اس طرح کہنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر کبھی کام نہ بھی ہو تو درویش جھوٹا نہیں پڑتا عام طور پر ایسا ہوتا تو نہیں کہ اللہ و رسول ﷺ درویش کی دعا کو پورا نہ کریں لیکن وہ مالک و مختار ہیں ایسا کر بھی سکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات تسلی فرما دینے کے بعد بھی حضور نبی کریم ﷺ اس کام میں تصرف فرما کر اس میں رد و بدل فرما دیں۔ بات تو ساری انکی مرضی کی ہے اور اگر وہ ایسا کر دیں تو پھر وہ کام ویسا نہیں رہتا۔ اس لئے انشاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا تو) ضرور کہیں۔

بزرگانِ دین کی شبیہہ مبارک کو چومنا

بزرگانِ دین کی شبیہہ مبارک میں انکے چہرہ مبارک کو نہیں چومنا چاہیئے اگر ایسا کیا تو بے ادبی اور گستاخی تصور کی جائے گی۔

☆.....سلسلہ نقشبند کے ایک درویش (مرشد اکمل، غوث الاغیاث) کے پردہ فرما جانے کے بعد انکے ایک مرید نے انکی شبیہہ مبارک (Photo) کو چوما پھر وہاں بیٹھے دوسرے اور پھر تیسرے مرید نے بھی ایسا ہی کیا تو اس وقت وہاں موجود ایک درویش نے دیکھا کہ جس بزرگ کی شبیہہ مبارک کو چوما گیا تھا وہ پرواز کرتے ہوئے تشریف لائے اور جلال میں فرمایا!

''یہ ہمارا منہ چومتے ہیں؟''

یعنی انہوں نے اس عمل کو پسند نہیں کیا اور جلال (ناراضگی) کا اظہار فرمایا۔ تو اس درویش نے فوراً ہی مرشد اکمل کی شبیہہ مبارک کو ان لوگوں سے لے لیا۔

اپنے سے چھوٹے درویشوں سے مشورہ کرنا

ایک رات خواب میں میرے آقا امام العاشقین حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی زیارت بابرکت سے نوازا۔ بعد از قدم بوسی آپ سرکارؓ نے اپنا کوئی تبرک عنایت فرمایا اسکے بعد میں نے دیکھا کہ آپؓ میرے کسی روحانی معاملہ سے متعلق کسی درویش سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ القاء ہوا کہ آپ کوئی مشورہ فرما رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوتا ہوں کہ آپؓ نہایت اعلیٰ مقام و اختیارات رکھنے کے باوجود ایک درویش سے مشورہ فرما رہے ہیں آپکا یہ عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اپنے سے چھوٹے درویشوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے اور ان سے صلاح مشورہ بھی کر لینا چاہیئے۔

ناموافق ناموں کے غلط اثرات

بہت سے لوگ ساری زندگی رنج والم اور پریشانیوں ہی میں مبتلا رہتے ہیں اور بعض بچے بھی بہت زیادہ ضدی اور چڑچڑے ہوتے ہیں۔ ان سب باتوں کی مندرجہ ذیل وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔

☆ ایک وجہ تو ناموافق نام ہے کیونکہ اگر بچے کا نام ہی ایسا رکھا گیا ہو جو اس کے لئے موافق نہ ہو تو بچہ چڑچڑا، ضدی اور ساری عمر رنج والم اور پریشانیوں میں مبتلا رہ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ میرے آقا حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ نے بذریعہ خواب ارشاد فرمایا

''بابو جی! آپکے پاس جو لوگ آنویں ناجی اگر ان کے نام س، ش، ع، غ، ر، ڑ، ز، ژ اوری سے شروع ہوں اور وہ مسلسل دکھ تکلیف اور پریشانیوں میں ہی مبتلا رہتے ہوں تو آپ خود ان کے نام بدل دیا کرو جی اور یہ علم کی بات ہے''۔

اس وقت آپؒ نے میرے بھتیجے کا نام بھی ''عاطف'' سے بدل کر ''رب نواز'' رکھا کیونکہ وہ بھی مسلسل مختلف تکالیف میں مبتلا رہتا تھا پھر آپؒ نے فرمایا!

''اب اسے اسی نام سے پکارنا جی، ورنہ ساری عمر پریشانیاں ہی پریشانیاں رہیں گی''۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ بزرگان دین کے نام پر بچوں کے نام تو رکھ دیتے ہیں لیکن پھر انہیں ادھورا پکارتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ انبیاء کرامؑ، ازواج مطہراتؓ و دیگر محترم بیبیاںؓ (حضرت آمنہؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت مریمؑ، حضرت آسیہؓ اور حضرت فاطمہؓ وغیرہ) اور خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے نام بھی پورے لینے چاہئیں ان ناموں کو ادھورا نہ پکاریں۔ ان ناموں کے ساتھ ضرور کوئی دوسرا نام لگائیں کیونکہ ناموں کو خالی پکارنے سے ایک تو بے ادبی کے زمرہ میں آتا ہے مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان اور علی وغیرہ کہنا بے ادبی ہے۔ دوسرا یہ کہ ان ناموں کو خالی پکارنا خود اس شخص کے لئے جس کا نام ہے (جسکو پکارا جاتا ہے) اور جو ادھورا نام لے کر پکارتا ہے دونوں کے لئے بھاری (ناموافق) ہوتا ہے۔ بار بار خالی یا ادھورا نام لے کر بلانے سے اس انسان کی طبیعت پر غلط اثر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر پورا نام لے کر بلایا جائے تو اس سے اس کی طبیعت، مزاج اور شخصیت میں خوشگوار تبدیلی آئے گی (اچھا اثر پڑے گا) ایک مرتبہ اللہ رب العزت کی طرف سے فرمان ہوا!

''اگر کسی کا نام عبدالوہاب، عبدالرحمٰن، عبدالقیوم وغیرہ ہے تو پورا نام لے کر بلایا جائے''۔

دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کا نام عبدالقیوم ہے تو اسے قیوم اور کسی کا نام عبدالرحمٰن یا عبدالوہاب ہے تو اسے وہاب یا رحمٰن کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ ایسا کہنا بے ادبی ہے کیونکہ رحیم، وہاب اور قیوم تو صرف اسی ذات (اللہ) کے نام ہیں کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا اور کوئی اس بات کا حق دار نہیں کہ وہ ہو تو عبدالرحمٰن (وہاب کا بندہ) عبدالقیوم (قیوم کا بندہ) اور اسے قیوم، رحمٰن یا وہاب وغیرہ کہہ کر بلایا جائے۔ اسی طرح اگر عبدالجبار کو صرف جبار کہہ کر پکاریں گے تو اس میں جبار کی صفات (جابرانہ صفات)

پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی اور بار بار پکارنے کی وجہ سے وہی اثرات آئیں گے، اس میں غصہ بہت زیادہ ہوگا۔ جو کہ اس کے گھر والوں اور حلقہ احباب کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

روح کی ناپاکی

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور یہ کافر اپنے عقیدہ کی وجہ سے نرے ہی نجس (ناپاک) ہیں''۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک بھی ہے۔

''مومن کبھی ناپاک نہیں ہو سکتا''

یہاں ناپاکی سے مراد روح اور باطن کی ناپاکی یعنی عقیدہ کی خرابی ہے۔ کیونکہ اگر اس سے مراد ظاہری یا جسمانی ناپاکی لی جائے تو یہ غلط ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کی طرح مومن (فقیر) کی زندگی میں بھی ایسے بہت سے مواقع آتے ہیں جب اس پر غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن ایسی حالت

(حالتِ نجاست) میں بھی اسکا آفات و بلیات اور جنات وغیرہ کے حملوں سے خود کو اور دوسروں کو بچانا اور عقیدتمند و مریدین کی دستگیری کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے مراد روح (باطن) کی ناپاکی ہی ہے کیونکہ جسمانی ناپاکی کی حالت میں تو ان حملوں سے نہ صرف یہ کہ خود بچنا بلکہ دوسروں (مریدین و عقیدتمند) کو بھی بچانا ناممکن ہے۔

حضور ﷺ کا ظاہری کرم

میرے آقا رسول کریم ﷺ کا فیض آج بھی اپنے غلاموں پر جاری و ساری ہے۔ آپ ﷺ آج بھی اپنے غلاموں کی دستگیری فرما رہے ہیں۔ بات تو ساری عقیدت و محبت اور انہیں دل سے پکارنے کی ہے۔

☆ 1986ء کی بات ہے کہ میری بیوی کے تمام جسم پر خارش ہوگئی ڈاکٹر اور حکیم سے بھی علاج کروایا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ آپ ہی مجھے دم کر دیں یا میرے لئے دعا کر دیں تا کہ مجھے اس بیماری سے نجات ملے۔ میں نے رات سونے سے پہلے بارگاہِ رسالت حضرت محمد ﷺ میں کرم کیلئے عرض کی میرے آقا نے بے حد کرم فرمایا، رات کو خواب میں تشریف لائے اور پاس رکھے ہوئے پانی کے گلاس میں (جس میں پانی تھا) دَم فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ! بے شک اس میں ہر قسم کی شفاء اور فوائد ہیں ایسا کرم فرمائیں کہ صرف ایک مرتبہ کے استعمال سے ہی آرام آجائے آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے اثبات میں سر مبارک ہلایا اور فرمایا! ''استعمال کر کے دیکھو آرام نہ آئے تو پھر کہنا''

اور واقعی ایسا ہی ہوا صرف ایک مرتبہ پانی پلانے اور لگانے سے ہی مکمل آرام آ گیا۔ میں کافی عرصہ تک وہ پانی لاعلاج مریضوں کو بھی دیتا رہا جس سے بہت سے مریضوں نے شفاء پائی۔

☆ 1990ء کا واقعہ ہے کہ میں موٹر سائیکل سے گر پڑا اور میرے پاؤں کی ہڈیاں بہت زیادہ کچلے جانے کی وجہ سے کریک ہوگئیں۔ ایکسرے کروائے تو دیکھا کہ پاؤں کے درمیان سے ساری ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ پاؤں کے پنجہ کو سختی سے اوپر کی طرف کھینچ کر (اٹھا کر) ہڈیوں کے سروں (جوڑوں) کو بذریعہ پلستر جوڑا جائے گا جو کہ بہت تکلیف دہ عمل ہوگا۔ میرا دل نہ مانا اور گھر والوں سے کہا مجھے گھر لے چلو۔ پھر میں نے اپنے محسنِ اعظم رؤف الرحیم آقا حضور ﷺ سے روحانی طور پر عرض کی۔ آپ ﷺ نے انتہائی کرم فرماتے ہوئے اپنی زیارت پاک سے نوازا اور ارشاد فرمایا!

"فکر نہ کرو آٹھ دن میں تمہارا پاؤں بالکل ٹھیک ہو جائے گا"

میں بہت خوش ہوا اور گھر والوں کو صرف اتنا بتایا کہ مجھے میرے آقا ﷺ نے تسلی فرمادی ہے۔ اب مجھے کوئی فکر نہیں میں پلستر نہیں کراؤں گا۔ آہستہ آہستہ آرام آنے لگا یہاں تک کہ آٹھویں دن تو تکلیف بالکل ہی غائب ہوگئی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ گھر والوں کو بتایا تو وہ بھی بہت حیران ہوئے لیکن انہوں نے کہا کہ پھر بھی ہماری تسلی کیلئے ایک دفعہ ایکسرے کروالو۔ جب ڈاکٹر سے ایکسرے کروائے گئے تو ایکسرے رپورٹ دیکھ کر سب ہی میرے آقا ﷺ کے اس کرم پر بہت خوش اور حیران بھی ہوئے، سب نے ہی دیکھا کہ صرف ایک ہفتہ کے فرق سے دونوں رپوٹیں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھیں۔ پہلے والے ایکسرے میں ہڈیاں بالکل ٹوٹی ہوئی اور دوسرے میں بالکل جڑی ہوئی تھیں یہ میرے آقا حضور پرنور ﷺ کے کرم کی ادنیٰ سی جیتی جاگتی مثال ہے۔

☆ ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ سے ایک خاص چیز کے ظاہری طور پر عطا کرنے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ظاہراً بھی مجھے وہ چیز عنایت فرمائی۔ ایسے واقعات لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اب بھی ہر طرح سے ظاہری و باطنی دستگیری فرمارہے ہیں۔

محافل ذکر میں حضور ﷺ کا پسندیدہ عمل

ایک مرتبہ حضور پرنور سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ نے کرم فرمایا اس غلام کو آپکی محفل میں حاضری کی سعادت حاصل تھی دوسرے فقراء بھی موجود تھے اور آپ ﷺ دریائے رحمت سے پیاسوں کو سیراب فرما رہے تھے۔ میں دست بدستہ آپکی خدمت میں حاضر یہ سوچ کر رو رہا تھا کہ میرے آقا ﷺ رؤف ورحیم کتنے" لجپال اور پردہ پوش" ہیں، اپنے غلاموں کے گناہوں اور لغزشوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اسی کیفیت میں، میں نے عرض کی!

"اے میرے پردہ پوش اور لجپال آقا ﷺ! بے شک آپکی رحمت سے بیڑہ پار ہے"۔

میری عرض سنتے ہی میرے آقا حضور ﷺ اور فقراء میری طرف متوجہ ہوئے، وہ سب میرے اس طرح عرض کرنے سے بہت خوش ہوئے اور میرے آقا حضور نبیء کریم ﷺ نے فرمایا!

"تمہارا اس انداز سے پکارنا ہمیں اچھا لگا"

پھر مزید فرمایا! "جب تم محفل میں بلند آواز کیساتھ ہم پر درود وسلام بھیجتے ہو اور تمہارے عقیدتمند بھی جب یہ عرض کرتے ہیں۔ "آقا ﷺ! بے شک آپ ﷺ کی نظرِ کرم (رحمت) سے بیڑہ پار ہے، تو ہمیں وہ بھی اچھے لگتے ہیں۔" یعنی کھل کر مانگنا اور محافل میں ظاہراً بھی صدا لگانا اللہ ورسول ﷺ کو بہت پسند ہے۔

خلفائے راشدینؓ کے محبوب ہونے کی وجہ

ایک مرتبہ میرے راہبر وراہنما حضرت محمد ﷺ نے کرم فرمایا! اور دیکھا کہ آپ سرکار ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ تشریف فرما ہیں تمام صحابہ کرامؓ ایک دائرہ کی صورت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب چاروں خلفائے راشدین تشریف فرما ہیں اور میرے آقا حضورؐ اسطرح تشریف فرما ہیں کہ آپ سرکار ﷺ نے اپنا سر مبارک حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے سینہ مبارک سے لگایا ہوا ہے اور آپؐ نے بہت محبت سے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا!

"مجھے میرے صدیقؓ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں، صدیقؓ سے زیادہ میرے کوئی قریب نہیں اور میرے صدیقؓ سے زیادہ کوئی افضل نہیں (رسالت کے بعد مقام صدیقیت ہے) اسکے بعد حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

"مجھے عمرؓ اس لئے محبوب ہوا کہ اس نے میرے بعد سب سے زیادہ میرے صدیقؓ سے محبت کی (جب حضرت سیدنا عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو محبوب رکھتے ہیں تو انہوں نے حضورؐ کے بعد سب سے زیادہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے محبت کی) اور عثمانؓ اس لئے محبوب ہوا کہ اس نے میرے بعد میرے صدیقؓ اور عمرؓ سے سب سے زیادہ محبت کی اور اسی طرح علیؓ بھی مجھے اس لئے محبوب ہوا کہ اس نے میرے بعد میرے صدیقؓ، عمرؓ اور عثمانؓ سے سب سے زیادہ محبت کی۔ آپ ﷺ کے فرمان مبارک سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی اللہ و رسولؐ کی بارگاہ میں محبوب ہونا چاہتا ہو تو اس کے محبوبوں سے بھی محبت کرے اور جو بھی ایسا کرتے ہیں اللہ و رسول ﷺ بھی انہیں بہت محبوب رکھتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا مقام و مرتبہ

صحابہ کرامؓ کا مقام بہت بلند ہے اور حضور ﷺ نے انہیں چمکتے ہوئے ستارے فرمایا ہے۔ اسلئے انکے مقام و مرتبہ سے متعلق شک و شبہ میں مبتلا ہونے کی بجائے انکی شان بیان کرنی چاہیئے۔

ایک مرتبہ فرمان ہوا! (فرمان باری تعالیٰ)

''میرے محبوب کے صحابہ کرامؓ کو ہم نے اپنی بارگاہ سے جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے اگر کوئی اس میں کمی کر کے بیان کرے گا تو اس سے باز پرس ہوگی۔ اور اگر کوئی محبت کیوجہ سے ہماری بارگاہ سے عطا کردہ مقام و مرتبہ سے انکی شان کو زیادہ کر کے بیان کرے گا تو کوئی بات نہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت چادر والی سرکارؒ نے ارشاد فرمایا!

''جو لوگ بھی خلفائے راشدینؓ کا ادب و احترام نہیں کرتے میرا دل چاہتا ہے کہ انہیں کمروں میں بند کر کے انکے گھروں کو آگ لگا دوں۔'' مزید ارشاد فرمایا!

''اگر خلفائے راشدینؓ کو تسلیم نہ کیا جائے اور ان سے عقیدت و محبت نہ ہو تو باقی کیا رہ جائے گا۔''

یوم سیدنا صدیق اکبرؓ منانا

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوا!

''یوم سیدنا صدیق اکبرؓ منانا ہمیں بہت پسند ہے اور یہ محفل دوسری محافل (ہفتہ وار، ماہانہ اور بزرگوں کے اعراس) سے زیادہ اہتمام اور شان و شوکت سے منائی جانی چاہیئے''۔

جشنِ ولادت اور عرس منانا

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جشنِ ولادت یا عرس منانا جائز نہیں، ایسا سوچنا غلط ہے کیونکہ حضورؐ و اولیاء کرامؒ اور بزرگانِ دینؒ کے جشن ولادت اور عرس کا اہتمام کرنے سے خوش ہوتے ہیں۔ دسویں یا گیارہویں سالانہ محفل (جشن ولادت) کے اشتہارات چھپ کر آئے تو میں نے اشتہار چیک کیا اس پر لکھا تھا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

رات کو لیٹتے وقت میں نے تصور میں حضور ﷺ کی جناب میں سلام پیش کیا ابھی میرے منہ سے یہ الفاظ ہی ادا ہوئے تھے کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک'' اسی وقت میں نے دیکھا کہ میرے آقا حضور پرنور ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور جب لفظ ''یارسول اللہ'' کہا تو آپ ﷺ میرے سامنے جلوہ افروز تھے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آقاؐ نے اپنے اس غلام پر کس انداز سے کرم فرمایا۔ اس وقت میرے ذہن میں تھا کہ سالانہ محفل کی جو تیاریاں ہو رہی ہیں آپ سرکار ﷺ اس سے متعلق کچھ تسلی یا کرم فرمائیں تو بڑی عنایت ہوگئی آپ ﷺ نے میرے دل کا حال جان کر اسی وقت تسلی فرمائی۔ ارشاد فرمایا!

''ہاں میرے بیٹے لاثانی!'' (روحانی بیٹا) یعنی فرمایا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

پھر مزید کرم فرماتے ہوئے مجھے اپنے جسم اطہر سے قریب کر لیا اور میری گردن میں بازو مبارک ڈال کر فرمایا!

''جی میرے بیٹے لاثانی!'' (یعنی کہو کیا کہنا ہے)

میں نے عرض کی ''میرے آقا ﷺ ویسے تو آپ ﷺ سب کچھ جانتے ہیں لیکن اگر آپ اب سالانہ محفل کے انتظامات چیک فرمالیں تو اس غلام پر کرم ہوگا''۔

(انتظامات آخری مراحل میں تھے) آپ سرکار ﷺ نے اس فقیر کی عرض منظور فرماتے ہوئے انتظامات کا بغور جائزہ لیا (معائنہ فرمایا) جو لوگ اس محفل کی خوشی میں جس انداز سے بھی حصہ لے رہے تھے ان سے خوشی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا!

''تمہارے عقیدتمندوں کا خوشی منانا اور آستانہ کو سجانا ہمیں اچھا لگتا ہے''۔

اللہ کے راضی ہونے کا طریقہ

ایک مرتبہ بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ! تمام اہل سلسلہ پر اپنا خاص کرم وفضل فرما اور اپنے راضی ہونے کا طریقہ بھی ارشاد فرما۔

فرمان ہوا! ''ہر چیز میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے رہو''۔ اس فرمان سے واضح ہوا کہ ہر چیز یعنی اپنی جان، مال، عزت وغیرہ محبوب ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہو۔ اسی طرح اگر کوئی چیز خیرات کرنا ہو تو پہلے ختم شریف پڑھ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی جائے بعد ازاں تقسیم کی جائے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ والسلام کے نذرانے پیش کرتے رہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور اپنا خاص فضل وکرم فرماتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مجھے رؤف اور رحیم کے لقب سے بھی پکارا کرو (فرمان رسول ﷺ)

میں اور اہل سلسلہ اپنی محافل اور انفرادی طور پر حضور ﷺ پر ان القابات (سیدنا، نبینا، رسولنا، کریمنا، محبوبنا وغیرہ) کے ساتھ درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب میں میرے آقا حضور پر نور حضرت محمد ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا! ''تم اور سلسلہ والے ہمیں مختلف ناموں سے پکارتے ہیں، یہ ہمیں بہت اچھا لگتا ہے اور یہ کہ

ہم رؤف اور رحیم بھی تو ہیں ہمیں ان ناموں سے بھی پکارا کرو''۔

اسی دن سے میں نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل شروع کر دیا اور اہلِ سلسلہ کو بھی مطلع کر دیا۔

بزرگان دین کا ظاہراً بھی تشریف لانا

ایک مرتبہ عالم رویا میں میرے آقا شہنشاہِ صداقت حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا! ''ہم کئی مرتبہ ظاہری طور پر بھی (مختلف انسانی شکلوں میں بھیس بدل کر) سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ آستانہ عالیہ لاثانیہ پر آئے اور لنگر بھی کھا کر گئے اور ہم اس بات سے بہت خوش ہیں کہ یہاں ہر وقت لنگر جاری ہے''۔

اسکے بعد چند مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ، حضرت سیدنا عثمان غنیؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ نے بھی اپنی زیارت بابرکت سے نوازا اور آستانہ عالیہ سے جاری رہنے والے لنگر پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ (الحمدللہ) اس سے چند نکات واضح ہوتے ہیں۔

☆ جہاں بھی اللہ و رسول ﷺ کے حکم سے کسی درویش کا سلسلہ یا آستانہ عالیہ پر مخلوق فیضیاب ہوتی ہے وہاں حضور ﷺ اور بزرگان دینؓ ظاہری و باطنی طور پر تشریف لا کر وہاں کے معاملات کی چیکنگ فرماتے ہیں

☆ دوسرا یہ کہ کسی آستانہ سے ہر وقت لنگر کا جاری رہنا اللہ و رسول ﷺ اور بزرگان دین کا پسندیدہ عمل ہے اور وہ اس عمل سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

☆ اور تیسری اور اہم بات یہ کہ درویشوں کے آستانوں پر آنے اور بیٹھنے والوں میں سے کسی سے بھی بد اخلاقی سے پیش نہیں آنا چاہیئے نہ جانے کس روپ میں کون چھپا بیٹھا ہو اور اگر وہ کوئی بزرگ ہستی ہو تو ذرا سی بدتمیزی اور بداخلاقی بھی تباہی و بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔

حب دنیا (مال) کی محبت

حدیث نبوی ﷺ ہے

''دنیا مردار ہے اور اسکے چاہنے والے کتے ہیں''

دنیا کی محبت فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ آج انسان دنیاوی مال کی محبت میں مبتلا ہو کر دین سے بہت دور ہو چکا ہے حتیٰ کہ ماحول اتنا خراب ہو چکا ہے کہ بچوں کے دلوں میں بھی مال کی محبت پیدا کی جارہی ہے یہ غلط تربیت کا نتیجہ ہے۔ بچوں کی صحیح تربیت والدین کا فرض ہے اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق بچوں کی تربیت نہ کی گئی تو اسکے ذمہ دار دنیا اور آخرت میں بھی والدین ہی ہونگے۔ والدین کو چاہیئے کہ بچوں کے دلوں میں مال کی بجائے اللہ ورسول ﷺ کی محبت پیدا کریں جو کہ دین کی بنیاد ہے ورنہ انہیں اللہ ورسول ﷺ کی ناراضگی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم بھی ہے کہ ''میری امت میں کوئی مسلمان مشرک نہیں ہوگا لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد مسلمان مال کی محبت میں گرفتار ہو جائیں گے''۔ ایک مرتبہ عالم رویا میں دیکھا کہ میرے پیارے آقا حضور نبی کریم ﷺ ایک بڑے مجمع سے خطاب فرمارہے ہیں آپ ﷺ کے بیان کا موضوع دنیاوی (مال کی) محبت کی مذمت اور بچوں کی صحیح تربیت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

''جو اپنے مال کو جتنا زیادہ بڑھانا چاہتا ہے اسکے لئے اتنا ہی زیادہ عذاب ہے۔ جو دنیا میں مال سے محبت کرتا ہے وہ آخرت میں عذاب کیلئے تیار ہو جائے۔ پھر فرمایا!

دنیاوی مال سے محبت کرنے والے منافقین اور منکرین ہیں۔ یہ مال کی محبت میں پختہ ہو رہے ہیں انکی سزا ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

مزید ارشاد فرمایا!

''ماحول بہت خراب ہو چکا ہے اور بچوں کے دلوں میں اللہ ورسول ﷺ کی محبت نہیں

ڈالی جارہی۔ یہی وجہ ہے کہ کم عمر بچیاں بھی مال کی محبت میں مبتلا ہیں اور نماز اور تسبیحات بھی صرف اس لئے پڑھتی ہیں کہ انکے مال میں اضافہ ہوجائے۔ نیز آپ ﷺ نے ایک بچی کے بارے میں فرمایا!

''ایک بچی (نام لیکر) جسکی عمر ابھی صرف چودہ سال ہے لیکن وہ بھی مال کی محبت میں بہت آگے بڑھ چکی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے ہر ماہ نو یا دس ہزار روپے چاہئیں اور چاہتی ہے کہ اسکی شادی کسی مال دار آدمی سے ہو نیز ارشاد فرمایا کہ میں خود اسے کوڑے ماروں گا کیونکہ اس کے گھر والے اسے نیک اور ولیہ سمجھتے ہیں لیکن اس کی عبادت کا مقصد اللہ ورسول ﷺ کی رضا اور محبت نہیں بلکہ وہ عیش و آرام اور ظاہری دنیا کے سکھ چین کے لئے عبادت کررہی ہے لوگ اسے ولیہ سمجھتے ہیں لیکن وہ اللہ ورسول ﷺ کے غضب میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور فرمایئے کہ ایسی نیت رکھنے والوں کی عبادات اور وظائف محض دنیاوی مقاصد کے لئے ہوتے ہیں۔ میں بہت سے ایسے پیر صاحبان سے ملا ہوں جنہوں نے خود مجھ سے ایسے چلے، وظیفے اور عمل مانگے ہیں جو دنیاوی مقاصد کے لئے تھے اور کہا کہ جی دنیا داری چلتی رہنی چاہیئے اور بس کھانے پینے کا دھندہ چلتا رہے۔

خواتین کیلئے پردے کی پابندی

حکم ہوا! ''خواتین کو چاہیئے کہ پردے کی پابندی کریں۔ ہر وقت سر پر دوپٹہ لئے رکھیں دوپٹہ لینے کا طریقہ بتایا گیا کہ'' ماتھے تک سر کو ڈھانپ کر رکھیں دوسروں کے گھروں میں جا کر ہی نہیں اپنے گھروں میں بھی اسی طریقہ سے دوپٹہ لیں''۔ جن عورتوں کی چادروں کے نقاب نہیں انہیں چاہیئے کہ اپنی چادروں کے نقاب لگالیں اور جب بھی باہر نکلیں اپنے چہروں کو نقاب سے ڈھانپ کر نکلیں۔ بہت سی خواتین پردہ نہ کرنے کا یہ جواز پیش کرتی ہیں کہ آنکھوں میں شرم ہونی چاہیئے، پردہ تو نظروں کا ہی کافی ہے۔

بے شک! نظروں کی شرم بہت اچھی اور ضروری چیز ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو چھپا کر باہر نکلنا بھی عورت کیلئے بہت ضروری ہے کیونکہ عورت تو پوری کی پوری ہی ''ستر'' ہے اسی لئے خواتین کو ''مستورات'' کہا جاتا ہے۔ اگر نظروں کی شرم ہی کافی ہوتی اور چہرے کو چھپانا ضروری نہ ہوتا تو قرآن کریم میں ہرگز یہ ارشاد نہ ہوتا۔

''اے نبی! اپنی بیویوں، صاحبزادیوں، اور مسلمان عورتوں سے فرمادو کہ جب اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال لیا کریں (گھونگھٹ نکال لیا کریں)''۔ (سورۃ الاحزاب)

بے شک! عورت نظروں میں شرم وحیا لے کر باہر نکلے لیکن اس کو دیکھنے والے جب ہوس زدہ اور شیطانی نظروں سے دیکھتے اور غلط سوچتے ہیں تو یہ نظروں کا زناء، سوچ اور دل کا زناء ہو جاتا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری عورت پر ہوتی ہے۔ خود اپنے اور اپنی طرف دیکھنے والے کے گناہ کا سبب بھی عورت ہی ٹھہرائی جائے گی۔ یوں وہ دوہرے عذاب کی مستحق ہوگی۔ بہت سی عورتیں اور لڑکیاں شکایت کرتی ہیں کہ لڑکے انہیں غلط یا عجیب نظروں سے دیکھتے اور فقرے (آوازیں) کستے ہیں۔ بے پردہ عورتیں اگر غور کریں تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ اس کا سبب وہ خود بھی ہیں۔ اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ گوشت کو اگر آپ کپڑے سے ڈھانپ کر یا کسی چیز میں چھپا کر لے جائیں گے تو وہ گوشت چیل، کوؤں اور کتے، بلیوں سے محفوظ رہے گا اور وہ اسے کھا نہیں سکتے لیکن وہی گوشت اگر آپ ٹرے میں سجا کر لیکر جائیں اور اس کی حفاظت کیلئے کچھ انتظام بھی نہ کریں تو کتے، بلیاں اور چیل، کوے فوراً اس پر جھپٹ پڑیں گے اور منٹوں میں صفایا کر جائیں گے۔ اس میں قصور ان کا نہیں آپ کا ہوگا کہ آپ نے اپنی چیز کی خود حفاظت نہیں کی یوں اپنے نقصان کے ذمہ دار آپ خود ہی ہونگے۔ بالکل اسی طرح جب ایک عورت بناؤ سنگار کر کے اور بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہے تو جب تک وہ باہر رہے، شیطان اسکے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور ہر قسم کی ہوس زدہ نظریں اس کا نقصان

کرتی رہتی ہیں بلکہ وہ خود اپنے اور انکے لئے بھی نقصان اور عذاب لکھواتی رہتی ہے۔ اسکے برعکس جب کوئی عورت باپردہ گھر سے نکلتی ہے تو وہ اس قسم کے گناہوں سے محفوظ رہتی ہے نیز بہت سی خواتین باطنی وروحانی مقامات سے صرف اس لیے محروم رہ جاتی ہیں کہ وہ پردہ کی پابندی نہیں کرتیں حالانکہ مرشد سے عقیدت ومحبت بھی صحیح ہوتی ہے۔ مجھے باطنی طور پر یہ اطلاع دی گئی کہ

''مرشد سے عقیدت ومحبت ہونے کے باوجود صرف پختہ ومضبوط کردار نہ ہونے کی وجہ سے (بے پردگی، بے حیائی، فحاشی وغیرہ) بعض خواتین پر ہونے والی کرم نوازی کو روک دیا گیا اور بے پردگی کو انکے روحانی مقامات میں ترقی نہ ہونے کا سبب ٹھہرایا گیا''۔

اس لیے ان چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے بہت سے مرد حضرات بھی صرف غلط کردار کی بناء پر ہی بڑی بڑی کرم نوازیوں (روحانی مقامات) سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اللہ کے محبوب بندے

ایک مرتبہ فرمان الٰہی ہوا!

''میرے ذکر کے بعد مجھے میرے محبوب بندوں (وہ بندے جن پر بارگاہِ رسالتؐ سے ابدی غلامی کی مہر لگ چکی ہو) کا ذکر پسند ہے۔''

اللہ کے مقرب بندوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کے قدم جس زمین پر پڑتے ہیں اس جگہ میں بھی تاثیر پیدا کر دیتے ہیں اور وہ جگہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے۔ درویش کی محبت خاص عطائے الٰہی ہے۔

جس دل میں درویش کی محبت ہو، چاہے ظاہری زیارت بھی نہ کی ہو اسکی بخشش ہو جائے گی۔

درویش کے پاس اگر کوئی ایسا شخص آ کر بیٹھے جو اللہ و رسول ﷺ کے غضب (ناراضگی) میں ہو تو انکو فوراً ہی بیزاری شروع ہو جاتی ہے اور طبیعت میں جلال آ جاتا ہے۔ اسکے برعکس جس پر اللہ و رسول ﷺ راضی ہوں اسکے بیٹھنے سے طبیعت میں ٹھنڈک اور دل میں سکون اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔

☆..... ہر درویش پر اسکے مقام و مرتبہ کے مطابق پریشانیاں آتی ہیں اگر وہ ثابت قدم رہے تو اسے اس کے مطابق ہی نوازا بھی جاتا ہے۔

☆..... اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درویش سے جس قسم کی گفتگو کی جاتی ہے ان پر ویسی ہی کیفیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے اس لیے درویش کے سامنے ہمیشہ کرم و عطا کا ذکر ہی کرنا چاہیئے۔

☆..... ہر درویش کے عادات و رہن سہن دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اس لئے کسی درویش کے حالات و واقعات کا موازنہ دوسرے سے نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ درویش تو وہی کرتا ہے جو اسے اللہ و رسول ﷺ کا حکم ہوتا ہے۔

☆..... نیک لوگوں کو جب کوئی چیز ملتی ہے تو وہ شکر کرتے ہیں لیکن درویشوں کو جب کوئی چیز ملتی ہے تو وہ شکر کے ساتھ ساتھ اسے راہِ خدا میں خیرات کر دیتے ہیں جبکہ انکی بھی ضروریات ہوتی ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے اسی کے نام پر خرچ کر دیا جائے تو بہتر ہے

☆..... درویش حقیقت میں وہی ہے جس کا رابطہ اللہ و رسول ﷺ سے ہو۔

☆..... اولیائے کرام سے محبت رکھنا دنیا و آخرت کا بہترین سرمایہ ہے۔

☆..... درویش کی دعا سے زندگی بڑھ سکتی ہے۔

☆..... عاجزی درویشوں کا زیور ہوتی ہے۔

☆..... ظلم برداشت کر کے بھی حق بات کہنا درویشوں کا شیوہ رہا ہے۔

☆.....درویش کی طبیعت میں محبت کیساتھ ساتھ ''بے نیازی'' بھی ہوتی ہے۔

☆.....جن کو اللہ و رسول ﷺ نے اختیارات عطا کئے ہوں ان سے مانگنا جائز ہے۔

☆.....اولیاء اللہ سے دنیا طلب مت کریں جب وہ کسی کو اپنا کہہ دیں تو اللہ و رسول ﷺ بھی اسے اپنا بنا لیتے ہیں یہی بڑا کرم ہے۔

درویش کے جسم کا فیض

بہت سے مسائل ایسے ہوتے ہیں جن کے حل کیلئے اگر درویش دور بیٹھ کر بھی تصرف کرے تو وہ مسائل حل ہو جاتے ہیں لیکن کبھی معاملات (مسائل) کی نوعیت ایسی ہو جاتی ہے کہ جس جگہ عذاب الٰہی آنا ہو یا آ چکا ہو تو اللہ کا منظور شدہ (صاحب ڈیوٹی) درویش خود اس جگہ جا کر تصرف کرے تو اسکے قدموں اور جسم کی برکت سے ہی وہ عذاب دور ہوتا ہے۔

بغیر اسباب کے رزق ملنا

ایک مرتبہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

''میرے سو بندے ایسے ہیں کہ رزق جنکے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور ان میں سے دس ایسے بھی ہیں جنکا شمار متوکلین میں ہوتا ہے اور انہیں بغیر اسباب کے رزق عطا کیا جاتا ہے''

کھانے میں نورانیت

جب گھر میں بچوں کیلئے کھانے کی کوئی چیز (پھل، مٹھائی، کھانا، وغیرہ) لے کر جائیں

اور گھر میں بھی جب کھانا کھانے بیٹھیں تو ''ختم شریف (اول و آخر درود شریف ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص) پڑھ کر بزرگوں کو نذرانہ بھیج کر کھائیں۔ایسا کرنے سے بزرگوں کی (روحانی) توجہ ملتی ہے اور کھانے میں بھی نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔جب بچے یا بڑے وہ کھانا کھائیں گے تو فرمانبردار، نمازی اور اچھی عادات کے مالک بنیں گے۔

دائیں ہاتھ سے لین دین

باطنی طور پر اطلاع ہوئی کہ

''ہمیشہ دائیں ہاتھ سے لین دین کریں، کھانے پینے میں بھی ہمیشہ دایاں ہاتھ ہی استعمال کریں جب کسی کے سامنے کھانا رکھیں (پیش کریں) تب بھی سیدھے ہاتھ سے ہی رکھیں''۔اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ بائیں ہاتھ سے لین دین کے نقصانات یہ ہیں کہ نماز، ذکر اور تسبیحات وغیرہ سے جو نور دل میں پیدا ہوتا ہے، بائیں ہاتھ (الٹا ہاتھ) سے لیکر کھانے، پینے سے وہ نور سیاہی میں بدل جاتا ہے، لذت و حلاوت ختم ہونے لگتی ہے اور عبادات و وظائف میں بھی دل نہیں لگتا، اس سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ بایاں ہاتھ شیطان کا ہے اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ کسی بھی طرح انسان اللہ سے دور ہو جائیں۔

☆.....اگر دو یا دو سے زیادہ افراد ایک ہی برتن میں کھا رہے ہوں، تو اپنی طرف سے کھانا چاہیے کیونکہ کھانے کے درمیان برکت کا نزول ہوتا ہے۔

ذکر اور محافل ذکر کے فوائد

☆.....اللہ کے ذکر کی مثال تو صابن کی سی ہے جو دلوں کے میل دھوتی ہے۔

جب تک آپ خود استعمال کر کے (ذکر کر کے) نہیں دیکھیں گے فوائد کا پتہ نہیں چلے گا۔

☆.....جو دن میں زیادہ حصہ ذکر کرے گا اللہ بھی ہر کام میں اس کی مدد کرے گا۔

☆.....ذکر ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہر قسم کے اثرات بد کو بھی کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

☆.....رات کو سیر کرنا سنتِ مبارکہ ﷺ ہے اس کے ساتھ اگر اس وقت 30 یا 20 تسبیحات اللہ کے ذکر کی بھی کر لی جائیں تو بہت بہتر ہے۔

☆.....اللہ کی محبت میں جمع ہونا اور ذکر کرنا اللہ کو بہت پسند ہے۔ محفل کی صورت میں ذکر کرنے کے بہت سے فوائد بھی ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ اس طرح کرم بھی زیادہ ہوتا ہے اور ذکر بھی۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ گھروں میں بیٹھ کر اتنی دیر ذکر نہیں کر پاتے جتنا کہ محفل میں کر لیتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے محفل ذکر میں اللہ و رسول ﷺ کے منظور نظر بھی بیٹھے ہوتے ہیں ان پر ہونے والی نور کی بارش کے اثرات اور برکات کی وجہ سے دیگر حاضرین محفل پر بھی کرم ہو جاتا ہے۔

☆.....ظاہراً اور خواب میں اللہ کے ذکر میں حلاوت محسوس ہونا انعام ربانی ہے۔

☆.....اللہ کا ذکر بہت سی روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔

☆.....شجرہ شریف کے وسیلہ سے دعا مانگنے سے جتنے لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہیں انکے عزیز و اقارب کو بھی ثواب پہنچتا ہے اور انکی بخشش کا سبب ہے۔

☆.....ہماری محافل میں آنے والوں کی اکثریت (بہت سے لوگوں) کو مقام ولایت عطا ہو چکا ہے جس محفل میں اتنے اولیاء کرام حاضر ہوں اس محفل کی برکات بہت زیادہ ہوتی ہیں۔

☆.....طریقت کی محفل میں دل کا حاضر ہونا ضروری ہے کیونکہ طریقت دل کا معاملہ ہے۔

☆.....مقبول و منظور محافل میں شراب طہور کے چھینٹے مارے جاتے ہیں۔

جس سے حاضرین محفل کی کیفیات بدلتی ہیں اور وہ خاص قسم کا ''وجد'' (لطف اور سرشاری) محسوس کرتے ہیں۔

☆.....طریقت کی محافل میں (جہاں سالکین کی اکثریت ہو) ضروری ہے کہ فنافی الشیخ پر بیان وکلام زیادہ ہو کیونکہ پہلے فنافی الشیخ ہے پھر فنافی الرسول ﷺ۔

شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار

☆.....غور کریں! کہ ہم اس ذات کا کتنا شکر ادا کر رہے ہیں۔ جو نعمتیں آج ہمیں میسر ہیں ہم ان میں سے کسی چیز کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے۔

☆.....ناشکری شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے وہ انسان سے ناشکری کرواتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جب دل ودماغ میں اعتراض اور وسوسے پیدا ہوں تو شیطان کی چال کو سمجھ جائیں اور ذکر وشکر سے مدد لیں۔

☆.....ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں تو اللہ بھی درجات بلند کرے گا۔ بہت سے انعامات ومقامات ایسے ہیں جو عبادات کے ذریعے سے حاصل نہیں کئے جا سکتے انکے حصول کا ذریعہ صرف اور صرف شکر الٰہی ہی ہے۔

☆.....نعمتوں کو راہِ خدا میں خرچ کرنا شکر کا اظہار ہے۔ جس کے دل میں نعمتوں کی قدر نہیں وہ نعمتوں کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

☆.....اپنے اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ کریں کہ ان پر کیسے کیسے مصائب وآلام آئے۔ لیکن وہ ہر حال میں شکر ادا کرتے رہے۔ انہوں نے تنگی حالات کے باوجود ناشکری

نہ کی اگر مالی حالات ناساز گار ہوں تو بھی شکر ادا کرتے رہیں اور کہتے رہیں کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے دوسروں سے کچھ کم دیا ہے تو کوئی بات نہیں تیرا کروڑ ہا شکر ہے کہ تو نے مجھے یاد تو رکھا، میں تیری نظر میں تو ہوں۔ اللہ تو صرف آزما کر دیکھتا ہے یہ بات نہیں کہ اسکے خزانوں میں کوئی کمی ہے اگر کوئی شکر کرے تو بہت نوازتا ہے۔

وقت کی اہم ضرورت

قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں جن میں حضرت امام مہدیؒ اور حضرت عیسیٰؑ کا ظہور، دجال کا ظاہر ہونا، دجال کی شکل وشباہت اور دیگر نشانیاں وغیرہ، انکی اشاعت عام کرنا چاہیئے اور عام لوگوں تک یہ بات پہنچانی چاہیئے کہ دجال کی خاص خاص نشانیاں کیا ہیں کیونکہ لوگوں کی اکثریت لاعلمی کی بناء پر اسوقت دجال کے گروہ میں شامل ہو جائے گی۔ ہمیں چاہیئے ان باتوں کو ساری دنیا میں عام کر دیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دجال کے فتنہ (شر) سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر آج کے دور میں بھی قیامت کی نشانیوں کو عام لوگوں تک پہنچایا گیا ہوتا یا انکے علم میں لایا گیا ہوتا تو لوگ نبوت کے جھوٹے دعویداران (جنہوں نے نبی، حضرت عیسیٰؑ یا امام مہدیؒ ہونے کے دعوے کئے) کے گروہ میں شامل ہو کر ان کی پیروی نہ کرتے اور نہ ہی وہ جھوٹے نبی سیدھے سادھے اور کم علم لوگوں کو گمراہ کر رہے ہوتے۔ ہمیں عقیدہ ختم نبوت اور شان اولیاء کی نہ صرف حفاظت کرنا ہے بلکہ عام لوگوں تک بھی تیزی سے اس کو پہنچانا ہے اور یہ ہر مسلمان اور امتی کا فرض بھی ہے۔

شریعت، طریقت، حقیقت

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

''شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرا راستہ، حقیقت میرے احوال اور معرفت راز ہیں''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف شریعت کو ہی سب کچھ نہیں سمجھ لینا چاہیئے، شریعت سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔ جس نے شریعت کی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھ لیا وہی طریقت میں داخل ہوا، جس نے طریقت کے نکات کو سمجھ لیا اس نے حقیقت کو پالیا اور جس نے حقیقت کی روح کو سمجھا اس نے معرفت خداوندی حاصل کر لی۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے طریقت، حقیقت اور معرفت کے خزانے حاصل کر لیں۔

محبت الٰہی

☆.....محبت ایک نور ہے جو ہر گناہ کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

☆.....محبت اور عشق کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا ہے یہ تو دل کے لگاؤ کی بات ہے جتنا بڑھاؤ گے اتنا ہی بڑھے گا۔

☆.....محبت قربانی مانگتی ہے صرف زبانی باتوں سے بات نہیں بنتی ہے اور محبت وہی ہے جس میں اعتراض نہ ہو

☆.....اللہ تک عقل و دلائل کے ذریعے نہیں عشق و محبت کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے عقل چراغ راہِ تو ہے منزل نہیں ہے

☆.....سچے اور مخلص طالب کبھی تباہ نہیں ہوتے۔

دنیا کی محبت

☆.....دنیا کی محبت محض ایک دھوکہ ہے۔ جب تک دنیا کی محبت دل میں ہے

اللہ ورسول ﷺ کی محبت دل میں نہیں سما سکتی جو دنیا کی محبت دل میں رکھتا ہے اللہ اسے دنیا کیلئے چھوڑ دیتا ہے

☆.....طالب حق کو نہ مال آنے کی خوشی ہوتی ہے اور نہ جانے کا غم، وہ تو رب کی رضا میں راضی رہتا ہے۔

☆.....جو دنیا کی طلب رکھتا ہے خدا تعالیٰ اسے دنیا کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔

☆.....دنیا داری اچھا کھانا، پینا اور اچھی رہائش کا نام نہیں بلکہ یہ ایک باطنی کیفیت کا نام ہے۔ اگر کعبہ شریف میں جا کر بھی دنیا کی محبت اور باتیں دل میں رہیں یعنی ایسی کیفیت جس میں اللہ ورسول ﷺ کی یاد دل میں نہ رہے تو یہ دنیا داری ہے۔ اس کے برعکس ایسا شخص جس کے قلب وروح میں اللہ ورسول ﷺ کی یاد سما جائے وہ خواہ کہیں بھی رہے دین دار ہے جب یہ حالت ہو تو اللہ ورسول ﷺ بھی اپنے خزانوں سے نوازتے ہیں۔

چند اہم نکات

☆..... اللہ اور رسول ﷺ کی ناراضگی کا خوف اور محبت ہی علم کی بنیاد ہے۔

☆.....اللہ ورسول ﷺ اور انکے محبوبوں سے محبت کا نام ہی ایمان ہے۔

☆.....خدا تعالیٰ کو اپنے محبوب کا ذکر اور وسیلہ بہت پسند ہے۔

☆.....مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم باطنی علم کہلاتا ہے۔

☆.....فقراء کے پاس اگر کوئی سچا طالب آئے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

☆.....احسان کر کے جتلانا اعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے

☆.....ہر اللہ، اللہ کہنے والا ''اللہ والا'' نہیں ہوتا۔

☆.....بندہ سبب اور خدا مسبب الاسباب ہے۔

☆.....نفرت گناہ گار سے نہیں گناہ سے ہونی چاہیئے۔

☆.....قوت برداشت بہت بڑی قوت ہے۔

☆.....ایسی مصیبت جو قرب الٰہی کا سبب بنے کسی نعمت سے کم نہیں۔

☆.....حقیر سے حقیر پیشہ بھی ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔

☆.....غریب کو برا جاننا نفرت اور امیر کو برا جاننا حسد ہے۔

☆.....طریقت کے دو پر ہیں مرشد کی محبت اور اللہ کا ذکر۔

☆.....کسی اچھے اور نیک کام کو مسلسل کرتے رہنا اللہ و رسول ﷺ کو پسند ہے۔

☆.....محبت و ادب پر استقامت طلب کرتے رہنا چاہئے۔

☆.....چپ رہو اور چپکے رہو۔

☆.....روحانیت انسانیت ہے اور انسانیت ہی روحانیت ہے۔

☆.....جو اپنی انا کو ختم کر کے آتا ہے وہی نوازا جاتا ہے۔

☆.....جب تک معافی نہ ہو گناہ کسی نہ کسی صورت دل کو بے چین رکھتا ہے۔

☆.....جو شخص حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتا وہ خدا کو کیسے خوش رکھ سکتا ہے۔

☆.....طالب حق کیلئے سب سے اہم بات صحیح در (مرشد کامل) کامل جانا ہے۔

☆.....توفیق "کوشش" سے ہے اور کوشش توفیق سے، "توفیق" مانگتے رہیں اور کوشش کرتے رہیں۔

☆.....ایک مرتبہ فرمان ہوا! "آٹھ یا نو سال کی عمر کے بچوں کے بستر الگ کر دو"۔

☆.....ضروری نہیں کہ اللہ کا دوست (ولی) اللہ کا محبوب بھی ہو۔ دوست تو بہت سے ہوتے ہیں محبوب کوئی کوئی ہوتا ہے۔

☆.....انسان اپنی حقیقت پر غور نہیں کرتا بندے اور خدا کے درمیان یہی سب سے بڑا حجاب ہے۔

☆.....عام آدمی کا تو قبر میں جاتے ہی حال خراب ہو جاتا ہے لیکن جس کی نسبت صحیح ہے اس کا بیڑہ پار ہے

☆.....اگر ساری عمر میں ایک دفعہ بھی مشاہدہ یا تصدیق ہو جائے تو کافی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ در (سلسلہ) حق اور سچ ہے۔

☆.....سب سے اہم بات یہ ہے کہ شک کو دل میں نہ آنے دیں اور مطمئن ہو جائیں جس کو یقین نہیں اسکے دل کو قرار نہیں۔

☆.....جیسا اللہ کسی درویش سے کام لینا چاہتا ہے تو اس سے اسی کے مطابق فیض جاری فرما دیتا ہے ہمارے سلسلہ کا فیض ظاہری اور باطنی دونوں طرح جاری ہے۔

☆.....فرشتوں اور رویائے صادقہ (سچے خواب) کے ذریعے بشارت، غیبی نداء، الہام، نزول، کشف اور بذریعہ مراقبہ اطلاع ہونا وغیرہ فیض کے حصول کے طریقے ہیں

☆.....کسی کا حق نہ ماریں اور اللہ کیلئے جو کچھ دیں اسے بھول جائیں (یعنی احسان کر کے جتلائیں نہ)

☆.....طریقت کی راہ میں بخیل کامیاب نہیں ہو سکتا۔

☆.....جب تک رزقِ حلال نہ ہو کوئی بھی عبادت روح کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

☆.....نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کی وجہ سے انسان کا مرتبہ فرشتوں سے بھی افضل ہو جاتا ہے

☆.....کسی کی کوئی چیز (کھانے، پینے اور استعمال کی اشیاء) بھی بغیر اجازت نہ لیں کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی چوری ہے۔

☆.....بہت بڑی بڑی کرم نوازیاں ایسی ہوتی ہیں جو عبادات سے نہیں مخلوق خدا کی

خدمت اور بھلائی کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔

☆.....انسان نہیں جانتا کہ اسکے لیے کیا بہتر ہے اس لیے دعا ہمیشہ اس طرح سے مانگیں۔ ''یارب العالمین! ہمیں وہ عطا فرما جو ہمارے حق میں بہتر ہے''۔

☆.....علم، انا اور خود پسندی نے شیطان کو حضوری اور قرب الٰہی سے دور پھینک دیا لیکن عاجزی و محبت کی وجہ سے اصحاب کہف کے کتے کو دوری سے حضوری میں پہنچا دیا جو عاجزی اختیار کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

☆.....نماز پڑھیں، حلال کمائی کھائیں، اخلاق بہتر کریں، اہل خانہ، ہمسایوں اور عزیز و اقارب سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں، نرم رویہ اختیار کریں جو کوئی بھی ایسا کرے گا اللہ اس سے راضی ہوگا۔

☆.....کسی کی تنقید سے دلبرداشتہ ہو کر نیک اعمال (فلاح و بہبود اور تبلیغ وغیرہ) کو ترک نہ کریں کیونکہ یہ توفیق بہت کم لوگوں کو عطا ہوتی ہے۔

☆.....ایسا ادب جو سالک کی روح میں رچ بس جائے ''باطنی ادب'' کہلاتا ہے۔

☆.....جب مالک عطا کرے تو چاہیئے کہ عاجزی اور شکر کرے تاکہ عطاؤں کا سلسلہ جاری رہے۔

☆.....ایک قسم کے اعمال تو وہ ہیں جنکا اجر قبر میں جاتے ہی مل جائے گا۔ دوسری قسم کے اعمال وہ ہیں جنکی وجہ سے حشر کے بعد انعامات (اجر) سے نوازا جائے گا۔

☆.....اگر علماء کرام کے پاس ظاہری علم ہے تو فقیر کے پاس عینی دلائل ہوتے ہیں۔

☆.....عالم اس وقت بنتا ہے جب سوالات کرے اور فقیر اس وقت بنتا ہے جب سوالات (کیا، کیوں، کیسے) ترک کردے۔

☆.....جہاں صرف ظاہری علم ہوتا ہے باطنی تعلق نہیں ہوتا وہاں گمراہی کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔

☆.....مغرب کے بعد قبرستان کے اندر سے نہ گزریں یہ بات ہم نے اپنے شیخ سے سنی اور آگے بتادی

☆.....ذاتی فیض کے حامل اولیاء اللہ زیادہ روحانی طاقت رکھتے ہیں، صفاتی فیض کے حامل کم۔

☆.....جمالی صفات کے اولیاء اللہ کے پاس مخلوق کی اکثریت آتی ہے جبکہ جلالی صفات والوں کے پاس کم۔

☆.....اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ پوشیدہ ''دعا مانگنا'' اور ظاہر میں باآواز بلند (لوگوں کے سامنے) مانگنا بھی بہت پسند ہے

☆.....جو خدا کے تھوڑے دئے پر راضی ہوتا ہے خدا بھی اسکے تھوڑے کئے (عمل) پر راضی ہوجاتا ہے۔

☆.....''تارک سنت'' وہ ہے جو حضور ﷺ کے کسی عمل کو سنت ماننے سے انکار کرے یا اسکی تحقیر کرے۔ جب تک کوئی انسان اپنی زبان اور دل سے سنتوں کو نہیں جھٹلاتا، ان سے منہ نہیں پھیرتا اسے تارکِ سنت نہیں کہنا چاہیئے۔

☆.....ہر وہ کام جو حضور کے بعد شروع ہوا ''بدعت'' ہے۔ اچھا کام بدعت حسنہ اور برا کام بدعت سیئہ کہلاتا ہے۔ بدعت حسنہ جائز اور بدعت سیئہ منع ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہر کام کے صرف ظاہر کو ہی نہ دیکھیں اسکی روح (باطن) کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ آجکل دین اور اعمال کی صحیح روح کو نہیں سمجھا جارہا اسی وجہ سے کفر و شرک کے فتوے لگائے جارہے ہیں۔ حضورؐ کے بعد جتنی بھی بدعات ہیں اگر وہ خلاف شرع نہیں اور ان پر درست نیت سے عمل کیا جائے تو انکا استعمال جائز ہو مثلاً لاؤڈ سپیکر بذات خود غلط نہیں بلکہ اسکا استعمال درست یا غلط ہوسکتا ہے۔ اسی طرح موجودہ دور میں جدید ایجادات کو بدعات سمجھ کر چھوڑ دینا اور دنیا سے الگ تھلگ ہوکر غاروں میں زندگی گزارنا کوئی لائق تحسین عمل نہیں۔

بجلی، کمپیوٹر، ٹیکنالوجی،، گاڑیاں اور موٹر سائکلیں، جدید میڈیکل سہولیات اور نئی ایجادات بذات خود غلط نہیں ہیں البتہ انکا استعمال غلط یا صحیح ہوسکتا ہے۔

☆.....عام طور پر مجاہدات کے بعد مشاہدات کروائے جاتے ہیں لیکن یہاں فیض ہی اتنا ہے کہ مجاہدات کے بغیر ہی مشاہدات کروادیئے جاتے ہیں۔

☆.....کرامات کی زیادتی مقام و مرتبہ کی دلیل نہیں، جس کو اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں جتنا قرب حاصل ہے اس کا مقام و مرتبہ اتنا ہی بلند ہے

☆.....مذاق ہی مذاق میں نکاح بھی ہوجاتا ہے اور طلاق بھی۔

☆.....جو اللہ و رسول ﷺ کی نظر میں مقبول و منظور (مومن) ہوتا ہے اسے دنیا میں ہی بیماری یا کسی پریشانی میں مبتلا کر کے آخرت میں غلطیوں اور گناہوں کی سزا سے بچالیا جاتا ہے۔ یا درجات بلند کردیئے جاتے ہیں۔

☆.....جو خدا کی راہ میں مال قربان کرتا ہے اسے مقام ولایت ملتا ہے اور جو خدا کی راہ میں عزت قربان کرتا ہے اسے حقیقی عزت مل جاتی ہے اور محبوبیت کا فیض بھی عطا ہوتا ہے۔

☆.....نماز کے دوران اگر وجدانی کیفیت ہو بھی جائے تو اسے کنٹرول کرنا چاہیئے با آواز بلند الفاظ ادا نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ اس طرح انسان شرعاً نماز میں نہیں رہتا۔

☆.....اللہ رب العزت کو عاجزی کے ساتھ تنہائی میں (پوشیدہ) اور با آواز بلند لوگوں کے سامنے (ظاہر میں) بھی دعا مانگنا بہت پسند ہے۔

☆.....کپڑے اتارتے وقت "بسم اللہ" پڑھ لینی چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے شیاطین اور جنات سے پردہ ہوجاتا ہے۔

☆.....مغرب کے بعد ہر شیطانی چیز اور آفات و بلیات کو باہر نکلنے کی اجازت ہو جاتی ہے اسی لئے مغرب کے بعد سنسان، ویران جگہوں اور درختوں وغیرہ کے نیچے سے گزرنے والوں پر جنات کے اثرات بھی ہو جاتے ہیں اسلئے وہاں گزرنے سے پہلے ''اعوذ باللہ'' یا آیت الکرسی ضرور پڑھ لینی چاہیئے۔

☆.....وسواس کا آنا ایمان کی نشانی ہے اور انکو برا سمجھنا ضمیر کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ جس دل میں نیکی اور برائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے وہ دل مردہ ہو جاتا ہے اور اس سے توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔

☆.....حکم ہے کہ اگر کوئی دینی و دنیاوی مسئلہ درپیش ہو تو آستانہ عالیہ پر حاضر ہوں اور صبح اندھیرے چند مرتبہ اللہ کا ذکر کرے حضور ﷺ اور اس آستانے کا وسیلہ پیش کر کے رب العزت کی بارگاہ میں دعا مانگے انشاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اہل سلسلہ پر کرم اور عطائیں

اہل سلسلہ کیلئے بشارت

مجھے اللہ تعالیٰ نے بشارت فرمائی کہ سلسلہ کے جو لوگ نماز اور وظائف پڑھتے ہیں، محافل ذکر میں شرکت کر رہے ہیں ،رزق حرام،، جھوٹ، بہتان بازی اور الزام تراشی سے پرہیز کر رہے ہیں، پیر و مرشد سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور مدینہ شریف کی طرف رخ کر کے صلوٰۃ وسلام بھی پڑھ رہے ہیں وہ ہر عذاب سے محفوظ ہیں اور ہماری رحمت میں ہیں

نماز اور ذکر کا حکم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا!

''اپنے عقیدت مندوں سے کہو کہ نماز اور میری (اللہ کی) یاد سے اپنے دلوں کو آباد رکھیں''۔

یہ فرمان سننے کے بعد نماز و ذکر سے متعلق اشاعت (کتاب و پمفلٹ وغیرہ) کروائی گئی اور محافل ذکر بھی زیادہ تعداد میں قائم کی گئیں۔

کثرت سے محافل ذکر کا حکم

فرمان ہوا

''اے گروہ فقراء! اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ کا ذکر بلند کر دو تا کہ اللہ تم پر اپنے خزانے کھول دے''۔

اس حکم کے بعد جگہ جگہ (اندرون و بیرون ممالک) بہت زیادہ تعداد میں محافل ذکر قائم کی گئیں۔ اتنے قلیل عرصہ میں مالک و مقصود کے کرم سے سلسلہ عالیہ کے زیر اہتمام روزانہ منعقد ہونے والی محافل ذکر کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

صوم وصلوٰۃ کمیٹیاں (سلسلہ عالیہ کے زیر اہتمام)

صوم وصلوٰۃ کمیٹیاں بھی حکم الٰہی سے بنائی گئی ہیں جن کے زیر اہتمام عوام الناس کو شریعت مطہرہ اور نماز و روزہ کی دعوت و تبلیغ کی جاتی ہے۔

بڑے مسائل سے محفوظ رہنے کا روحانی فارمولا

مورخہ 28-04-1997ء خواب میں غیبی ندا سنی، فرمان ہوا

''لوگ رزق حرام کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور ایک دوسرے پر بہتان باندھتے ہیں حتیٰ کہ میرے فقراء (اولیاء اللہ) پر بھی بہتان باندھنے سے باز نہیں آتے، نصیحت قبول نہیں کرتے اس کے بعد مشاہدہ کرایا گیا کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو دوسروں کو نصیحت کرنے والے ہیں اور نماز بھی ادا

کرتے ہیں اور لوگ بھی انہیں بہت نیک خیال کرتے ہیں۔ جھوٹ، بہتان، رزقِ حرام اور اولیاء اللہ کی گستاخی سے پرہیز نہیں کرتے، اسی وجہ سے لوگوں کی اکثریت میرے غضب میں ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر زلزلے، آتشزدگی فتنہ وفساد، آفات وبلیات، لاعلاج امراض اور حادثات تیزی سے عذاب کی صورت میں رونما ہوں گے۔ جانی اور مالی نقصان بھی بہت ہوگا اور یہ واقعات اچانک رونما ہوں گے۔ اس کے بعد میں نے عرض کی کہ اے رب العالمین! بے شک تیری رحمت تیرے غضب پر غالب ہے اور تو حل المشکلات ہے۔ ہماری دستگیری فرما کہ ان عذابوں سے بچا جا سکے اور ہم تیری رحمت میں آ جائیں۔ ندا ہوئی!

''لوگوں کو نصیحت کرو اور اپنے عقیدت مندوں سے بھی کہہ دو کہ جھوٹ، بہتان بازی اور الزام تراشی سے پرہیز کریں، رزق حرام سے اجتناب کرتے رہیں۔ جو ان برائیوں سے توبہ کرے اور میرے محبوب (حضور نبی کریم ﷺ) پر صلوٰۃ والسلام کے نذرانے پیش کرے گا وہ ان تمام عذابوں سے محفوظ ہو جائے گا اور مکمل طور پر میری رحمت میں آ جائے گا۔ عرض کی اے رب العالمین! کس طریقہ سے تیرے محبوب پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا جائے؟ الہام فرمایا گیا

''باوضو کھڑے ہو کر مدینہ شریف کی طرف رخ کر کے (پاکستان میں خانہ کعبہ سے قدرے دائیں طرف) کسی بھی وقت قدرے بلند آواز سے اس طرح نذرانے پیش کریں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ (۲۰ مرتبہ) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ (۲۰ مرتبہ)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ (۲۰ مرتبہ)

(کوئی اور درود شریف بھی پڑھ سکتے ہیں۔ نماز کی پابندی رکھیں)۔

جو یہ نصیحت قبول کرے گا اور مندرجہ بالا طریقہ سے صلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کرتا رہے گا وہ شخص لاعلاج امراض، فتنہ فساد، آفات وبلیات اور حادثات سے محفوظ رہے گا۔ اور مکمل طور پر

اللہ جل شانہ کی رحمت میں آجائے گا اور اس جگہ پر (جہاں صلوٰۃ والسلام پڑھا جاتا رہے گا) زلزلہ اور آتشزدگی کے واقعات نہیں ہوں گے اور وہ جگہ بھی عذاب سے محفوظ ہو جائے گی۔

اس فرمان کے بعد اہل سلسلہ نے طریقہ کے مطابق یہ عمل شروع کیا، کچھ عرصہ بعد ایک درویش کا (کچھ وجوہات کی بنا پر) روحانی معاملہ خراب ہو گیا اور باوجود توبہ واستغفار اور ذکر، فکر، مراقبہ وغیرہ کے کیفیات درست نہ ہوتی تھیں۔ اس نے مجھ سے دعا کے لئے عرض کی اور میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ فرمان ہوا! جن لوگوں کے روحانی معاملے خراب ہو جاتے ہیں یا دیگر بڑے مسائل پیش آتے ہیں انہیں چاہیئے کہ میرے محبوب ﷺ کو رؤف الرحیم اور رحمۃ اللعالمین کے القابات سے بھی پکارا کریں۔ اس کے بعد سلسلہ والوں نے مندرجہ ذیل ترتیب سے صلوٰۃ والسلام پڑھنا شروع کیا

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ (۲۰ مرتبہ) الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ (۲۰ مرتبہ)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ (۲۰ مرتبہ) الصلوٰۃ والسلام علیک یا رؤف الرحیم (۲۰ مرتبہ)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ اللعالمین (۲۰ مرتبہ)

سنتوں پر عمل

ایک مرتبہ میں نے خواب میں آقائے کل حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کے اس سلسلہ "صدیقیہ، نقشبندیہ، چادریہ، لاثانیہ" میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مختلف قسم کے معاشی و معاشرتی مسائل کا شکار ہیں اور کئی لوگوں کے تو ذاتی مکان تک نہیں ہیں ان پر خصوصی نظر کرم فرمائیں۔

میرے آقا، مختارِ کل عالم ﷺ نے دستگیری فرمائی اور ارشاد فرمایا!

''تمہارا کوئی بھی مرید یا تم سے محبت رکھنے والا میری محبت میں کم از کم صرف تین سنتیں بھی باقاعدگی سے اپنا لے گا تو میں اس کا خود دستگیر ہوں۔ اگر اس کا مکان نہیں تو میں اسے مکان عطا کروں گا اور کوئی بھی ایسی مشکل جس کو کوئی نہ حل کر سکتا ہو اسکی بھی میں خود ہی دستگیری کروں گا''۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم سب حضور ﷺ کے اس کرم عظیم اور دستگیری سے مستفید ہوں اور شکرانے کے طور پر زیادہ سے زیادہ سنتوں پر عمل کریں۔

تبلیغ دین پسندیدہ عمل

باطنی طور پر اشارہ ہوا!

''دنیا میں اللہ و رسول ﷺ کا بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو لوگوں کی ہدایت (تبلیغ دین) کیلئے پسند فرمائے اور اسکے ذریعہ سے لوگوں کو علم و حکمت اور ہدایت نصیب ہو''۔

ایک مرتبہ فرمان ہوا!

''ہم نے تمہیں اور تمہارے سلسلہ والوں کو لوگوں کی ہدایت کیلئے پسند فرمایا (الحمدللہ)''

یعنی اللہ و رسول کے پسندیدہ کاموں کی طرف لوگوں کو راغب کرنے سے اللہ و رسول ﷺ کی رضا حاصل ہوتی ہے، انعامات میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ بہترین صدقہ جاریہ بھی ہے۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کی وجہ سے باطنی انعامات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ زندگی کی مصروفیات میں سے دین کیلئے بھی وقت نکالنا چاہیئے اور لوگوں کو اللہ و رسول ﷺ کی طرف راغب کرنا چاہیئے۔ لوگوں کے سامنے کرم و عطا کی بات زیادہ کریں تا کہ انکا ذوق و شوق بڑھے اور انکے دلوں میں بھی اللہ و رسول ﷺ کی محبت پیدا ہو۔ اور جو اپنے اہل خانہ، ہمسایوں و عزیز و اقارب کو دین کی طرف نہیں بلاتا اسکی بھی پکڑ ہوگی۔

سالگرہ کے دن محفل ذکر

ایک مرتبہ فرمان الٰہی ہوا کہ

" آج کل لوگوں میں سالگرہ کے موقع پر لہولعب اور ناچ گانے کا رواج بہت بڑھ گیا ہے جو غلط طریقہ ہے اور ہمیں یہ پسند نہیں۔ تم اسکی مخالفت میں اس دن (سالگرہ کے دن) اللہ کے ذکر کی محفل کا انعقاد کرو۔ یہ بات دوسروں کو بھی بتا دو تا کہ وہ بھی یہ طریقہ اپنائیں، سابقہ گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے دعائیں کریں پھر ہر چیز کا فائدہ ہوگا"۔ عام طور پر اس قسم کی تقریبات میں وقت اور پیسے کا ضیاع ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا گیا اس کے برعکس ذکر الٰہی کی محافل دین و دنیا میں باعث خیر و برکت ہیں اس لئے اس کا حکم فرمایا گیا۔

بیعت پر اظہارِ شکر

ایک مرتبہ آستانہ پر ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ "مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا کہ آپ (مسعود احمد صدیقی) بھی حضور ﷺ کے قریب موجود ہیں آپ ﷺ نے آپکی طرف اشارہ کر کے فرمایا!

"لاثانی سرکار کے آستانہ پر حاضری دو اور ان سے نسبت (بیعت) اختیار کرو"۔

میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اور بیعت ہو کر چلا گیا اسکے بعد مجھے دوبارہ آپ سرکار ﷺ کی زیارت ہوئی پھر میں نے آپ کو انکے قریب بیٹھے دیکھا مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کے فرمان کے مطابق میں نے بیعت کر لی اب میرے لئے کیا حکم ہے کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا!

''دو نفل شکرانہ ادا کرو اور دوسروں کو بھی بتاؤ''

مجھے اس کی بات سن کر بہت خوشی ہوئی اور میں نے شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ صرف اور صرف میرے آقا ﷺ کی نظر کرم اور محبت ہے کہ لوگوں کو اس در پر بھیج رہے ہیں اور یہ بھی کہ بیعت حضور ﷺ کا پسندیدہ عمل ہے اور اس پر اظہار شکر واجب ہے۔

چائے کا لنگر

آستانہ عالیہ لاثانیہ پر چائے کا لنگر بھی اللہ کے حکم سے ہی شروع کیا گیا اس میں روحانی و جسمانی دونوں طرح کا فیض ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

رنگ دار عمامہ اور بیش قیمت لباس کی وجہ

میں رنگدار عمامہ، جوتا اور کبھی کبھار جُبہ بھی استعمال کر لیتا ہوں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رنگ دار چیزیں فیشن کے طور پر استعمال کرتا ہوں حالانکہ ان کا استعمال میں نے اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں بلکہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم سے شروع کیا ہے۔ آج سے کئی سال قبل میرے مالک و معبود اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

''تم سرخ، سبز، سیاہ، سفید، سنہری (گولڈن) اور جو گیا رنگ پہنا کرو''

پھر چند سال بعد اللہ جل شانہ نے دوبارہ کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اپنے پرانے کپڑے اور جوتے استعمال نہ کیا کرو یہ تقسیم کر دیا کرو، ہم چاہتے ہیں کہ تمہارا لباس، جوتا، رہائش کی جگہ اور دیگر استعمال کی چیزیں (برتن، بستر وغیرہ) بہت اچھے (بیش قیمت) ہوں''۔

میں اکثر اپنے پرانے کپڑے اور جوتے پھٹ جانے کے بعد سلائی کروا کر پہن لیا کرتا تھا۔ اس لئے یہ فرمان سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ کیا میں دوسروں کو نئی چیز کی بجائے پرانی چیز (کپڑے، جوتے وغیرہ) دوں ؟ میرے مالک و معبود نے میرے دل کی بات جان کر دوبارہ ارشاد فرمایا! ''انہیں ان درویشوں اور سالکین کو دیدیا کرو جنکا ظاہری و باطنی معاملہ بڑھانا مقصود ہو یہ ظاہری و باطنی عطائیں ہیں اور اسمیں ان کے لئے بہت سے روحانی و باطنی فوائد بھی ہوتے ہیں''

اس کے بعد مجھے دو تین دن میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی زیارت سے نوازا تو میں نے دیکھا کہ آپ سرکار ﷺ نے رنگدار (سبز، سفید، سیاہ اور جو گیا رنگ) عمامہ شریف پہنا ہوا ہے۔

اس کے چند دن بعد ہی میرے آقا ﷺ نے اپنی زیارت بابرکت سے نوازا تو میں نے دیکھا کہ آپ سرکار ﷺ نے یہی (رنگدار) عمامہ شریف پہنا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے اس غلام پر انتہائی کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''تم بھی انہیں رنگوں کا عمامہ پہنا کرو، اسمیں بڑی حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ بڑے مشائخ عظام جب دیکھیں گے تو خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام سلاسل کی منظوری اور فیض کی علامت (نشانی) ہے'' (یہ عمامہ شریف تمام سلاسل کے رنگوں کا مجموعہ ہے)۔

اس کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ، حضرت سیدنا ابراہیمؑ نے عالم رویاء میں اپنی زیارت کا شرف بخشا تو میں نے دیکھا کہ میرے آقا حضور ﷺ نے رنگدار عمامہ شریف ہی پہنا ہوا ہے۔ اس کے چند لمحوں بعد ہی امام المتقین حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ بھی تشریف لے آئے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپؓ نے بھی انہیں رنگوں کا عمامہ شریف پہنا ہوا تھا

ٹوٹے ہوئے برتنوں کا استعمال

ایک مرتبہ اللہ رب العزت کا فرمان ہوا!

''ٹوٹے ہوئے برتن (کپ، پیالیاں، پلیٹیں اور ڈونگے وغیرہ جن کے کنارے ٹوٹے ہوئے ہوں) استعمال نہ کئے جائیں۔ میں نے رہائش گاہ اور لنگر خانے میں بھی سب کو یہ خواب سنا دیا۔ اس کے چند ماہ بعد دوبارہ فرمان ہوا۔

''آستانہ پر ٹوٹے ہوئے برتن استعمال ہو رہے ہیں''

اس کے بعد میں نے خود جا کر برتن چیک کئے تو دیکھا کہ لنگر خانے میں کچھ برتن ایسے رکھے ہوئے ہیں جنکے کنارے تو ٹوٹے ہوئے نہیں لیکن وہ کچھ تڑکے (Damage) ہوئے ہیں۔ ان میں لائنیں آئی ہوئی تھیں، خادمین نے بتایا کہ یہ ہم نے اس لئے رکھ لئے کہ انہیں خشک چیزوں (چینی، آٹا وغیرہ) کیلئے استعمال کر لیا کریں گے۔ میں نے وہ برتن بھی اپنے سامنے ضائع کروا دیے۔

میں اللہ رب العزت کا نہایت شکر گزار ہوں کہ جس نے قدم قدم پر میری دستگیری اور راہنمائی فرمائی۔ کل رات جب کتاب کی کمپوزنگ ہو چکی تھی اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ''تین چار روحانی نکات ایسے ہیں جو ہم نے تمہیں سمجھائے (واضح کئے) لیکن وہ کتاب میں لکھنے سے رہ گئے ہیں'' پھر مذکورہ بالا فرمان مبارک بھی لکھنے کا حکم فرمایا بعد ازاں اسے بھی کتاب میں شامل کر لیا گیا۔

سوالات اور انکے جوابات

سوال:۔ تصوف کیا ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ و رسولؐ کے راستے پر عاجزانہ، مخلصانہ اور ادب سے بھر پور محبت سے چلنے کا نام ہی ''تصوف'' ہے اور ایسا طالب حق جو صراط المستقیم پر چلنے اور اللہ و رسول ﷺ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ادب سے بھر پور محبت لئے عاجزانہ اور مخلصانہ انداز میں تصوف کے راستے پر گامزن ہو ''صوفی'' کہلاتا ہے۔ صوفی وہ سالک ہوتا ہے جسے اس کے شیخ کامل یا اکمل صوفی بنادیں۔

سوال:۔ قرب و وصل'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ ''قرب'' ذات کے قریب ہونے کو کہتے ہیں۔

☆.....مقام فنافی اللہ کے درویش پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب اسے رب کی تجلی ہوتی ہے اور وہ اس میں گم ہو جاتا ہے یہ کیفیت چند لمحے یا کئی دن بھی رہتی ہے، یہ وصل کی کیفیت ہوتی ہے بندہ رب نہیں بن جاتا

سوال:۔ القاء، الہام اور کشف کیا ہوتے ہیں؟

☆ جب رب کی طرف سے نزول ہو اور زبان سے خود بخود بات نکلے تو یہ ''الہام'' ہوتا ہے۔

☆ جب دل کسی چیز کی گواہی دے، دل میں بار بار خیال آئے اور وہ خیال پختہ ہو جائے تو اسے ''القاء'' کہتے ہیں کسی پوشیدہ چیز یا بات کے متعلق جاننا ''کشف'' کہلاتا ہے۔'' مثلاً کشف القبور (قبروں میں جو کچھ ہو رہا ہے اسکے متعلق جاننا یعنی مردوں کے حالت معلوم کرنا) کشف القلوب (دلوں کی

تیں جان لینا) وغیرہ کشف دو طرح کا ہوتا ہے۔ کبھی تو معاملہ (بات یا چیز) خود بخود ہی بہت صاف اور واضح نظر آجاتی ہے اور کبھی کسی معاملہ سے متعلق صرف اشارہ ہی ہوتا ہے اور خود ہی اسکا مفہوم اخذ کرنا (سمجھنا) پڑتا ہے۔ کشف حاصل کرنے کے دو طریقے (ذرائع) ہیں

☆.....ایک طریقہ وہ ہے جس میں کچھ کلمات کا وظیفہ کر کے کسی کام کے متعلق معلوم کیا جاتا ہے۔

☆.....کشف حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ (ذریعہ) وہ ہے جو روحانی تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔

اگر کسی درویش کے سو (100) مقامات ہیں تو اسے سترہویں مقام پر ہی ''کشف'' عطا کر دیا جاتا ہے۔

سوال:۔ ''معرفت الٰہی کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:۔ ''معرفت سے مراد ایسی عبادت ہے جس میں خیالات اور وسوسے نہ آئیں اور بندہ اپنے مالک و معبود کی بارگاہ میں دل سے حاضر ہو یعنی عشق و محبت کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی کو یاد جاری رہے اور اسکے تصور میں گم رہے۔''

عام طور پر تو یہی خیال کیا جاتا ہے کہ جو ظاہر میں عبادت (نفلی عبادات)، ریاضت زیادہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے اگر یہ درست ہوتا تو وہ لوگ جو ظاہر میں عبادت ریاضت زیادہ کرتے ہیں (درسِ قرآن اور اذانیں دے رہے ہیں، پنجگانہ نماز کے پابند اور تہجد گزار بھی ہیں) انکے پاس وہ فیض کیوں نہیں جو اللہ کے ایک فقیر کے پاس ہوتا ہے اور اتنے سالکین اور سلاسل کے لوگ آخر کیوں فقراء کے در پر جاتے ہیں؟ بلکہ مشائخ زمانہ بھی فقرا کے در پر حاضری دیتے ہیں کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ (ظاہری عبادت گزار) بھی معرفت الٰہی حاصل کرنے کیلئے فقراء کے پاس ہی جاتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کہ

اگر ظاہری علوم و عبادات سے ہی سب کچھ مل جاتا تو عالم یکتائے زمانہ مولانا رومؒ

کبھی بھی ایک درویش اور فقیر (حضرت شمس تبریزؒ) کے در کی گدائی اختیار نہ کرتے اور ہرگز یہ ارشاد نہ فرماتے

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزؒ نہ شد

سوال:۔ ''باطنی دیدار'' سے کیا مراد ہے اور یہ کس وقت ہوتا ہے؟

جواب: ''باطنی دیدار سے مراد ان خاص انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں پر ہر وقت اسکے قرب خاص میں رہنے کیوجہ سے ہوتی ہیں''۔

مرشد اکمل (محبوب سبحانی) کے ظاہری دیدار (زیارت) سے تو گناہ معاف ہوتے ہیں لیکن جسے باطنی دیدار حاصل ہو جائے اس کی نوعیت کو پھر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ جسے ایک دفعہ بھی باطنی دیدار ہو جائے پھر وہ چاہے کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس پر دوزخ حرام ہو کر جنت واجب ہو جاتی ہے کیونکہ باطنی دیدار کے ذریعے وہ حقیقت میں رب کی تجلی دیکھ لیتا ہے۔ مرشد کا باطنی دیدار حقیقت میں حضور ﷺ کا دیدار اور حضور ﷺ کا باطنی دیدار حقیقت میں اللہ ہی کا دیدار ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ نے بھی اپنے اس شعر میں اسی دیدار کے متعلق اشارہ فرمایا ہے۔

مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

جو لوگ اس کا مطلب ظاہری دیدار سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اس سے مراد ''باطنی دیدار'' ہی ہے۔ جسے آپؒ نے لاکھوں کروڑوں حجوں کے برابر قرار دیا ہے۔ باطنی دیدار اس وقت ہوتا ہے جب مرشد باطن میں محسوس کرے اور سالک کو یہ کہہ بھی دے کہ تو میرا ہے اور تیری بات میری ہی بات ہے۔

☆ حضور میاں صاحب چادر والی سرکارؒ سے بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد کی بات ہے کہ میں ایک دن کتاب ''مشائخ نقشبند'' کا مطالعہ کر رہا تھا جس میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ جب کسی فقیر کو

مقام ولایت سے سرفراز فرماتا ہے تو ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جب اس بندے پر ہر وقت انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے اور کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جب یہ انوار اس بندے سے دور ہوں میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ انوار کی بارش میرے مرشد حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ مجھے بھی دکھا دیں یہی شوق اور امید دل میں لئے ملتان شریف روانہ ہوا اور راستے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! جس طرح تو نے اپنے خاص بندے سے ملوایا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین راتوں تک حکم ہونے اور نام و ایڈریس بتائے جانے کے بعد بیعت ہوا تھا) اور اپنے فضل و کرم سے مشاہدات سے نوازا اسی طرح آج میں تیرے محبوب پر ہونے والی انوارات کی بارش بھی دیکھنا چاہتا ہوں، اپنے محبوبوں کے صدقہ میں ایسا کرم فرما کہ آج میرے مرشد میری آنکھوں سے حجابات دور فرما کر اپنا دیدار خاص عنایت فرما دیں۔ آستانہ عالیہ حاضر ہوا تو حضور میاں صاحب چادر والی سرکارؒ نے حال احوال دریافت کرنے کے بعد فرمایا!

''بابو جی! ٹکڑا کھالو جی'' (کھانا کھالو جی) مجھے بھوک نہیں تھی دل و نگاہ تو بس دید کی پیاسی تھی۔ خیر مرشد کا حکم تھا اس لئے تبرک کھایا اور بیٹھ گیا لوگ بھی عقیدت و محبت سے بیٹھے آپکے ارشادات مبارکہ سن رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں عرض کرتا رہا پھر میری سنی گئی، دریائے رحمت جوش میں آیا اچانک میرے مرشدؒ نے میری طرف دیکھا۔ میں تو پہلے ہی مشاہدہ (باطنی دیدار) کے انتظار میں تھا۔ میرے آقاؐ نے رخ انور سے اپنی چادر مبارک کو اٹھایا اور ادھر میری آنکھوں سے بھی حجابات دور کر دیئے میرے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ ہم نے ایسی توجہ فرمائی ہے کہ کوئی دوسرا ہماری اس تجلی کو نہ دیکھ سکے گا۔ مسکرا کر فرمایا! ''ہمارا دیدار کرلو''۔

اس کے ساتھ ہی میں نے آپکا چہرہ مبارک نور سے روشن دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپکا چہرہ انور پہلے سبز نور سے منور ہوا، پھر، بھورا، خاکی، سرخ، سبز، نسواری، اور دیگر بہت سے رنگوں کے نور میں نے آپکے چہرہ مبارک پر دیکھے، میں خوشی سے جھومنے لگا اور بے اختیار زبان پر سبحان اللہ! سبحان اللہ

جاری ہوگیا۔ میں آپکے دیدار میں غرق مختلف انوار کا مشاہدہ کرتا رہا اور اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتا رہا، جب میں نے زیارت کرلی تو آپؒ نے دوبارہ چہرہ مبارک کو چادر میں چھپالیا۔

☆ درویش پر جس نور کا غلبہ ہوتا ہے اسکے اثرات ظاہراً بھی اسکے جسم پر نظر آتے ہیں اسکے بعد بھی میں نے اپنے پیرومرشد قبلہ حضور میاں صاحب چادر والی سرکارؒ کا کئی بار مشاہدہ کیا کہ انکا رنگ، کبھی بالکل سفید، کبھی سرخی مائل، کبھی نیلا اور کبھی بالکل پیلا ہوتا گویا خون ہی نہیں۔

سوال: کیا قدم بوسی جائز ہے؟

جواب: دست بوسی وقدم بوسی جائز ہے یہ صحابہ کرامؓ اور اولیاء کاملین کی تقلید ہے۔ یہ تو اللہ کے برگزیدہ بندوں کے سامنے عاجزی وانکساری کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ دست بوسی وقدم بوسی تو فرطِ محبت کی ساتھ اللہ کے ولیوں کے ہاتھ، پاؤں کو اس نیت کیساتھ چومنے کو کہتے ہیں کہ اللہ کے یہ برگزیدہ بندے مقام قرب میں رہتے ہیں ان پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت ہوتی ہے انکے قدموں کے صدقہ میں اللہ ہمیں بھی نواز دے۔ یہ تو اللہ کے برگزیدہ بندوں کے سامنے عاجزی وانکساری کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

سوال: قدم بوسی اور سجدہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ قدم بوسی بھی ''سجدہ'' ہی کی ایک شکل ہے اور مجھ سے بھی اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں۔ میں انہیں بتاتا ہوں کہ سجدہ اور قدم بوسی ایکدوسرے سے قطعاً مختلف اعمال ہیں۔ ان میں اعمال کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا فرق تو نیتوں کا ہے۔ کیونکہ سجدہ کیلئے ''سجدہ کی تمام شرائط یا لوازمات'' کیساتھ ساتھ ''سجدہ کی نیت'' کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ راہِ سلوک کے دوران کا واقعہ ہے کہ

☆ ایک مرتبہ میرے ایک پیر بھائی نے دوسرے مریدین کی دیکھا دیکھی حضور سیدنا چادر والی سرکارؒ کی قدم بوسی کرنے کی کوشش کی لیکن دلی طور پر مطمئن نہیں تھا اور مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں میرا یہ عمل گناہ تو نہیں، کہیں یہ سجدہ اور شرک تو نہیں ہو جائے گا یہی سوچ لئے جب وہ قدم بوسی کیلئے آپ سرکارؒ کے قدموں مبارک کی طرف جھکا تو آپ نے اسی وقت پرے دھکیل دیا اور قدم مبارک بھی پیچھے کر لئے پھر جلال میں فرمایا! ''سجدہ حرام ہے، سجدہ حرام ہے''۔آپ سرکارؒ اس وقت آستانہ عالیہ چادریہ (کوٹھی مکی مدنی، ملتان شریف) پر چھوٹے کمرے میں تشریف فرما تھے اور عقیدتمند و مریدین باہر برآمدہ میں بیٹھے تھے، دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے سب نے یہ منظر دیکھا اور کہنے لگے ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ سرکارؒ قدم بوسی نہیں کرنے دیتے اور منع فرماتے ہیں اب تو سب نے دیکھ لیا۔(تصدیق ہوگئی) پھر کچھ ہی دیر بعد میں سب کے سامنے اندر گیا اور آپ سرکارؒ کے قدموں مبارک کو محبت سے بوسہ دیا آپ نے مجھے بالکل منع نہیں کیا بلکہ فرمایا!

''قدم بوسی جائز ہے، قدم بوسی جائز ہے''۔

جتنے لوگ بھی وہاں موجود تھے سب ہی نے یہ منظر بھی دیکھا اور حیرانگی سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگے بڑی عجیب بات ہے کہ سرکارؒ نے تمہیں منع نہیں فرمایا۔میں نے ان سے کہا کہ ضرور اس (مرید) کے ذہن میں کوئی بات ہوگی جس کی وجہ سے سرکار نے منع فرمایا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال بظاہر ایک جیسے بھی نظر آئیں تو نیتوں کے فرق سے یکسر مختلف ہو جاتے ہیں۔اگر قدم بوسی کو سجدہ کہا جاتا تو حضرت سیدنا غوث الاعظم سرکارؒ نے جب یہ ارشاد فرمایا! ''میرا قدم تمام اولیاء کے کندھوں پر ہے''

تو اسکے جواب میں حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہرگز یہ نہ فرماتے ''آپکا قدم میرے سر آنکھوں پر'' (قدم بوسی کی بھی یہی شکل ہے) حضور سیدنا چادر والی سرکارؒ والے واقعہ سے اس بات کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ اعمال کا دارمدار نیتوں پر ہے اور اگر کوئی شخص اس وجہ (نیت) سے بزرگوں کی قدم بوسی نہیں کرتا کہ وہ اسے سجدہ سمجھتا ہے (اگرچہ کہ یہ سجدہ نہیں ہے) تو بھی اس کی نیت کی وجہ سے قدم بوسی نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

باب ہفتم

وظائف ونسخہ جات

جسمانی و روحانی رکاوٹیں دور کرنے اور مالی فوائد کے حصول کیلئے

☆..... وظیفہ:۔ ''سورہ فاتحہ بمع بسم اللہ''

کسی بھی قسم کی دینی و دنیاوی اور روحانی رکاوٹیں درپیش ہوں یا مالی فوائد کی خواہش ہو تو ہر نماز (نمازِ پنجگانہ) میں فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے کسی سے بات کیے بغیر سات مرتبہ یہ وظیفہ پڑھیں، یہ عمل دو مرتبہ کریں۔ یہ وظیفہ اکتالیس دن تک پڑھیں، ناغہ کے دن بعد میں پورے کر لیں۔

جادو وغیرہ اور اثرات بد کے لئے

☆..... وظیفہ:۔ ''سورۃ الناس، سورۃ الفلق، سورۃ اخلاص، سورہ الکافرون''

جادو وغیرہ کے اثرات ہوں، نظر لگی ہو، بچے نافرمان ہوں یا کسی کو ڈر لگتا ہو تو یہ وظیفہ (چاروں قل شریف اسی ترتیب کے ساتھ) تین، تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور پانی پر بھی دم کر کے بھی پلا دیں۔ انشاءاللہ شفاء ہوگی

استخارہ کا طریقہ (کسی بات کو معلوم کرنے کیلئے)

☆..... وظیفہ:۔ کتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو اور استخارہ کرنا چاہیں تو نماز عشاء کے بعد یہ وظیفہ (اکتالیس مرتبہ، سورہ فاتحہ اول و آخر درود شریف کے ساتھ) پڑھیں اور بغیر کسی سے بات کئے مسئلہ عرض کر کے سو جائیں۔ یہ عمل ایک، تین، پانچ یا سات دن تک کریں یعنی جب تک مسئلہ حل نہ ہو یہ عمل کرتے رہیں انشاءاللہ جس مقصد کیلئے بھی استخارہ کیا ہوگا وہ نظر آ جائے گا۔

استخارہ کا دوسرا طریقہ

☆.....وظیفہ:۔ **سبحانک لا علملنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم**

(ترجمہ: اے اللہ بے شک تو پاک ہے! ہم نہیں جانتے سوائے اس کے جتنا تو نے ہمیں علم دیا، بے شک تو جاننے والا اور حکمت والا ہے)

یہ دعا بھی استخارہ کیلئے پڑھی جاسکتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے اس وظیفہ کی ایک تسبیح پڑھیں۔ اور کسی سے بات کئے بغیر مسئلہ عرض کر کے سو جائیں۔ یہ عمل بھی ایک، تین، پانچ یا سات دن تک کریں یعنی جب تک مسئلہ حل نہ ہو یہ عمل کرتے رہیں انشاءاللہ جس مقصد کیلئے بھی استخارہ کیا ہوگا وہ نظر آ جائے گا

ختم خواجگان

ایسا مسئلہ جو کسی طرح بھی حل نہ ہوتا ہو تو اسکے لیے مسئلہ کی نیت کر کے سات مرتبہ ختم خواجگان پڑھوائیں (بااجازت شخص سے) اور مشائخ نقشبندیہ کا وسیلہ پیش کر کے دعا مانگیں تو انشاءاللہ مشکل حل ہو جائے گی کیونکہ یہ (مشائخ عظام) اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ جب اللہ کی بارگاہ میں بار بار انکا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے اور انکا تصور رکھ کر دعا مانگی جاتی ہے تو اللہ جل شانہ قبول فرما لیتے ہیں۔ جب مسئلہ حل ہو جائے تو بعد میں شکرانے میں بھی ایک محفل ضرور کروائیں۔

نوٹ:۔ ختم خواجگان کا مفصل طریقہ ''نوری کرنیں (کتاب) میں لکھا ہوا ہے یہ کتاب مختلف شہروں میں اہل سلسلہ اور بک سٹالوں کے علاوہ آستانہ عالیہ 39/4 غلام رسول نگر فیصل آباد سے براہ راست بھی منگوائی جاسکتی ہے۔

صدقہ ہر قسم کی آفات و بلیات کو ٹالتا ہے

☆.....صدقہ اللہ کے غضب کو دور کرتا ہے۔ وقتاً فوقتاً صدقہ دیتے رہنا چاہیئے خواہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو

☆.....عزیز و اقارب یا دوست احباب وغیرہ (مردہ یا زندہ) کی طرف سے بھی صدقہ جاریہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ کسی عذاب میں بھی مبتلا ہوں تو اس صدقہ کی وجہ سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔

☆.....اگر کبھی کوئی ایسی روحانی اطلاع (خواب وغیرہ) آئے جس میں آئندہ آنے والی مشکلات و مصائب یا عقیدہ خراب ہونے کی اطلاع ہو تو خواب دیکھنے والے کو چاہیئے کہ فوراً ہی یا تو خود صدقہ دے دے یا جس کے متعلق خواب آیا ہو اسے مطلع کر دے تا کہ وہ صدقہ دیکر مصیبت سے بچ جائے۔ اور صدقہ دینے میں ہمیشہ جلدی کرے۔

☆.....اگر کبھی خواب میں بلائیں، بھینس، کتے، بلیاں وغیرہ حملہ کرتی نظر آئیں تو نیند سے بیدار ہوتے ہی کچھ پیسے جسم سے لگا کر صدقہ نکال دینا چاہیئے۔ اور گوشت وغیرہ منگوا کر بھی صدقہ دے دینا چاہیئے۔ تا کہ آنے والی بلا اور مصیبت سے نجات مل جائے۔

☆.....خواب میں بلائیں، بھینس اور کتے، بلیاں وغیرہ دیکھنا کوئی دنیاوی مصیبت بھی ہو سکتی ہے اور شیطانی حملہ بھی اگر کوئی دنیاوی مصیبت ہے تو مالی یا جانی نقصان کا خدشہ ہے اس لئے فوراً ہی صدقہ کریں لیکن اگر یہ کوئی شیطانی حملہ کی اطلاع ہو جسکی وجہ سے غلط وسوسے آئیں اور عقیدہ خراب ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت حال میں صدقہ ضرور دیں اسکے ساتھ ہی تصورِ شیخ کے ساتھ ذکر خفی (سانس کا ذکر بھی) ضرور کریں۔ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے ذکر خفی کرنے سے شیطان کا وار نہیں چلتا

☆.....گوشت صدقہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کریں۔ ایک حصہ

چیل کوؤں کو، دوسرا حصہ کتے بلیوں کو ڈال دیں اور تیسرا حصہ کسی غریب کو دے دیں۔

☆.....اگر مصیبت (موت یا حادثہ وغیرہ) بہت بڑی ہے اور انسان صاحب توفیق بھی ہے تو کسی جانور (بکرا وغیرہ) کی قربانی کر کے صدقہ کر دینا چاہیئے۔ صدقہ کا گوشت غریبوں کو پکا کر بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

☆.....اور اگر صاحب توفیق نہیں ہے تو کسی جانور کی سری وغیرہ بھی صدقہ کر سکتا ہے یا گوشت بھی مندرجہ بالا طریقے سے (تین حصے کر کے) صدقہ دیا جاسکتا ہے۔

☆..... صدقہ دینے کے بعد روحانی طور پر عرض کریں اگر صحیح اطلاع (خواب وغیرہ) آئے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر صدقہ دیں اور پھر عرض کریں اور جب تک صحیح اطلاع نہ آجائے کچھ نہ کچھ صدقہ دیتے رہیں۔

☆.... پرندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور دعائیں بھی دیتے ہیں انکی دعاؤں کیوجہ سے اللہ مصیبت دور کر دیتا ہے۔ کسی بھی مصیبت اور پریشانی میں گرفتار ہوں تو چرند، پرند (چڑیاں، کبوتر وغیرہ) کو دانہ (گندم، چاول، باجرہ، وغیرہ) اور پانی دیں (چھت یا دیوار پر رکھ دیں)۔ انشاءاللہ مصیبت و پریشانی سے رہائی ہو جائے گی۔

☆.....قیدی پرندوں کو خرید کر آزاد کرنا بھی صدقہ ہے۔ ایسا کرنے سے بہت سی پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے۔

☆.....بلیوں کو دودھ وغیرہ پلا دینا چاہیئے یہ بھی صدقہ ہے اور بلیوں کو کبھی بھی مارنا نہ چاہیئے ہاں ہلکا پھلکا ڈانٹنے یا بھگانے میں کوئی حرج نہیں۔ محض بلیوں کو مارنے کیوجہ سے بہت بڑی بڑی آفات و بلیات نازل ہو جاتی ہیں

انبیاء کرامؑ کے عطا کردہ نسخہ جات

پٹھوں کا کھچاؤ دور کرنے اور کولیسٹرول کم کرنے کیلیئے نسخہ
(منجانب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ)

مجھے دل کا دورہ پڑنے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ میرے پٹھوں میں بہت زیادہ کھچاؤ محسوس ہوا۔ دو تین دن تک دوائی بھی کھائی لیکن آرام نہ آیا۔ میں نے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں عرض کی۔ میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اس غلام کی دستگیری فرمائی رات کو آپ سرکارؐ عالم رویاء میں میرے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا!

''تمھاری بیماری کا یہی علاج ہے کہ فوراً صدقہ دو اور پورے جسم کا مساج کراؤ میرے آقا نے اپنے اس غلام پر نہایت کرم فرماتے ہوئے مساج کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا اسوقت مجھے میرے جسم کا اندرونی حصہ دکھایا گیا میں نے دیکھا کہ کچھ رگیں (اعصاب) پھولی ہوئی ہیں (یہ وہ جگہ تھی جہاں مجھے تکلیف محسوس ہو رہی تھی) آپ سرکارؐ نے انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (طریقہ فرمایا) اعصاب (پٹھوں) پر ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے سے تیزی سے مساج (مالش) کی جائے تو پٹھوں کا کھچاؤ بھی دور ہوگا اور خون میں کولیسٹرول بھی کم ہو جائے گا''۔

اسکے بعد اللہ رب العزت نے بھی دستگیری فرماتے ہوئے دو تین مرتبہ اسی قسم کے علاج کا اشارہ فرمایا۔

دل کے مریضوں کیلئے بہترین ناشتہ

(منجانب حضرت محمد ﷺ)

دل کے دورہ کی وجہ سے صبح وشام دوائی کھاتا تھا۔ دوائی کھانے سے پہلے کچھ کھانا وغیرہ کھانا بھی ضروری تھا ایک دن جبکہ صبح کا وقت تھا، میری طبیعت کچھ خراب تھی (معدہ خراب تھا اس وجہ سے طبیعت میں بوجھل پن محسوس ہو رہا تھا) اور کچھ کھانے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں بستر پر آ کر لیٹ گیا اور اللہ رسول ﷺ کی بارگاہ میں باطنی طور پر عرض کی تھوڑی دیر بعد جب کچھ غنودگی طاری ہوئی تو عالم رویاء میں دیکھا کہ میرے آقا حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا! ''بغیر زردی کا انڈہ (صرف سفیدی) کالی مرچ اور نمک ملا کر فرائی کر کے (آملیٹ بنا کر) ڈبل روٹی (سلائس) کے ساتھ ناشتے میں کھاؤ''۔

مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میرے آقا ﷺ نے مجھ پر کرم فرمایا میں نے اسی نے وقت (اٹھتے ہی) یہ ناشتہ کیا تو میری طبیعت بالکل ٹھیک ہوگئی اس وقت سے میں اکثر (جب بھی طبیعت میں بھاری پن محسوس ہو) یہی ناشتہ کرتا ہوں۔ بعد میں ڈاکٹروں سے بات ہوئی تو انہوں نے بھی بتایا کہ یہ دل کے مریضوں کیلئے بہترین ناشتہ ہے۔

پٹھوں کے کھچاؤ کیلئے نسخہ

(منجانب: حضرت سیدنا موسیٰؑ)

ایک مرتبہ دوران ذکر کافی دیر تک وجدانی کیفیت رہی، بعد میں پنکھے کے نیچے بیٹھ گیا اور تیز ٹھنڈا پانی بھی پی لیا جس کی وجہ سے پٹھوں میں کھچاؤ پیدا ہو گیا اور تکلیف بڑھ گئی یہاں تک کہ جسم کا ہلنا جلنا بھی مشکل ہو گیا۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ سونے کی کوشش کی لیکن نیند نہیں آئی تھوڑ دیر بعد ہلکی سی غنودگی طاری ہوئی تو دیکھا کہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ تشریف لائے اور فرمایا!

"دو انڈے نرم زردی والے ابال کر (آدھے ابلے ہوئے) کھاؤ اور دودھ میں چائے کی پتی ڈال کر (دودھ پتی بنا کر) پیو پھر کمبل اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ اگر ضرورت محسوس کرو تو رات کو سوتے وقت بھی ایسا ہی کرنا انشاء اللہ شفاء ہوگی"۔ اسکے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس نسخہ پر عمل کیا تو میری تقریباً اسی فیصد بیماری دور ہو گئی پھر رات کو دوبارہ یہ عمل کیا تو تمام بیماری جاتی رہی اور مکمل شفاء ہو گئی۔

حضرت سیدنا چادر والی سرکارؒ کے عطا کردہ نسخہ جات

دماغی کمزوری کیلئے نسخہ

میرے مرشد چادر والی سرکارؒ کے پردہ فرمانے سے پہلے کی بات ہے کہ ایک مرتبہ میں آستانہ عالیہ آپؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا بعد از قدمبوسی آپؒ کے بیان مبارک سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہوا گفتگو کے دوران آپؒ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''بابو جی آپ خواب بھول جاتے ہو جی!'' (مجھے خواب آتے تھے لیکن آنکھ کھلنے پر خواب بھول جاتا تھا) پھر آپ نے فرمایا

'' بادام کی گیارہ میٹھی گریاں (کڑوے بادام نہ ہوں) رات کو پانی میں بھگو کر علی الصبح اسکا ناشتہ کرو اور ساتھ میں کچھ مصری بھی ملا لو، یہ عمل گیارہ دن تک کرو اور اگر مزید ضرورت محسوس کرو تو چند دن بعد دوبارہ یہی نسخہ گیارہ دن تک استعمال کرو۔ مین نے اس نسخہ پر عمل کیا تو خاطر خواہ فائدہ محسوس کیا''۔

بدہضمی اور پیٹ میں درد کیلئے نسخہ

ایک مرتبہ میری طبیعت خراب ہوئی (وقفہ وقفہ سے پیٹ میں درد ہو رہا تھا' گھر والے کھانے کا پوچھ رہے تھے لیکن کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا اسی پریشانی کے عالم میں میں بستر پر لیٹ گیا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی۔ اور سو گیا عالم رویاء میں دیکھا کہ میرے آقا حضور سیدنا چادر والی سرکارؒ تشریف لائے آپؒ نے اپنے اس غلام کی دستگیری فرمائی۔ اسوقت کمرے کی الماری میں کالی مرچ

اور اجوائن (جو کہ آستانہ پر اٹھراہ کے مریضوں کیلئے پڑھ کر دی جاتی ہیں) رکھی ہوئی تھیں آپؒ نے ان (کالی مرچ اور اجوائن) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! ''ان میں نمک ملا کر اور سات مرتبہ ''سلام قولا من رب الرحیم'' پڑھ کر دم کر کے نیم گرم پانی کے ساتھ کھالو۔ انشاء اللہ شفاء ہوگی۔ میں نے حیرانگی سے عرض کی۔ سرکارؒ! یہ تو اٹھراہ کے مریضوں کو دم کر کے دی جاتی ہیں۔ میری بات سن کر آپؒ ہلکا سا مسکرائے اور فرمایا! '' ہاں! ہم جانتے ہیں لیکن یہ پیٹ کی تکالیف کیلئے بھی بہت مفید ہے''۔

جسمانی و اعصابی کمزوری کا علاج

کافی سال پہلے کی بات ہے کہ سردیوں کا موسم تھا، مجھے کچھ جسمانی (اعصابی) کمزوری محسوس ہوئی۔ میں نے باطنی طور پر اپنے آقا و مولا حضرت قبلہ چادر والی سرکارؒ سے عرض کی تو آپؒ نے کرم فرماتے ہوئے عالم رویاء میں اپنی زیارت بابرکت سے نوازا اور ارشاد فرمایا!

''چالیس دن تک روزانہ مٹھی بھر (مقدار) چلغوزے کھاؤ''۔

بعد میں حکیم نے میری نبض چیک کی تو اس نے بھی کچھ اسی قسم کا علاج تجویز کیا اور کہا! '' تر گرم چیزیں کھاؤ'' اور جب میں نے اسے بتایا کہ میرے مرشدؒ نے مجھے چلغوزے کھانے کا حکم فرمایا ہے تو وہ کہنے لگا

''یہ جسمانی و اعصابی کمزوری کا بہترین علاج ہے''

جسمانی کمزوری دور کرنے کیلئے نسخہ

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ مجھے جسمانی کمزوری کی شکایت ہوئی میرے پیرو مرشد حضرت قبلہ چادر والی سرکار تشریف لائے اور فرمایا!

''بابو جی اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کرو اور ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ مرغ (بھاپ میں پکایا ہوا ہو، گھی میں فرائی کیا ہوا نہ ہو) کھایا کرو کیونکہ اسمیں طاقت زیادہ ہوتی ہے اور اس سے خون میں کولیسٹرول بھی نہیں بڑھتا''۔

نوٹ:۔ یہ تمام نسخہ جات میں نے اس لیئے یہاں لکھ دیے ہیں تا کہ ان سے دوسرے بھی فائدہ حاصل کر سکیں خاص طور پر وہ مریض جو کہ صاحب استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے مہنگے علاج نہیں کروا سکتے۔ یہ سستے اور مفید ترین نسخہ جات ہیں جو کہ بزرگان دین کے عطا کردہ ہیں اور میرے آزمودہ بھی ہیں۔

بزرگان دین کے نام پر نذرانہ (فاتحہ کرنا)

ایک مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

''ہر چیز میرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف نذرانہ کرتے رہو'' یعنی آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے رہو۔ جب بھی حضور پاک ﷺ، خلفائے راشدینؓ یا اولیائے کاملینؒ کی زیارت ہو یا ان کی طرف سے کسی بھی قسم کی کرم نوازی ہو تو مزید شکرانے کے طور پر کلام الٰہی اور لنگر (قرآن پاک اور کھانا وغیرہ) کا نذرانہ (جو بھی مناسب سمجھیں) ان کی بارگاہ میں پیش کر دیں تا کہ وہ خوش ہو کر آئندہ بھی کرم فرمائیں، جو سالکین ایسا کرتے ہیں، ان کے معاملات تیزی سے آگے بڑھتے ہیں۔

ایک مرتبہ کرم نوازی ہوئی تو میرے قبلہ مرشد اکمل سیدنا چادر والی سرکارؒ نے فرمایا!

''ہم تمہارے اس عمل سے بہت خوش ہیں کہ تمہاری طرف سے بہت زیادہ نذرانے آتے ہیں۔''

میرا معمول ہے کہ تقریباً روزانہ ہی اللہ و رسول ﷺ، انبیائے کرامؑ، اہل بیتؓ، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دینؒ کے لئے حسب توفیق کچھ نہ کچھ نذرانہ پیش کرتا رہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام ہستیاں بھی خوش ہو کر اس فقیر پر نظر کرم فرماتی رہتی ہیں۔

بزرگوں کے نام پر دینے کے آداب

میرے آقا حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرامؒ کے نام پر جب بھی کچھ نذرانہ پیش کریں تو ہمیشہ کوشش کریں کہ کسی نیک انسان (مومن، ولی اور فقیر وغیرہ) کو ہی دیں۔

میرے پیر و مرشد سیدنا چادر والی سرکارؒ کا طریق یہ تھا کہ آپؒ اگر کبھی ''اللہ'' کے نام پر دینا چاہتے تو خواہ کیسا ہی انسان ہوتا اس کو خیرات کر دیتے لیکن جب کبھی حضور نبی کریم ﷺ، اہل بیتؓ یا بزرگان دینؒ کے نام پر کسی کو کچھ (کھانا، لباس یا استعمال کی کوئی بھی چیز) دیتے تو ہمیشہ یہ احتیاط فرماتے کہ کوئی نیک، مومن یا پرہیزگار آدمی کو ہی خیرات کریں بلکہ آپ کی احتیاط کا تو یہ عالم تھا کہ ازواج مطہراتؓ کے نام پر دی جانے والی چیزوں کو تو کسی مرد کو ہاتھ بھی نہ لگانے دیتے تھے اور ازواج مطہراتؓ کے نام پر دیتے وقت نیک اور پرہیزگار خواتین کو ہی دیتے۔

مقبول و منظور وسیلہ کی اہمیت

عام طور پر مُردوں کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ شریف پڑھی جاتی ہے اور کلام الٰہی (کلمہ، درود، ذکر، اعمال صالحہ اور کھانا وغیرہ) کا ثواب بخشا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ان سب کا ثواب یقینی صورت

میں تو صرف اسی طرح مردے کو مل سکتا ہے جب ''بھیجنے یا بخشنے والا'' خود بھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول و منظور ہو، جسکے واسطہ اور وسیلہ کو اللہ و رسول ﷺ نے منظور فرمالیا ہو، جسے باطنی طور پر یہ اجازت مل جائے اور جسکی ایسی منظوری ہو جائے کہ اسکی طرف سے بھیجی گئی کس بھی چیز کو اللہ و رسول ﷺ بھی رد نہ کریں اور قبول و منظور فرمالیں لیکن اگر معاملہ اسکے برعکس ہو تو سب کچھ بیکار چلا جاتا ہے۔ اسی لیے جب کبھی کچھ بھی ایصال ثواب کرنا ہو یا اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ میں کچھ خرچ کرنا ہو تو فقراء کے وسیلہ یا انکے ہاتھوں (ذریعہ) سے یا فقراء کے منظور شدہ (اجازت یافتہ) سالکین کے ذریعہ سے ہی آگے بھیجیں تا کہ قبولیت میں کسی بھی قسم کا کوئی شک نہ رہے بلکہ توقع سے بڑھ کر فوائد حاصل ہوں۔ مجھے باطنی طور پر اسکے متعلق بتایا گیا فرمان ہوا!

''لوگوں کا معمول ہے کہ جب کبھی مردوں کو کچھ ایصال ثواب کرنا ہو یا راہِ خدا میں کچھ بھی دینا ہو تو ایسے لوگوں سے نذر و نیاز دلواتے ہیں جو بظاہر تو عالم، پیر اور بہت عبادت گزار (نمازی، پرہیزگار) نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں (باطنی طور پر) وہ اللہ و رسول ﷺ کو قبول و منظور نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ انکے توسط سے جو کچھ بھیجا جائے وہ بھی نامنظور و نامقبول ہو جاتا ہے اور آگے نہیں پہنچتا، یعنی شرف قبولیت حاصل نہیں کرتا پھر مجھے اس کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔'' دیکھا کہ ایک قبر ہے اور اسکے باہر بے شمار اشیاء کا ڈھیر لگا ہوا ہے لیکن وہ اشیاء اندر نہیں پہنچ رہیں گویا انکے راستہ میں بلند و بالا دیوار حائل ہے اور اندر مردہ چیخ و پکار کر رہا ہے (رو رہا ہے) اور کہہ رہا ہے کہ خدا کیلئے کوئی ایسا وسیلہ اختیار کرو کہ یہ چیزیں (کھانا، کپڑے اور کلام الٰہی وغیرہ) مجھ تک پہنچ سکیں''۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب بھی مردوں کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی وغیرہ کروانی ہو تو پڑھنے کیلئے جو (مرد و خواتین) بلائے جاتے ہیں وہ بھی اس بارگاہ میں منظور و مقبول نہیں ہوتے اور جو ایصال ثواب (نذر) کرنے کیلئے بظاہر متقی و عبادت گزار سمجھ کر بلائے جاتے ہیں انکی منظوری کی بھی کسی کو کوئی تصدیق نہیں ہوئی ہوتی اسی لئے انکا بھیجا ہوا بھی آگے نہیں پہنچتا

(مقبول و منظور نہیں ہوتا) اور مردہ خالی کا خالی ہی رہ جاتا ہے اسی وجہ سے وہ چیخ و پکار کرتا ہے، یوں سب کیا کرایا (کلام اور کھانا وغیرہ) ضائع چلا جاتا ہے۔

چاہیئے کہ فاتحہ و دعا، کلام الٰہی اور کھانا وغیرہ کے ایصال ثواب کا فریضہ ایسے بندوں کے ہاتھوں سرانجام دلوائیں جو با اجازت ہوں یعنی جنہیں اللہ و رسول ﷺ اور پیر و مرشد کی بارگاہ سے محافل و دم، دعا وغیرہ کی اجازت ہو اور جنکی منظوری کی تصدیق بھی ہو چکی ہو۔ دعا وغیرہ تو عام سالکین کی بھی اثر کرتی ہیں لیکن کسی فقیر سے با اجازت بندوں کی بات (دعا اور عرض) زیادہ موثر ہوتی ہے اور ایسا وسیلہ ہی بخشش کا ذریعہ بن سکتا ہے اور وہ تو نامنظور لوگوں کا پڑھا ہوا بھی منظور کروا سکتا ہے۔ اسکے برعکس صرف ظاہر علم رکھنے والے ایسے لوگ جو کسی فقیر سے منظور شدہ نہ ہوں ان کی بجائے خود ہی ایصال ثواب کریں یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

مزارات پر حاضری کا صحیح طریقہ

اکثر لوگ مزارات (درباروں) پر حاضری دیتے وقت قدموں کی بجائے سر مبارک کی جانب سے جاتے ہیں اور سر مبارک کی جگہ کو بھی چومتے ہیں یہ مزارات پر حاضری کا غلط طریقہ ہے۔ ہمیشہ سامنے یا قدموں کی جانب سے حاضری دینی چاہیئے۔ سر مبارک کی بجائے ہمیشہ قدموں کو بوسہ دینا چاہیئے نہ ہی دنیاوی باتیں کرنی چاہئیں اور نہ ہی بے ادبی سے پھرنا چاہیئے اگر ایسا کیا تو تنزلی کا خطرہ ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے جب ہم مرشد کی ظاہری زندگی میں انکی خدمت میں حاضری دیں اور قدموں کی بجائے سر یا چہرہ مبارک کو چومیں، انکے سامنے دنیاوی باتیں کرتے رہیں یا بے ادبی سے پھریں تو انکی طبیعت میں جلالت پیدا ہو جائے گی اور بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا ہے۔ جس طرح پردہ فرمانے کے بعد بزرگوں کا فیض و کرم بہت زیادہ ہوتا ہے اسی طرح جلالت کا بھی یہی عالم ہے

درویشوں کے پاس اللہ اور اللہ والوں کی محبت میں ہی جائیں

اللہ اور رسول ﷺ اور مرشد کریم کے حکم سے لکھی جانے والی زیر نظر کتاب ''راہنمائے اولیاء مع روحانی نکات'' مکمل ہو چکی تو میرے قبلہ حضور سیدنا چادر والی سرکارؒ نے بذریعہ خواب کتاب کی فوراً اشاعت کا حکم فرمایا اور کتاب کے لئے چند مزید نکات بھی لکھنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد فرمایا! بابو جی! دیکھو لوگ درویشوں کے پاس (مزارات اور آستانوں پر) مال و دولت اور اولاد نرینہ کی خواہش لے کر آتے ہیں۔ حالانکہ درویشوں کے پاس تو اللہ اور اللہ والوں کی رضا اور محبت کے لئے جانا چاہیے اور تنبیہہ فرمائی کہ جو لوگ دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے درویشوں کے پاس آتے ہیں، اللہ کے درویش ان سے خوش نہیں ہوتے۔ درویش تو لوگوں سے اس لئے مل لیتے ہیں کہ ان کی زیارت سے لوگوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور جو کوئی صحیح درویش کی زیارت کر لیتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بخشش ہو جاتی ہے۔ جو کوئی درویش کی خدمت کرتا ہے اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں اور ولایت مل جاتی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا! لوگ اتنی دور سے درویش کے پاس یہ نیت لے کر آتے ہیں کہ انہیں مال و دولت اور بیٹے (اولاد نرینہ) ملیں گے لیکن اللہ والوں کی محبت اور بخشش و مغفرت کو اہمیت نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ آسانی سے بخشے جائیں گے، بخشش اتنی آسان بھی نہیں۔ یہ تو انہیں آگے چل کر پتہ چلے گا کہ بخشش کتنی مشکل ہے جبکہ لوگوں کو آخرت کی فکر ہی نہیں۔ حضور سیدنا چادر والی سرکارؒ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم غور کرتے ہیں تو علم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ والوں کی محبت کی بجائے دنیاوی فوائد کی غرض سے مزاروں اور آستانوں پر حاضری دیتے ہیں جب ان کو دنیاوی فوائد حاصل نہیں ہوتے تو ایسے لوگ درویشوں کی گستاخی کر بیٹھتے ہیں اور غلط کلمات تک بول دیتے ہیں۔ یوں (دنیاوی مقاصد لے کر) مزارات اور آستانوں پر حاضری دینے کا بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

بارگاہ الٰہی میں دعا

"اللھم صلے علی محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم"

اے اللہ! تو ہی میرا مقصود اور تیری ہی ذات مطلوب ہے۔

اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما کر اپنی محبت اور معرفت عطا فرما، علم و عرفان حقیقی سے نواز، خالص اپنا بندہ بنا، اپنا قرب خاص اور وصل خاص عطا فرما۔ یا اللہ! ہم سے ایسے کام کروا، جس سے تو اور تیرا محبوب راضی ہو جائیں۔

یا اللہ! ہم سب کو ایسی پختہ ہدایت فرما جس میں کبھی خرابی نہ ہو۔ ہمارے دل، دماغ، جسم اور روح کو اپنے نور اور محبت سے معطر فرما۔ جسمانی و روحانی صحت عطا فرما۔ ہمارا ہر نیک کام قبول و منظور فرما۔

بحق لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

بحق خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ، ازواج مطہراتؓ، بحق اولیائے اللہ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

قائد روحانی انقلاب ،شیخ الشیوخ،مرشد اکمل جناب صوفی مسعود احمد صدیقی لاثانی سرکار صاحب کی گفتگو مختصر مگر دل نشیں جامع اور نہایت پر اثر ہوتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے معرفت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے ۔مختلف محافل میں خواہ چند افراد ہوں،سینکڑوں ہوں ہزاروں ہوں یا لاکھوں جب آپ سرکار بیان فرماتے ہیں تو حاضرین کی کیفیات دیدنی ہوتی ہیں۔خاموشی ،سکوت،اور وجد کا ایک ایسا حیرت انگیز عالم ہوتا ہے کہ دوران محفل بیشتر افراد واصل بحق ہوتے ہیں اور اپنی زندگی کا مقصد پا لیتے ہیں۔آپ کے اخلاص اور توجہ کی بدولت اصلاح معاشرہ اور فلاح انسانیت کی خاطر پانچ ہزار سے زائد مشائخ عظام (اولیاء اللہ) کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو چکے ہیں۔آپ کی نگاہ کیمیاء کی بدولت لاتعداد افراد بے راہ روی کو چھوڑ کر صراط المستقیم پر گامزن ہیں اور خدمت خلق کرنے والے بن چکے ہیں۔مذاہب و مسالک سے بالاتر ہو کر عالمی سطح پر فلاح انسانیت کی مثالی خدمات کے اعتراف میں آپ کو دو گولڈ میڈلز اور متعدد ایوارڈز دیئے جا چکے ہیں۔

آپ کے اعلان عام (کسی بھی مذہب و مسلک سے تعلق رکھنے والا شخص صرف ایک ماہ اس فقیر سے تعلق قائم کر کے دیکھ لے انشاء اللہ اس راہ حق کی تصدیق ہو جائے گی)سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا بھر کے نصف لاکھ (50,000) سے زائد غیر مسلمین (ہندو،عیسائی ،یہودی، پارسی،سکھ،قادیانی وغیرہ) اور رو روحانیت کو تسلیم نہ کرنے والے کلمہ اسلام پڑھ چکے ہیں۔

آپ سرکار کی تحریر کردہ زیر نظر کتاب قیامت تک آنے والے اولیائے کرام اور طریقت کے سالکین کی راہنمائی کرتی رہے گی۔(انشاءاللہ)

لاثانی انقلاب پبلی کیشنز